اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی ولو جی بطعام

ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا کچھ

لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے م یعنے عمل مخالف

عذر کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہو جانا بھی عذر ہی تو اسکے لیے سنتون کو تاخیر کر سکتا ہی ولو اخرہا الآخر الوقت لا تکون سنۃ

وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہی کہ سنتین ہو جائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا

قول بنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنیسے سنتین ساقط ہو جاتی ہین اور اصح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین فرع مسائل الملتقط شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل الاولی جاہلی مین

پڑھنا سنت فجر کا افضل ہی اور ایک قول یہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہی م شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی خلاصہ سے

منقول ہی کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور

حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر

داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا نذر کیا سنتونکو پھر ادا

کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی م نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی شخص ظہر کی سنتونکی نیت کرکے

توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہو جائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی واجب نہین کہ سنت نہین ادا

النوافل بنذر ہا ثم یصلیہا وقیل لا اراد کیا نوافل کا تو انکو نذر کرے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہی کہ نفلین

جب نذر کی نماز ہو جائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا جائیگا علاوہ اسکے مسلم کی

حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتونکو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہی تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی حقارت کی

وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہو جانے

کے اسکے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہی سوا

فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہی ہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہی

کہ خشوع و اخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد

اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنیٰ ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب

ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے م اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور

تحیۃ الوضو مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار

اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی وفی المنیۃ اقلہا رکعتان

واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین

ہین چنانچہ بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور

نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونیکا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط

رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونون سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط یعنے جو دونون سے ثابت ہو وہ اولی ہی بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی

وہذا لوصلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتون کا افضل ہونا اس صورت مین ہی کہ بارہ رکعتون کو ایک سلام سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور افضل مین فرق اسی صورت مین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتین مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلین ہو جائینگی تو ظاہر ہی کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی ومن المندوبات رکعتا السفر

والقدوم منہ اور مستحبات مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنے کی اور سفر سے آنے کی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے بہتر نائب نہین چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑھتا ہی اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑھ کر اُسمین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوۃ

اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہی نماز تہجد اور اُسکی کمتر رکعتین بموجب بیان جوہرہ کے آٹھ مین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیے افضل ہی اور اگر آدھون آدھ کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہی ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن کی نوافل سے افضل ہی اور اُسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم مین مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پھر اُسمین اختلاف ہی کہ نماز مذکور مستحب ہی یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اُسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہی شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہی اور اسی وجہ سے حلیہ مین کہا کہ اشبہ یہ ہی کہ تہجد سنت ہی پھر اُسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگادے پھر دونون دو رکعتین پڑھین تو وہ دونون اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکھے جائینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابو داؤد کی حدیث مین معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تھین اور حاوی قدسی مین ہی کہ آپکا اقل تہجد دو رکعتین تھین اور زیادہ آٹھ رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھ ہین پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سو رہے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہ ہی کہ رات کے چھ حصہ کر کے پہلے تین حصہ مین سو رہے اور چوتھے اور پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سو رہے کیونکہ صحیحین مین مروی ہی کہ اللہ تعالی کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ

سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ ویکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتون کا اور مستحب ہی جاگنا پندرھوین شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہو وے یہ راتون مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہی جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہی کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اُسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھونگا تو اُسکو شب بیداری کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی وسنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اُسکے کرنے اور نکرنے مین تردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے (اللہم انی استخیرک آہ) چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھدی ہی اور مستحب ہی اس دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوۃ کا پڑھنا اور بہتر ہی کہ اول رکعت مین سورہ کافرون پڑھے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی رکعت مین یہ بھی پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار تا یعلنون) تک اور دوسری مین (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ) آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار عمل کو کرے پھر بعد اُسکے جو بات اُسکے دلمین آوے اسی پر کاربند ہو کہ خیر اسی مین ہی اور شرح شرعہ مین ہی

اُن دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سورہے پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہو اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نہ کرے کہ برا ہو کذا فی الشامی

وار بع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھہ اور ثواب اسکا بہت ہی ہو صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین بروایت عبد اللہ بن مبارک مروی ہی یہ ہو کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع مین دس بار پھر قومہ مین دس بار پھر سجدہ مین دس بار پھر جلسہ مین دس بار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار اسیطرح چارون رکعتون مین پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہوجاینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہو کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع مین دس بار قومہ مین دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم مین دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسرے رکعت کو اٹھے پس دونون طور مین اتنا فرق ہو کہ اول مین صرف قیام مین پچیس بار کہنا ہوتا ہی پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے بعد اور دوسرے مین قیام مین پندرہ بار بعد قرات کے ہی اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہین اسلیے شرح منیہ اور قنیہ مین اول ہی روایت کو اختیار کیا ہو کہ اسمین حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کے نہین پڑتی مگر جب معلوم ہوگیا کہ دونون طور حدیث سے ثابت ہین تو مناسب یہ ہو کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتین اور قابل سننے کے ہین اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتین معین آپکو معلوم ہین تو فرمایا کہ اول مین الہاکم التکاثر دوسرے مین سورہ عصر تیسری مین کافرون چوتھی مین اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہین سواے اوقات مکروہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہو کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز مین اگر سہو ہوجاے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہین ہان اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاے تو دوسرے ہی رکن مین اسکو پڑھ لے مثلا رکوع مین بھول جاے تو قومہ مین نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہی بلکہ سجدہ اول مین بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت مین پچھتر ہوجاے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ مین اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیون پر نکرے بلکہ دل مین گنتا جاے یا انگلی کی پوروںکو دباتا جاے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اسکی تسبیح مین (ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہی ہشتم اسکے حدیث مین اگرچہ بعض طرق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہی اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہی نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہی یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالی تمھارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور اگر کو فرمایا کہ اگر تمھارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالے معاف فرمایگا کذا فی الشامی تصرف وار بع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر

بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہین چار رکعتین نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہو کہ دو رکعتین ہین اور حاوی مین ہو کہ وہ بارہ رکعتین ہین ایک سلام سے اور مشروح بیان کیا ہی ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین م تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ مین نماز حاجت کی چار رکعتین لکھی ہین بلکہ تجنیس مین یہی نقل کیا ہو کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت مین بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتون مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب مین ایک حدیث مرفوع نقل کی ہی اور شرح منیہ مین مذکور ہو کہ نماز حاجت کی دو رکعتین ہین چنانچہ ترمذی مین عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ)

انشاءاللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر اسمین اور اسمین کیا فرق ہے تو اُسکا جواب نہر الفائق مین یہ
لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آیندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجودہ کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتون کی روایت مین کلام ہے ﴿فرض القراءة عملا في ركعتي الفرض
مطلقًا اما تعيين الاوليين فواجب على المشهور﴾ اور فرض عملی ہے قراءت فرض کی دو رکعتون مین کوئی سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا
واجب ہے مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض عملی ہے یعنے اعتقادی نہین کہ اسکا منکر کافر ہو بلکہ شدت سے گناہگار ہوتا ہے کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلی قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور
کی قید اسلیے لگائی کہ وہ قول نکلجائے جسمین اول دوگانہ مین فرض کہا ہے یا بعضون نے افضل بیان کیا ہے کذا فی الشامی ﴿وكل النفل للمنفرد لان كل شفع صلوة لكنه لا يعم
الرباعية المؤكدة فتامل﴾ اور فرض عملی ہے قراءت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہین چار رکعت
والی سنتون موکدہ کو پس تامل کر کہ نہ شامل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ انکے قعدہ اولی مین درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت مین دعاء استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے
اشارہ ہے جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن موکد بسبب موکد ہونیکے مشابہ فرض ہین تو انمین دونون رعایتین کی گئین قراءت کا فرض ہونا ہر رکعت مین نفل ہونیکے سبب ہے
اور درود کا نہ پڑھنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے ہے کذا فی الشامی ﴿وكل الوتر احتياطا﴾ اور فرض عملی ہے قراءت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ مشہور
﴿ولزم نفل شرع فيه بتكبيرة الاحرام او بقيام لثالثة شروعا صحيحا قصدا﴾ اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری رکعت کے
لیے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصدًا ﴿صحيح﴾ شروع سے وہ صورت نکلگئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصدا سے وہ صورت
نکلگئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلًا اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہین نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصدًا شروع نہین ہوئی
کذا فی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصدًا کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی ﴿الا اذا شرع متنفلا خلف مفترض ثم قطعه واقتدى ناويا ذلك الفرض بعد
تذكره او تطوعا آخر﴾ لیکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کو پیچھے فرض پڑھنے والے کے پھر نفل کو توڑ کر اسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل
کی نیت سے اقتدا کیا امام پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلًا فرض ظہر پڑھ چکا ہون امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر مین نے نہین پڑھا تو نفل کو توڑ کر
فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آئے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیے کہ اسکی نیت
ادا نماز کی امام کے ساتھ ہے سو دونون صورتون مین حاصل ہے کذا فی الشامی ﴿او في صلوة ظان﴾ یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنیوالے کے پیچھے صورت اسکی یہ ہے کہ
ایک شخص نے مثلًا عشا کی فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ مین نے نہین پڑھی اور اسکے پیچھے ایک دوسرے شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشا اسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا
تو نہ اسپر قضا ہے نہ اسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین مقتدی پر اس صورت مین قضا مذکور ہے تو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ﴿او امى او امراة او محدث﴾ یا قضا لازم نہوگی
امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے مین اسلیے کہ شروع نماز کا صحیح نہین ﴿ثم﴾ مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدا مین وجوب قضا مناسب ہے اسلیے کہ اسمین شروع صحیح ہوتا ہے اور قراءت
کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ﴿يعني ونفسده في الحال اما لو اختار المضي ثم افسده لزمه القضاء﴾ مراد یہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بلفور امام کے ترک کرنیکے فاسد کرے
تب قضا لازم نہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا پڑھے جانا پسند کیا پھر کچھ دیر کے بعد اسکو فاسد کیا تو اسکو قضا لازم ہوگی ﴿ثم﴾ یہ صورت خاص اس صورت سے متعلق ہے جسمین اقتدا گمان
والے کے پیچھے مذکور ہے اور عورت اور امی وغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہین کذا فی الشامی ﴿ولو عند غروب وطلوع واستواء على الظاهر﴾ نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہے اگرچہ شروع
غروب اور طلوع آفتاب اور ٹھیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے ﴿فان افسده حرم لقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم الا بعذر ووجب قضاؤه
ولو فساده بغير فعله كتيمم راى ماء ومصلية او صائمة حاضت﴾ پس اگر نمازی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ باطل نکرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت
سے فاسد کرنا حرام نہین جیسے اوقات مکروہہ مین شروع کرنا کہ اس صورت مین فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا اس نفل کی گو کہ فاسد نمازی کے اختیار سے نہوا ہو
جیسے تیمم والا کہ نماز مین پانی کو دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جاوے کہ فساد عمل مین انکا اختیار نہین مگر قضا نماز و روزہ کی لازم ہے اسیطرح اگر عذر کے باعث

خود فاسد کر دیگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان مایوجب علی العبد بالتزامہ نوعان مایجب بالقول وھو النذر ویجیٔ ومایجب بالفعل وھو الشروع فی النوافل فجمعھا

اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم پکڑنے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے

واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلون مین اور شاعر کا قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہین ؎ من النوافل سبع الزم الشارع ؛ اخذا

لذلک مما قالہ الشارع ؛ صوم صلوٰۃ طواف حجۃ رابع ؛ عکوفہ عمرۃ احرامہ السابع ؛ نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیوالیکو لازم ہوجاتی ہین یہ حاصل ہے اس

قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا معتکف کا ششم عمرہ

نفل ہفتم احرام نفل ہے طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اُسوقت ہوسکتی ہے جب اُسکی میعاد اقل ایکدن ہو یعنے جن

لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہے اُنکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا

اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر دیر لگے گی اُسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا ہان فتح القدیر مین ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع

کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہین اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پھر

اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ مین سے جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لو نوی اربعا غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض نفے خلال الشفع

الاول والثانی ای وتشھد للاول والا فیفسد الکل اتفاقا اور قضا کرے دو رکعتین اگر نیت چار رکعتون غیر موکدہ کی کی ہو موجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑدے نماز کو

اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنے مقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونون دوگانے

فاسد ہوجاینگے بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوگا کہ اسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر موکدہ نفلون کا ہے اور اگر موکد سنتون مین سے چار رکعت

والی کی نیت کر کے اول یا دوم دوگانہ کو توڑدیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہین اور اُنکے دونون دوگانون کا حکم ایک ہی نماز کا ہے

اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑدیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا لعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ

نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہے یعنی ان تین صورتون مین ہر دوگانہ جدا نہین چارون کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ ظہر کے

پڑھنے والے کے پیچھے نیت نفل کی کر کے توڑدے تو چار رکعتین قضا کرنی چاہیین کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکھا فی الاول فقط او الثانی

او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول والاول واحد الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فھذہ تسع صور للزوم رکعتین جیسے دو رکعتین

قضا کرے اگر قراءت ترک کرے نفل کے دونون دوگانون یا قراءت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ایک رکعت مین یا پہلے کی ایک

رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور دوسرے کی ایک رکعت مین نہ اُسکے سوا اور صورتون مین ان صورتون مین قضا دو رکعتین اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسری

دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا تو یہ نو صورتین ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول

والصور فی القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتین چھ صورتون مین اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت

مین قراءت کی صورت لانے سے سولہ صورتین ہوجاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل ثمانیہ ہے جنمین سے چھ مین قضا دو رکعتون کی لازم آتی ہے اور دو مین قضا چار کی چنانچہ ماتن نے اُنہین

آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر جو صورتین حقیقت مین بموجب تقسیم عقلی کے نو ہین اور دو صورتین چھ کو حاوی ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اور اگر چارون رکعتون مین قراءت پڑھنے

کی صورت بھی ملا لیجائے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا لازم نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھ دیتے ہین چار رکعتون کے

لیے چار خانہ مقرر کیے قراءت کی جگہ ق اور ترک قراءت کی جگہ صفر لگا دیتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور انکا کیفیت کا لکھتے ہین

کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی مین ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن یبقی ما اذا لم یقعد بینھما وہ صورت باقی ہے جسمین بیچ مین نہ بیٹھے

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
٠	٠	٠	٠	دو رکعتین لازم ہونگی
٠	٠	ق	ق	"

نہ کیا اُسکی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونون رکعتون مین قرارت نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کر دیا اُسکا حکم یہ ہے کہ چار رکعتین قضا کرے اجماعاً کذا فی النہر او قعد ولم یقم لثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیے نہ اُٹھا اُسکی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول مین قرارت ترک کی اور قعدہ اولی کے لیے بیٹھا اور تیسرے کے لیے نہ اُٹھا تو صرف اسمین دو رکعتین قضا کرے کذا فی النہر او قام ولم یقید ہا بسجدۃ او قیدہا فتنبہ و منیر المتداخل یا تیسری کے لیے اُٹھا اور اُسکو سجدہ سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتون کو تمیز کر مثلاً یعنی پہلے دوگانہ قرارت ترک کر کے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کر دی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اُسکا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور اُنکا حکم متحد ہے چنانچہ اُنھون نے متداخل کو ملا کر آٹھ صورتین لکھی ہین حالانکہ واقع مین پندرہ ہین وحکم موتم ولو فی تشہد کا امام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا ہو مثل امام کے ہے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہے اور اُسکا اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اُسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو ولا قضاء لو نوی اربعاً وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتون کی اور بیٹھا مقدار تشہد کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اُسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض ظاناً انہ علیہ فذکر ادارہ انقلب نفلاً غیر مضمون لانہ شرع مسقطاً لا ملتزماً یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اُسکے ذمہ ہے پھر یاد آیا اُسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہو جائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اُسنے نماز کو شروع کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی اربعاً فاکثر ولم یقعد بینہا استحساناً الا انہ بقیامہ جعلہا صلوٰۃ واحدۃ فتبقی واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ یا قضا نہین اگر پڑھین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ مین نہ بیٹھا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہو جانے سے ہر دوگانہ کو جدا نرکھا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدۂ اولی واجب رہگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا مع یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اُسنے سب نماز کو ایک کر دیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحساناً فرضون کے قعدہ کیطرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا و فی التوشیح صلے الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافاً لمحمد ویسجد للسہو ولا یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور توشیح مین ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتین اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدون کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع مین کیونکہ یہ دونون ابتداء نماز مین ہوتی ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مع ایک نسخہ مین بجاے توشیح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ مین توشیح بواو ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی و تنفل مع قدرتہ علے القیام قاعداً لا مضطجعاً الا بعذر ابتداءً وکذا بناءً بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے النصف الا العذر اور نفل پڑھے بیٹھکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹکر مگر عذر سے لیٹکر بھی پڑھے نفل بیٹھکر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ کھڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹھکر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اُسکے عکس کے یعنی بیٹھکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹھکر نفل پڑھنے مین ثواب اور لوگونکا سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے مع فی الاصح راجع ہے بلا کراہت

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	ق	.	.	دو رکعتین لازم ہونگی
ق	ق	ق	.	"
ق	ق	.	ق	"
ق	.	ق	ق	"
.	ق	ق	ق	"
.	ق	ق	.	"
.	.	.	ق	"
ق	.	ق	.	چار کی قضا لازم ہوگی
.	ق	.	ق	"
ق	.	.	ق	"
.	ق	ق	.	"
ق	.	.	.	"
.	ق	.	.	"
ق	ق	ق	ق	چارون صحیح ہونگی

لطیف اور اسکا قابل درر اور درر وقایہ وغیرہ کا قول ہو کہ انھون نے کراہت پر یقین کیا ہو بنا کی صورتین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اسلیے استثنا
کیا کہ آپکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہو بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوٰۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض
نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
کوئی نماز مثل اسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہو کہ یہ حدیث مرفوع ہو اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعا مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہو کہ انکے پیشتر ویسی ہی سنتین
ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاکے یعنے مثل ہونا مطلقا مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہو تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایسا ہی نماز کا مکروہ ہو کذا فی الشامی
مختصرا ولا اعادۃ عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جائے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہو گیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہو ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورتین اعادہ واجب ہو اور نہی سے مراد وہی حدیث ہو جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضا صلوٰۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہو کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو
اگر یہ نقل صحیح ہو تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے م یہ جواب ہو ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہو کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہو اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہو گا کہ امام صاحب نے اپنی پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوے ہون تاکہ اعادہ انکا واجب ہو جاے
بلکہ غالبا انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑھی تاکہ نفل ہو جائین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو
وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تو یہ نماز فرض ہو گی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہو
کہ یہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھنا ہو قول مختار پر م فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوے
ہو اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت مین ہو نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہو کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل
ہو گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا او علی سرجہ
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہو گا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہو نفل پڑھے جسطرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے
وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہو کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہو گی اکثر کے نزدیک م شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہو اور یہی اصح ہو
اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تو بھی یہی حکم ہو بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہو ولو سیرہا بعمل قلیل لا باس بہ او
اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہو گی وافتتح فنقیض النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب والثانی
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہو م یعنے پہلی صورتین نیت ایسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اسکو ترک ادا کیا

توشروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت مین تکبیر تحریمہ اُس نماز کی ہی جسکا پڑھنا رکوع وسجدہ کے ساتھ واجب ہی تو بدون عذر کے اس واجب کو
چھوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا مالم یبلغ منزلہ
قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہی کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو
اُتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہین اکثر فقہا کہا ہی اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہی کہ سواری پر تمام کرے جبتک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے
اُتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلۃ اوقاعدا اور بنا کرے قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر مع یعنے جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اُتر پڑا تو اب باقی
نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب تفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا
عمل کثیر ہی بخلاف اُترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہی اسطرح کہ دونون پانون ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے مع یہ مسئلہ شارح نے مکرر اسلیے بیان
کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کر کے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہی کذا فی الشامی ولو صلّی علی
دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز صلوتہ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ
خشبۃ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ اسپر سے اُتر سکتا ہی تو اُسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جبکہ اونٹ ٹھہرا ہوا ہو مگر یہ کہ پایے
محمل کے زمین پر ہون مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جاے اونٹ کی پشت پر نرہے مع یہان سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہی سواری
پر سو جاننا چاہیے کہ فرض واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہ ہین کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اُترنے کی صورت مین یا زمین پر گارا وغیرہ
ہو چنانچہ آگے آتا ہی اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہی جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطا اُسکے ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر
ممکن ہو ورنہ حتے الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ عذرونکے باعث ٹھہرا نسکے
تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اُس نماز کا اعادہ اُسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی الشامی واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان
طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر اولا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہی کہ اگر گاڑی کا
جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہی یعنے جائز ہوگی حالت عذر مین جسکا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین مع عجلہ بفتحتین بوجھ لادنیکی
گاڑی کو کہتے ہین جو کراچی کیطرح ہوتی ہی کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم مین ہو خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ و
ذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر مین داخل ہی مینھ کا برسنا اور گارا جسمین مُنہ غائب ہو جاوے یعنے لتھڑ جاوے
اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین مع
شامی نے کہا کہ اگر کسی کے پاس سواری نہین اور زمین سب گارا ہو رہی ہی کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امہ مثلا فی شق محمل
واذا نزل لم تقدر ترکب وحدہا جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہووے مرد اپنی مان کے ساتھ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اُترتا تو اُسکی مان اکیلی
سوار نہین رہسکتی تو اُس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل مین درست ہی چنانچہ بیان کیا ہی اُسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مع یعنے محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا
کہ تنہا نہ تھم سکے دوسرے کے حق مین عذر ہی وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمین جائز ہی
اگر وہ کھڑی ہو چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہی مع یہان ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہی کہ اسمین
علما ہند مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعض درست کہتے ہین جو درست نہین کہتے اُنکی تقریر یہ ہی کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر
ٹھہرتی ہی کہ اُسمین آدمی نماز چھوٹی سورتونسے مسافرون کیطرح پڑھ سکتا ہی اور نماز کے ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہی کہ اسقدر عرصہ مین ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہی تو ریل کے

سوار کو کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عذر وقت ارادۂ نماز اور اُسکے
شروع کرنے کے معتبر ہو گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی
تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جس وقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر
قادر نہ تھا یہ دونون طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہو چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہو
کہ سوار قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہو کیا اسکو درست ہو کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت
پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہو گو
توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے
پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین منیہ سے منقول ہو کہ اولٰے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت
جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے **ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرہا المکان** یہ سب
یعنے نہ قادر ہونا اترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جا ہلیون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لیے ہی بشرط
ٹھہرا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف
نہو مع حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ
سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہو قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہو اور
ٹھہرا نہین کر سکتا تو حلیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور
نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی **واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فادی للاجابۃ الاعلی دابۃ واحدۃ**
اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہو نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہو
نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہو خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی **ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل
ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ** اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض
بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اس نیت کو امام محمد اور آئمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رحمہم نے یعنے فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے
فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی
نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی **ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او رکعۃ
وکذا النصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار** اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک
چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو
رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو م طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ
کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو **واہدرہ الثالث ای محمد** اور باطل کیا ہو اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ
لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہو جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ نذر والے کے
حق مین نماز بدون طہارت کے اور ای کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہو تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی **او نذر عبادۃ فی مکان کذا فاداہا فی اقل**

من شرفه جاز لان المقصود القربة خلافا لزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پھر اسکو ادا کیا ایسے مکان مین جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے کم تھا
تو ادا اسے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہی اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہی بخلاف زفر اور تینون اماموں کے ولو نذرت عبادة کصوم وصلوٰة فی
غد فحاضت فیه یلزمها قضاءہا لانه یمنع الادا لا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز مین پھر اُس دن مین وہ حائضہ
ہوگئی تو لازم ہوگی اُس عورت کو قضا اُس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا م شامی نے کہا کہ ضمیر لانه کی حیض کی طرف ہی
جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہی ولو نذرتها یوم حیضها لا لانه نذر معصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنے یون کہا مثلاً کہ جسدن
مین حائضہ ہون اُس روز اتنی نفلین پڑھون یا روزہ رکھون تو اُسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہی معصیت کی یعنے یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہی تو یہ
نذر ہی درست نہوئی التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت موکدہ ہی بسبب مواظبت خلفاء الراشدین کے مردون
اور عورتون کے حق مین بالاجماع م خلفاے راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمر رض کے درمیان ہوئی اور اُسکے بعد سے آجتک
صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہی کہ اکثر علمانے اُسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور اُسکے سنت موکدہ ہونے کی
تصحیح ہدایہ وغیرہ مین کی ہی اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو صرف مردون کے حق مین سنت بتلاتے ہین یا سرے سے سنت ہی
نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے ابی ابن کعب رض کو امام مردون کا کیا تھا اور تمیم داری عورتون کو نماز
پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوٰة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر
کے بعد صحیح تر قول مین م وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہ کہ تمام شب اُسکا وقت ہی تو اُس صورت مین آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا
قول یہ ہی کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہی یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو ماتن نے ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی
نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور غایۃ البیان مین کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہی اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہی اور کافی
مین اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہی کذا فی الشامی فلو فاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نملی ہون اور امام وترون
کے لیے کھڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھلے پھر وہ تراویح پڑھلے جو فوت ہوگئی ہو م یہ تفریع تیسرے قول پر ہی اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام
کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونون قولون پر یہ مسئلہ متفرع ہی کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہون تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت
تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکره بعده فی الاصح اور مستحب ہی دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اُسکے نصف تک اور
نہین مکروہ ہی تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین م اور قول ضعیف یہ ہی کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہی کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہی تو جب اصل عشا مکروہ
ہی تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہی کہ تراویح نماز شب ہی اور افضل نماز شب مین یہی ہی کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا
فاتت اصلا ولو واحده فی الاصح فان قضاها کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کستة مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نہ کی جاے اصلا یعنی نہ
جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلین مستحب ہو جائنگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہو جائیں قضا نہین کی
جاتین م طحطاوی نے کہا کہ ولو وحده بیان ہی اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہی
والجماعة سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا الا لو ترک بعضهم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہی اصح قول مین اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے
جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو اُنہین سے بعض نے چھوڑا ہو م جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح
سب کے حق مین جداگانہ سنت ہی اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جاے و کل شہر بجماعة فالمسجد

فيما افضل قاله الحلبي اور جو نمازین کہ جماعت سے مشروع ہین انمین مسجد افضل ہے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد مین پڑھنا افضل ہے بنسبت گھر پڑھنے کے
وہی عشرون رکعة حکمة مساواة المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہین حکمت اُنکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسرہ کا مکمل بالفتح سے ہے ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلیے ہوتی
ہین اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتین ہوئین تو تکمیل کرنے والی تراویح ہین اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین بیس رکعتین اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمة فان قعد لکل شفع صحت بکراہة والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتین ہین دس سلامون سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ
پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہوجائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم یعنے سلف سے اکا پڑھنا دس سلامون سے مروی ہے اور
فقہانے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلین آٹھ سے زیادہ ایک سلام مین پڑھنا مکروہ ہین اسلیے بیسون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے حلبی نہ ابین کل اربعة بقدرہا
وکذا بین الخامسة والوتر دیخیرون بین تسبیح وقرارة وسکوت وصلاة فرادی نعم تکرہ صلوة رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان چار رکعتون کے
بمقدار چار رکعتون کے اور اسیطرح درمیان پانچوین ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہین چاہین اس توقف مین تسبیح پڑھین چاہین قرآن چاہین خاموش رہین چاہین نفلین تنہا
پڑھین ہان مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتین پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنة ونعوذ بک من النار) کذا فی الطحطاوی والختم مرة سنة ومرتین فضیلة وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم ور تراویح مین پڑھنا تمام
قرآن کا ایکبار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جاے تمام قرآن کا پڑھنا لوگون کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتین کچھ اوپر چھ ہزار
ہین اور شمار تراویح کی رکعتون کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت مین دس آیتین پڑھیگا تو مہینے مین ایک ختم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار مین ہے کہ افضل ہمارے زمانہ مین اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگون پر گران نہو اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیة طویلة فی الفرض فقد احسن ولم یسیٔ فما ظنک فی التراویح اور مجتبی مین ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض
مین تین آیتین چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہین کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح مین ہم یعنے جب فرض مین تین آیتین پڑھنی بہتر ہین تو تراویح
مین بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری بانہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحة وآیة او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما
باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان مین ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت مین الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتین پڑھین تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والون سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتون کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتین برابر تین آیتون کے ہونی چاہین ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر لوگ اسطرح کے مسئلہ
بد دل ہون کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہون تو اس صورت مین اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہین ورنہ ایکبار ختم سے کم نکرے
لا سنت وہی ہے ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوة ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی
ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ مین اور امام تشہد پر بڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور آمین بھی اللہم صل علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤن کو ویجتنب المنکرات ہذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح
واستراحة اور احتراز کرے غیر مشروع باتون سے یعنی قرأت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ معنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادة تاکدہا حتی قیل لا تصح مع قدرة القیام

اور مکروہ ہے تراویح کا پڑھنا بیٹھ کر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہانے کہا ہے کہ بیٹھ کر درست نہین باوجود قادر ہونیکے کھڑا ہونے پر یعنی اگر کھڑا ہو کر
پڑھنے کی طاقت ہو تو بیٹھنا مکروہ نہین اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہے اسلیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہے کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام
للتشبہ بالمنافقین جیسے مکروہ ہے دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقون سے یعنے مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت
نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے منافقون کے حال مین (واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی) یعنے جب نماز کو کھڑے ہوتے
تو کھڑے ہوتے سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگون
نے جماعت فرض مین نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہون وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے
ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہون تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر اوتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر
مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج
رمضان ای یکرہ ذلک او علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولاخلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہرا اور نہ پڑھا جاوے وتر اور نہ نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنون مین یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنون مین مکروہ ہے بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھین چنانچہ درر
مین ہے اور خلاف نہین اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر ہم چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے
تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ ہرچند اقتدا نفل مین درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب
وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ
سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوۃ رغائب مین اور صلوۃ برات اور صلوۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہے کہ نہین چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم رجب کے پہلے جمعہ
کی شب مین نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز ۴۸۰ھ مین ایجاد ہوئی اور علمانے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والون کی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ
کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب مین مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل روم یہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتونکو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت
نفل کی نہ رہے واجب کی ہوجاوے اور صلوۃ برات سے مراد پندرھوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوۃ قدر سے ستائیسوین شب رمضان کی نفلین
مین انمین بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تتارخانیہ مین ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نکریگا تو اسکے حق مین کراہت نہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان مین
پڑھا جاوے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح
وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے
جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازین جماعت سے مشروع ہین انکو مسجد مین پڑھنا افضل ہے اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا م طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلیے کہ سوائے کیفیت جماعت مین ملنے کے اور
مسائل بھی اسمین مذکور ہین شرع فیہا اخرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لایقطعھا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا الاقامۃ المؤذن ولا الشروع
فی مکان وھو فی غیرہ یقطعھا لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اُسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اسکی نماز پڑھنے کی جگہ مین تو وہ اپنے
فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکلگئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو
اور جماعت شروع ہو جاوے تو انکو قطع نکرے اور اقامت سے غرض اسی جگہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اسکے غیر
مین ہو م یعنی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے
طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کما لوندت
دابۃ او فار قدرھا او خاف ضیاع درہم من مال او کان فی النفل فجئ بجنازۃ وخاف فوتھا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاوے اسکی سواری کا
جانور یا ابلی ہانڈی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہووے نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو
تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے م یعنی اگر فرض نماز پڑھنے مین جنازہ کی نماز کے نملنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی
الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور انکے مثل کے ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا
یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لایجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے
یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمین ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اُسکو پکارا تو جواب
نہ دے ورنہ جواب دے م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور
مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی خاتما لان القعود
شرط للتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور
یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے م یعنی اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام
سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا بہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجوبا لم یاتم احرازا للنفل
والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی
مین سجدہ کیا ہو لیکن اُس رکعت مین دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے م حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب
ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے
اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اسمین اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تا کہ دو رکعت نفل ہو جائین اور
جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کر لے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا
ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو
انکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ
تحریمی ہونے نفل کے بعد عصر کے م یعنی چار مین سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کر لے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تبتک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارح فی نفل =

لا يقطع مطلقا ويتمه ركعتين وكذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقيمت او خطب الامام يتمها اربعا على القول الراجح لانها صلوة واحدة وليس القطع للاكمال بل
للابطال خلافا لما رجحه الكمال اور شروع کر نیوالا نفل مین قطع نکرے کسی حال مین یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ
جب جماعت ظہر شروع ہوجاے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتین پڑھے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہین ہے
بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اُس قول کے کہ ترجیح دی ہے اسکو کمال نے م قطع کرنا کمال کے لیے نہین اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا
بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اُسکو دوبارہ جماعت مین پڑھتا ہے تو اُسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع
کردے اور ہدایہ مین بظاہر اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وكره تحريما للنهي خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا
اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اُس شخص کا جسنے نماز نہین پڑھی اُس مسجد سے جسمین اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ اتن چلا ہے اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت
نماز ہوجانے پر اذان ہوجاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہوجاے
تو بدون نماز پڑھے اسمین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے
کہ جسنے مسجد مین اذان کو پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہین رکھتا تو وہ منافق ہے الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى او كان الخروج لمسجد حيه ولم
يصلوا فيه او لاستاذه لدرسه او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان يعود نهر مگر نکلنا اُس شخص کو مکروہ نہین جس سے دوسری جماعۃ کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا مؤذن
ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اسمین لوگون نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے اُستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے
یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اُسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النهر والا لمن صلى الظهر والعشاء وحده مرة فلا يكره له الخروج بل تركه للجماعة الا عند الشروع
في الاقامة فيكره لمخالفة الجماعة بلا عذر بل يقتدي متنفلا لما مر او مگر اُس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہے تو اُسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چھوڑنا
جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اُس شخص کو نکلنا بسبب اُسکی مخالفت کرنے کے
جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونون حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی والا لمن
صلى الفجر والعصر والمغرب مرة فيخرج مطلقا وان اقيمت لكراهة النفل بعد الاوليين وفي المغرب اما المحظور في التنفل او مخالفة الامام بالاتمام او مگر اُس شخص کو مکروہ
نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایک بار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہوجاے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونون
نمازونکو پڑھکر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونونکے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتونمین ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل
کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے م بتیراء تصغیر ہے بترا کی اور بتیراء اُس ایک رکعت کو کہتے ہین جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اُس سے یہ لازم
آویگا کہ تیسری رکعت تنہا رہجاے اور اگر یہ فرض کیا جاے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتین پڑھ کر اُنمین چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفي النهر ينبغي ان يجب
خروجه لان كراهة مكثه بلا صلوة اشد اور نہر الفائق مین ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اُسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اُسکا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ
مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے م یعنی محیط مین کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القهستاني ان كراهة التنفل بالثلاث تنزيهية وفي المضمرات لو اقتدى
فيه لا سا مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتین نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات مین ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا م قہستانی نے اپنے قول کی تائید
مین مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہے اور غایۃ البیان مین کہا ہے کہ تین رکعتون نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور
قاضیخان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اُنکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث مین بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ اُنکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی
واذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة اكمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کے

انکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل تر ہم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا

زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر

لا یترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے

ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول

کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نہ کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے

اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت سنتون تو مقدم یہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے م شامی نے کہا کہ

تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات بھی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین

اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ مین بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے

اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے فرض

شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین تم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا و یقضیہا مردود بان درا المفسد مقدم علی

جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد

کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے م فقیہ اسمعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب

ہو جاے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب مین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے

کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے

کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعا ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا

قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت انکے فرضون کی قضا اگر کرے

زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اسوقت کا وقت ... کو اس پر قیاس نکیا جائیگا م وقت

مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے

مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم مین مفصل مروی ہے مطلب یہ ہے کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دیا وہ بھی سو گئے

یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپنے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا ہونا اسیوقت پر منحصر

رہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعا قضا درست ہے اور کافی مین ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعا قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر

وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا و یقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف

سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتونکے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نکلنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین

بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز

ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک

لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے

اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

پڑھے

اقتدا کرنیوالیکی نسبت کم ہوگا بسبب نہ ملنے تکبیر اولے کے اور لاحق یعنے جسکی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہین ہوئی مثل مدرک کے ہی ثواب پانے مین بسبب ہونے لاحق کے
مقتدی حکم کی راہ سے م حاصل یہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہی اور مسبوق کو ان دونو سے کم
ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نماز مین کی یہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بھی یہی ہی کہ ایک رکعت ملنے
سے جماعت نہین ملیگی **وکذا مدرک الثلاث لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر** وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتونکا پانیوالا چار مین سے جماعت
کے ساتھ نماز کا پڑھنے والا نہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتون کو پانے سے جماعت کا پانیوالا ٹھہریگا اور ضعیف کہا اسکو بحر الرائق
مین م صاحب بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین یہ روٹی نہ کھاؤنگا تو بالاتفاق اسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ کل روٹی کھالے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹیگی اس سے
معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہین کیا جاتا کذا فی الشامی **واذا امن فوت الوقت تطوع ماشاء قبل الفرض والا لا** بحرم التطوع لتفویتہ الفرض اور جب نمازی بخوف ہو وقت
کے جانے سے تو نفل پڑھے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے **ویاتی بالسنۃ
مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح** لکونہا مکملات وانا فی حقہ علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتون کو ہر حال مین اگرچہ فرض تنہا پڑھے صحیح تر قول کے
بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین م جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت
موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نمازون مین اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پہلے کی رکعتین یا اور نوافل پھر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑھیگا
یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت موکدہ قطعا پڑھے یعنی بلا عذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہی تب بھی ایک روایت مین یہی حکم ہی اور ایک روایت
مین اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتین پڑھے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نص شرعی مین جب تفرقہ منفرد اور جماعت کی نہین تو
احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقا نہو ہان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکا ترک کر سکتا ہی ثم قول الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل بامر قد بیناہ قول درر کا اگرچہ فوت ہو جاے
نمازی کو جماعت مشکل ہی اس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سوچ لے م یعنے پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نکلنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے
تو اب یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتون کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت نہ ملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی م یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہی اور واقع مین
اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہی اسکے شروع کو خیال نہین کیا انہین مسئلہ یون لکھا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اسنے فرض تنہا پڑھنے
چاہے تو یہ شخص سنتین پڑھے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتین اسی وقت پڑھی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑھی جاوین مگر صحیح یہ ہی کہ سنتین پڑھے اگرچہ
جماعت اسکو نملے پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے حالانکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ گو جماعت
اس سے فوت ہو گئی ہی مگر تاہم سنتین پڑھے کذا فی الشامی بتصرف **ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الرکعۃ** لان المشارکۃ فی جزء
من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر
اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت ایک
جز مین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنے اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے بخلاف اسکے صورت
کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پڑھ لے
امام کے فراغ سے پیشتر م یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تھا اسکی مناسبت سے یہان بھی قبل
الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتداءً اسی وقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین نہ جزو قیام مین شارکت
نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا ثابت ہو گیا مگر رکوع مین ساتھ نہ دینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ومتی لم یدرک الرکعۃ

تجب المتابعة فی السجدتین وان لم یحتسبالہ ولا تفسد بترکہا اور جب اوپر کے مسئلہ متن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونون سجدون
مین اگرچہ یہ دونون سجدے اسکے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک
سے مترجم بعض نادواقف جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نملے تو اقتدا صحیح ہوگیا اور امام کی
متابعت سجدون مین واجب ہے گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا اسلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ مع ترک الواجب النہر عن التجنیس
پھر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اُسنے اُٹھ کر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہے اور اُسنے ترک واجب کیا
یعنے شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اُسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس **ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ** بان قرا
الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اُسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام
مقدار فرض پڑھ چکا ہو مترجم مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے
پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اُٹھاتا ہے اُسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اُسکا سر کہین گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب ہے یعنی الحمد اور تین آیتین پڑھ چکا
ہو اسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اُٹھالیا تب امام نے
رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اُسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی
کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی
کا اسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے مترجم یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا
سجدہ معتبر نہین اُسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا **لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ او الحج** مصنف نے فائت کو
متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے
یا حج کرنے سے مترجم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھ کر اور چونکہ جان بوجھ کر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا
یعنی جو نمازین مسلمان سے رہگئین خود اُسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے چنانچہ کتاب الحج مین
آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈر دائی جنائی کا بچہ کے مرنے
کا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن مترجم یعنے جس روز خندق کھودی اُس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچھ رات گذرے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اُنھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب
پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کر لینے سے نماز مین تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین
فقہی بیان کرتا ہے **ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی** پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ
اُسکے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعیؒ کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو
بلکہ حنفیہ کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانے سے ادا کہلائیگی **والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد**
کقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فاسد ہونے [illegible]

باب قضاء الفوائت

یہ تعریف اسلیے کی کہ فقہا کا قول ہو کہ جو نماز ادا کیجاے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجائے یعنی اسکا اعادہ واجب ہو وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہو
م شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہو اسلیے کہ اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اُسکا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہو اور نیز یہ
لہ اعادہ خاص ہو وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کردی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہو دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونیکی
بعد وقت کے صرف بے دلیل ہو بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہو حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہو کہ واجب ہو کہ بحر الرائق کے اس قول پر
اعتماد نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول ہو کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاے اُسکا اعادہ لازم ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونون
صورتون مین واجب ہو اور یہی قول راجح ہو **والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز** اور قضا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتون پر قضا کا کہنا مجاز ہو یعنے قضا صرف فرض وواجب کی ہوتی ہو اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہو
نہ حقیقۃً **الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداءً وقضاءً لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ یثبت الفرض العملی** ترتیب درمیان پانچون
فرض اور وتر کے اداءین اور قضا مین لازم ہو فوت ہوتا ہو صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے
ثابت ہوتا ہو ترتیب کا فرض عملی ہونا م ترتیب کو صدر الشریعۃ نے فرض کہا ہو اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض
عملی ہو اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہو اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم
کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری اسطرح ہو جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اسکو یاد نہ آئے مگر اُس وقت
کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اُسکے بعد اسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اُسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا انتہی
فتح القدیر مین کہا کہ دعوی اُسکے مشہور ہونے کا نامقبول ہو کیونکہ اُسکے مرفوع ہونے مین بھی اختلاف ہو کہ بعض موقوف کہتے ہین چہ جائے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی
قضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہو شارح نے
کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہو یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہو اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہو اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہو اور واجب نماز جیسے
نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی متصرف **وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنھیۃ کما مر** اور سب اوقات عمر کے وقت
ہین قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتون منع کیے ہوے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہو چکا ہو کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہو
اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہو اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو **فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا استثناء من اللزوم**
فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃً اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہین جائز ہو فجر اُس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اُسنے وتر نہین پڑھی بسبب واجب
ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہو لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین
یعنے یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہو اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے م نہ جائز ہونیکے معنی
لہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہو تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہین رہتا مثلاً عصر
مین آفتاب زرد ہوجاتا ہو تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہو کیونکہ وقتی کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھ حکمت نہین **ولو لم یسع الوقت کل الفوائت**
فالاصح جواز الوقتیۃ مجتبیٰ اور اگر وقت گنجائش نرکھتا ہو سب فائتہ نماز دن کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہو کذا فی المجتبیٰ م صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا
مع وتر ہو اور صبح کا وقت اتنا ہو کہ اسمین وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہو تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہو کہ جبتک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبیٰ مین اصح
اسکو ٹھہرایا ہو کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء ضیق وقت الفجر فصلاھا وفیہ سعۃ یکررھا الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبیٰ مین ہو

کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہے اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت مین وسعت ہے تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض رکا سب سے پچھلا
ہو گا صورت اسکی یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشا اور فجر دونون ہو جائین اسلیے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت
ابھی باقی ہے اور اسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونون نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھتا تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہو گا وہ فرض ہو گا اور باقی
نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت مین گنجائش دونون نمازونکی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتة لانہ عذر یا بھول جائے نماز فوت شدہ تب بھی
ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اُسکا وقت نہو گا کذا فی البحر او فاتت ست
اعتقادیة لدخولها فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اُس شمار مین کہ جاتی ہے مکرر ہونیکو
اور پہونچانیوالی ہے تنگی کی طرف م یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر
ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازون کو جنمین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے
لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل
نہین پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازین فوت
ہوگئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب اُسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ
نمازونکے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب مختار پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف
ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ ہے کہ مثلاً چھ نمازین
صبح ہی کی فوت ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز پڑھی پھر اُسنے کوئی نماز قضا نکی
اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے
کہا ہے کہ کچھ نمازین حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو صحیح لکھا ہے اور معراج مین
اسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متونکے
اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم
صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتة علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اُسکی نماز ظہر فاسد ہو گئی پھر جب اُسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اُسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اُسکی
نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اُسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اُسپر کوئی نماز قضا نہین اور گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے ہم یعنے اگر اسنے کہا نہین ترتیب
تو واجب نہین جانتا اور بعد اسطرح نمازونکے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اُسکا گمان
غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیة الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعة من ائمة بخاری وعلیہ یخرج ما فی القنیة
صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے
عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے
وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اُسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین نہین
ہوتا تو جہالت کے عذر سے اُسپر سے ترتیب ساقط ہوگی کذا فی النہر م ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھول مین

جاہل

داخل ہی اور ظن معتبر بھی جہالت کی قسم ہی تو یہ بھی نسیان مین داخل ہوئی چنانچہ صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے ملحق کیا ہی پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والون نے
لکھے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطه بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلة

بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود اور عود نہین کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانیکے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے قلیل کی طرف بباعث
قضا پڑھ لینے بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نکرنیکی یہ ہی کہ ساقط چیز دوبارہ نہین آتی م صورت اسکی یہ ہی کہ شلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر
ہی کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اُس شخص نے اُن نمازون کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازون سے کم کر دیا یہانتک کہ شلاً ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ رہ گئی
تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اُس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہی کہ جب فوائت چھ سے کم
ہو جائین تو ترتیب عود کر آتی ہی اور اسی قول کو ہدایہ مین پسند کیا ہی اور کافی مین اسکو رد کیا ہی اور محیط اور معراج اور کافی مین فتوی اول قول پر ہی اور بعض کے قضا
پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ نہ رہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطه ببعض المسقطات السابقة من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیة لا تفسد وهو مؤید هو الاصح مجتبی اور

اسیطرح عود نہین کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیزون کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی
تب بھی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہو گی اور نماز ہی ادا پڑھنے والا ہو گا یہی صحیح تر ہی کذا فی المجتبی م یعنی تنگی وقت کے
باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائیگا تو فاسد نہو گی کیونکہ ترتیب ساقط
ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہو گی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت مین ہو گی اسقدر ادا ہو گی اور جتنی وقت سے
خارج ہو گی وہ قضا ہو گی اور ایک قول یہ ہی کہ سب قضا ہو گی مگر اصح یہ ہی کہ ادا ہو گی کذا فی الطحطاوی مختصراً لکن فی النهر والسراج عن الدرایة لو سقط للنسیان

والضیق ثم تذکر وتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوہ فی الاشباہ فے بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہی کہ اگر ترتیب نسیان اور
وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجایش ہی تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہی اشباہ مین اس قاعدہ کے
بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے م تنقیح یہ ہی کہ وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہی کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اُس صورت مین ہی
کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اُس صورت مین ہی کہ وقت مین گنجائش ہو دونون کو جمع کرینگے تو دونون قولون مین کچھ منافات نہین اور اسیطرح
بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی مین اسپر محمول ہی کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اُسپر محمول ہی کہ نماز وقتی کے فارغ ہونیسے پیشتر یاد ہوتی ہو کذا
فی الحلبی وفساد اصل الصلوٰۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفة سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفواسد مع الفائتة ستا ظهر صحتها بخروج

وقت الخامسة التی ہی سادسة الفوائت لان دخول وقت السادسة غیر شرط لانه لو ترک فجر یوم وادی باقی صلوتہ انقلب صحیحة بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز
کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہی کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہین پس اگر بہت ہو جائین اور سب
نمازین جنکا فساد موقوف ہی فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائین تو ظاہر ہو گی صحت ان پانچون کی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چھٹی ہی نمازون سے اسلیے
کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہین کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی ادا کین فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازین دوسرے
دنکے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہو جائینگی ہم یعنے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دنکے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق
فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہی یعنے نماز فرض نہین رہتی نفل ہو جاتی ہی تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف
لکھتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونون قطعاً فاسد ہو جاتے ہین

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعًا فاسد ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی پانچون فوت نہین
ہوئین کذا فی الطحطاوی والاباں لم تصر ستا لا یظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جائین تو ان
نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہو گی بلکہ نفلین ہو جائینگی یعنے اگر نماز وتر کہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد
تھین وہ فاسد ہو جائینگی یعنے نفلین ہو جائینگی اور اگر نماز وتر کہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازون کو درست کردیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے ہم جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت
نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے سامحت ہوئی کذا فی الشامی **ولو مات وعلیہ صلوات**
فائتہ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دیئے کی
دیا جاے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے م یعنے آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی
اس شخص کو لازم ہو گی اگر وہ قادر تھا فوائت کے اوپر ادا کرنے کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالی **وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی**
من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا وتدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی انمین سے ہر ایک کے
عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاے اور اگر میت نے کچھ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازونکے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا
وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادوگو
ہو کہ کفارہ تمام ہو جاے م یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز و
روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام بھر ایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا اب اسکے اُس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین
اور یہ اسقاط وارثہ کے ذمہ واجب نہین تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین **ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ** اور اگر
نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اُسکی طرف سے درست نہو نگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لائے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہو گی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے اسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی **ولو ادی للفقیر اقل من**
نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہو گا اور اگر سب غلہ اسکو دے دیا تو درست ہے م یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
مین اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین عدد شرط ہے ایک کو سب
دینا درست نہین کذا فی الشامی **ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم** اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہو گا یعنی اُس پر
واجب ہے کہ وصیت کر جاے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی **ویجوز**
تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازونکا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہین بسبب
عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی جہت
سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اُسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑ نا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وتمامہ التلام
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان

تینون کو جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا حلوانی نے کذا فی المجتبیٰ م یعنے حلوانی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہین اور نذر مین مطلق کی قید اسلیے لگائی کہ نذر معین کا اسکے وقت
مین ادا کرنا واجب ہے کذا فی الشامی ویعذر بالجہل حربیٌ اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجد اور معذور رکھا جائیگا جہالت
سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دارالحرب مین اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اُسپر قضا نہوگی اسلیے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونون پائے
نہین گئے م دلیل علم سے مراد دارالاسلام مین ہونا ہے کہ دارالاسلام مین اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہان رہنے سے عذر جہالت مسموع نہوگا اور جسقدر نمازین
فوت ہوئی ہونگی انکو قضا پڑھیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتدٌ ما فاتہ زمنہا ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے نہ قضا پڑھے مرتد ان نمازون کو
کہ فوت ہوئی ہون زمانہ ردت مین اور نہ انکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہون بجز حج کے کہ اُسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے
ہوجاتا ہے تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازون کی نہین ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسی طرح مرتد کو تصور کرنا چاہیے ولذا یلزم باعادۃ فرض
اداہ ثم ارتد عقیبہ وتاب ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لیے یعنے مرتد کے کافر اصلی کے مانند ہونے
سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اُسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی یعنے مسلمان ہوا اُسی فرض کے وقت مین کیونکہ
فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو شخص نہ مانے ایمان کو تو اسکے عمل باطل ہوجاتے ہین وخالف الشافعی رحمہ بدلیل فیمت
وہو کافر قلنا افادت عملین وجزین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود بالموت علیہا قلیفہم اور خلاف کیا ہے امام شافعی رحمہ نے دلیل فیمت
وہو کافر سے ہم کہتے ہین کہ آیت مین دو کامون اور دو جزاؤن کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ مین ہمیشہ رہنا دو جزائین ہین سو اول جزا ردت کی ہے
اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م امام شافعی رحمہ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ) تو اس آیت مین عمل کے باطل ہونے
کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہوگیا اور ردت پر نہین مرا تو اسکا فرض نہین باطل ہوا ہم جواب دیتے ہین کہ
اس آیت مین دو شرطین اور دو جزائین بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر
پر مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ مین ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیہ مین عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اسمین بھی یہی جاننا چاہیے
کذا فی الشامی مختصراً فرع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاءہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز
پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اُسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بعد اسکے ہوا وقت کے ہونے اور سونا
مانع خطاب شرعی کا نہین کذا فی الشامی صلی سنے مرضہ بالتیمم والایماء ما فاتہ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح پڑھی نمازی نے اپنے مرض مین تیمم اور اشارہ سے وہ
نمازین کہ اسکو فوت ہوئی تھین اسکی صحت مین تو درست ہونگی اور انکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہوجاے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا
الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہوگئین فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور یہی حال ہے اگر دو رمضانون سے ہو یہی صحیح تر ہے م
مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ شلاً ہفتہ بھر کی نمازین قضا پڑھنی ہین تو تعیین قضا مین ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے کہا کہ
نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اُسکے دوسرے روز کے ظہر اول ہوجائیگی اسی طرح سب ادا ہوجائینگی اور آخر
ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانون کے روزے مین بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہوجائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی
روزہ ہون تو تعیین کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علے قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے یہ کہ اپنی قضا پڑھنے پر
دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنے قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اُسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم شامی نے کہا کہ ظاہر اقضا نماز کا

املان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہو

باب سجود السہو

یہ باب ہو سہو کے سجدونکے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہو طرف اُسکے سبب کے اسپر یہ اشکال ہو کہ حکم تو
وجوب ہو نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہو کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہو یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہو کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح مافات اور سہو کو
فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدہ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہو جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہو جسکا وقت جاتا رہا ہو
والنسیان والشک واحد عند الفقہا والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہو اور
وہم طرف مغلوب کا نام ہو یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین
کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون
مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہو کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاے اور
نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی
واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہو اور نماز
کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہو اور یہی صحیح تر ہو کذا فی البحر عن المجتبی م یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہو اور ایک سلام کے
بعد سجدۂ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہو اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہو کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہو اور فخر الاسلام
نے ایک سلام کو اختیار کیا ہو مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہو واحد
کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط
عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہو کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جایگا م یعنی سلام اول دو چیزونکے لیے
ہو اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہو تو مشابہ کلام کے ہوا اسی وجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو کرے
کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ
معتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہو اور مکروہ تنزیہی ہو اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہو نقصان کی صورت مین
اور بعد سلام کے ہو زیادت کی صورت مین تو معتبر ہو اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ م یعنے اگر نماز مین
واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین
واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اُسکے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام
لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا
اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہو التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو سبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہو اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا
بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہو اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہو قول مختار پر م اور ایک قول یہ ہو کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہو کیونکہ دونون واجب
ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہو کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہو مگر چونکہ قرات کا تابع ہو اور قرات رکن ہو اسلیے اُسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اُسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے
حکم قرات حاصل کرتا ہو اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہو ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پر اور دعا قعدہ اخیر یعنے سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار ہیں اور قول غیر مختار یہ ہی کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے **اذا کان الوقت**
صالحاً فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی القضاء او وجد منه ما یقطع البناء بعد السلام سقط عنه فتح سجدۂ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے
نماز فجر میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کر دے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے
نمازی سے ظاہر ہو تو سجدۂ سہو اُسپر سے ساقط ہو جاویگا کذا فی الفتح م آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو
ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی **و فی القنیة لو بنی النفل علی فرض سها فیه لم یسجد** اور قنیہ میں ہی کہ اگر بنا کیا نفل کو اُس فرض پر جسمیں سہو کیا تو سجدہ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدۂ
سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی **بترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفة الصلوة سهوا اما سجود فی العمد** واجب ہیں دو سجدہ بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب
کے اُن واجبوں میں سے کہ صفت صلوۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں دانستہ واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہی شارح نے کہا کہ ماتن کا قول بترک واجب متعلق
ہی یجب سے **قیل لا الا فی اربع ترک القعدة الاولی وصلوته فیها علی النبی صلی الله علیه وسلم و التفکر عمدا حتی شغله عن رکن و تاخیر سجدة الرکعة الاولی الی آخر الصلوة نہر** عمداً کسی واجب
میں سجدہ نہیں بجز چار صورتوں کے قول ضعیف میں اول عمداً چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمداً درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمداً اسقدر تفکر کرنا نماز میں کہ
ایک رکن سے مشغول کر دے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر م علامہ قاسم نے کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت میں ہی نہ درایت میں اور دقیقہ یہ کہ تاخیر
سجدہ میں رکعت اولی اور آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر عمداً کی تب یہ حکم کیوں نہیں کذا فی الشامی م الطحطاوی
وان تکرر لان تکراره غیر مشروع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدۂ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں م بحر الرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہو سے
چھوٹ جائیں تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی **کرکوع متعلق بترک واجب قبل قراءة الواجب لوجوب تقدیمها** جیسے رکوع کرنا قرأت واجب سے
پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہی ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرأت کا واجب ہی **ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر و لو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم اعاد الرکوع الا انه فی تذکر**
الفاتحة یعید السورة ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرأت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرأت کو اگرچہ بعد سر اُٹھانے کے ہو رکوع سے یعنے قومہ میں تو قرأت
کیطرف عود کرے یعنی قرأت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی
ہی الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ میں ہی کہ قرأت کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت
میں سجدۂ سہو کرے کذا فی الطحطاوی **و تاخیر قیام الی الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن و قیل بحرف و فی الزیلعی الاصح وجوبه باللهم صل علی محمد** اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تیسری
رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب بڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہی کہ بڑھانا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہی اور زیلعی میں ہی کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ
کا ہی اللهم صلی علی محمد سے م اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہی کہ جبتک و علی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہو گا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونیکے لیے خصوصیت درود شریف
کی نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہی کہ امام اعظم نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تُنے سجدہ سہو مجھپر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اُسنے بھولے سے آپپر درود پڑھا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا **و الجهر فیما یخافت فیه للامام و عکسه لکل مصل فی الاصح** اور جیسے پکار کر پڑھنا اُن نمازوں میں جنمیں آہستہ پڑھا جاتا ہی امام کے لیے موجب
سجدہ ہی اور اسکے عکس میں یعنے آہستہ پڑھنے میں اُن نمازوں کے اندر جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہی سجدہ سہو ہی ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں م طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا
صواب یہ ہی کہ قرأت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہی اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے **والاصح**
تقدیره بقدر ما تجوز به الصلوة فی الفصلین و قیل قائله قاضیخان یجب السهو بهما ای بالجهر و المخافتة مطلقا ای قل او کثر و هو ظاهر الروایة و اعتمده الحلوانی اور صحیح تر یہ ہی کہ
اندازہ جہر و اخفا کا ہی اُس مقدار کہ جائز ہو اُس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کم جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور ایک قول یہ ہی جسکا قائل قاضیخاں ہی کہ واجب ہی

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے م صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی بتصرف **علی منفرد متعلق بیجب ومقتد بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا** سجدہ سہو ترک واجب سے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہوگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے کسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جاےگا کذا فی البحر **والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقاً سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیاً** اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا گو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر **وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعاد** اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی **والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق** اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنے آخر نماز میں سجدہ کرے م صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے **سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فعود ما لم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح** بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وجوباً بیٹھ جاے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں جبتک پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو **والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی** اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے بسبب اسکے مشغول ہو جانیکے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنے قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانیکے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے **وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر** اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ تر زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر م کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصاً بتصرف **وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتماً وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج** اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نکرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوباً بیٹھ جائے اگرچہ خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج م صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ نکیا

تو مقتدی پر واجب ہو کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وظاہرہ انہ لو لم تعد بطلت بحر قلت وفیہ
کلام والظاہر انہا واجبۃ فی الواجب وفرض فی الفرض نہر ولنا فیہا رسالۃ جامعۃ فراجعہا اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنے قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہو کہ اگر مقتدی عود
نکریگا تو نماز باطل ہو جائیگی کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ تعلیل مین کلام ہو اور ظاہر یہ ہو کہ متابعت واجب ہو واجب نماز مین اور فرض ہو فرض نماز مین کذا فی النہر اور متابعت
کے باب مین ہمارا ایک رسالہ جامع سب احکام کا ہو اسکو دیکھو م طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز مین متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے
امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہین کہ کسی جز مین قعدہ کی شرکت بھی ضرور ہو ولو سہا عن القعود الاخیر کلہ او بعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد ما لم
یقیدہا بسجدۃ لان ما دون الرکعۃ محل الرفض وسجد للسہو لتاخیر القعود اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کے کل کو یا تھوڑے کو اور کھڑا ہو گیا زائد رکعت کے لیے تو عود
کرے جبتک کہ رکعت زائد کو مقید بہ سجدہ نکیا ہو اسلیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہو اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر کر بیٹھنے کے شارح نے کہا کہ کافی ہو دونون جلسون کا ہو
مقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیر مین تھوڑا سا بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دونون دفعہ کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہو گیا
ہو تب تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی وان قیدہا بسجدۃ عامدا او ناسیا تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشیٔ باخرہ
اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھ کر یا بھولکر ہو جائینگے فرض اسکے نفل وقت اسکے اٹھانے کے پیشانی کو امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو اسیسے کہ تمام ہونا
چیز کا اسکے آخر سے ہوتا ہو یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہو جاتا ہو اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی
کہ سجدہ پورا جبھی ہوگا جب اسکا آخر ہو چکے گا مم یہان شارح نے خلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہو کہ امام محمد بھی اسکے قائل ہین کہ فرض نفل ہو جاتے ہین
بعد پانچوین رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہین انکے نزدیک جب فرض نہ رہے تو اصل تحریمہ باطل ہو جاتی ہو اور مسئلہ مذکورہ مین اختیار شیخین کا ہو تو عند محمد صرف اسقدر
سے متعلق ہو کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہین ہوتا تو مطلب یہ ہو کہ فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہین وقت سر اٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل
ہو جاتے ہین شیخین کے نزدیک فاسبقہ الحدث قبل رفعہ توضا وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال زہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث پس اگر پیش ہوا نمازی کو حدث پہلے سر اٹھانے
کے تو وضو کرے اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہانتک کہ انھون نے فرمایا کہ عجب نماز ہو کہ فاسد ہو گئی اور حدث نے اسکی اصلاح کر دی م صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ
کو ترک کر کے پانچوین رکعت کو اٹھا اور اسکے سجدہ مین تھا کہ بیوضو ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اٹھانا شرط ہو اسلیے اسکے فرض ہنوز باطل
نہین ہوے تو وہ شخص وضو کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے فرض پورے ہو جائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض
نفل ہو گئے تو اب بنا فرض پر نہین کر سکتا اور آپکا قول زہ بکسر زا معجمہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہو بمعنی عجب کے یہ آپنے اسوقت فرمایا کہ اس مسئلہ مین آپکے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا
گیا اور نماز کو فاسد پایا تو اسلیے فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھا لیتا یا اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی اس اعتبار سے
فاسد کہا کذا فی الشامی بتصرف والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتی سجدوا لم تفسد صلوتہم ما لم یتعمدوا السجود وفیہ یلغز ای مصل ترک القعود الاخیر وقید الخامسۃ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ
اور اعتبار قعدہ کیطرف عود کرنیمین قبل پانچوین رکعت کے سجدہ کے امام کا ہو یہانتک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیون نے اسکا بیٹھنا نہ جانا تا آنکہ انھون نے سجدہ کیا تو انکی نماز فاسد
نہو گی یعنے انکے فرض نفل نہونگے جبتک سجدہ دانستگی مین نہ کیا ہوگا اور اسی صورت مین یہ چیستان پوچھی جاتی ہو کہ کونسا نمازی ہو جسنے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچوین رکعت کو سجدہ سے
مقید بھی کر دیا مگر اسکے فرض باطل نہوئے م طحطاوی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہو کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت مین بیٹھنے سے امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیون کا رکوع
بھی اسکی متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیون کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہین ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا
اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونون کرینگے تو نماز مقتدیون کی فاسد ہو جائیگی وضم سادسۃ ولو فی العصر والفجر ان شاء لاختصاص الکراہۃ والاتمام بالقصد ولا یسجد
للسہو علی الاصح لان النقصان بالفساد لا یجبر اور ملاوے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر مین ہو اگر چاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنے کے قصد سے اور نہ سجدہ کرے

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہی
تو فجر مین وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت واتمام قصد سے مخصوص ہین یہ جواب ہی اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہی تو تم نے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر اور فجر مین تو بھی
بھی رکعت ملا لے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر وعشا مین واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کر کے پورا کرنا واجب ہی تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملا لے شارح نے دونون کا
جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اس نفل مین ہی جو قصدًا شروع کی ہو اور یہان نفل بلاقصد شروع ہوئی ہی اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق مین یون بھی
دیا ہی کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہان ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہین ہان اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسمین یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا
ہی اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ مین مذکور ہی کہ اسمین پانچوین رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلین مکروہ ہین دوسرے طاق نفلین مطلقًا مکروہ ہین کذا فی الشامی

وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت مین مثلا یعنی آخر رکعت مین خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری بقدر التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہی اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہی پھر صحیح تر قول
یہ ہی کہ مقتدی امام کا انتظار کرین پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کیطرف تو اسکی متابعت کرین اور اگر امام سجدہ کرے پانچوین کے لیے یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دین
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اسپر باقی نہین اور ملاوے اس رکعت مین چھٹی اگرچہ نماز عصر مین ہو اور پانچوین مغرب مین اور چوتھی فجر مین اسیکا فتوی
ہی اور ایک رکعت اسلیے ملاوے تا کہ دو رکعتین اسکی نفل ہوجائین اور ملانا یہان موکد زیادہ ہی ولا عہدۃ لو قطع ولا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہین اگر
توڑ دے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد مین نہ ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اسپر قضا لازم نہوگی کیونکہ اس نفل کو اسنے قصدًا شروع نہین کیا اور کچھ مضائقہ
نہین اسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہین کیونکہ یہ نفل قصدًا شروع نہین ہوئی علاوہ اسکے
نہ ملانے سے یا تو سجدۂ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہی یا اگر سجدۂ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے اس صورتین ملانیکی زیادہ تاکید ہی چنانچہ بیان ہوا

وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونون صورتون مین یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی اٹھ گیا
ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورتین اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورتین ہم یعنے دوسری
صورتین ہر چند سلام نماز کے آخر مین پھیرا مگر چونکہ فرضون کا سلام خاص نہین پھیرا اسلیے اسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا ینوبان عن السنۃ الراتبۃ
بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتداۃ اور یہ دونون رکعتین زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضون کے بعد کی نہونگی صحیح تر قول مین اسلیے کہ موکدہ مسنون کی
مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہی نہ بلاقصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن مین دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضا اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے ان دونون
رکعتون زائد مین تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتین اور پڑھین تو ان دو مین اگر کوئی اسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتین پڑھے وان افسد قضاہما
بہ یفتی نقایۃ اور اگر مقتدی ان دونون رکعتون کو فاسد کر دے تو صرف ان دو ہی کی قضا کرے اسی پر فتوی ہی کذا فی النقایہ شامی نے کہا کہ یہ حکم پہلی ہی صورتین ہی یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ مین
بیٹھا ہو تو اس صورت مین فاسد کرنے سے چھ رکعتین قضا کرے ولو ترک القعود الاول فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقدمنا انہ
یعود مالم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل مین سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جب دو رکعتین شروع کی ہین اسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہی اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ نمازی عود کرے قعود کیطرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہی کہ سیدھا کھڑے ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلین مثل فرض کے ہو گئی ہین ہم یعنے قیاس کی رو سے یہ نفلین فاسد ہونی چاہیین کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہی تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہی اول
دوگانہ مین نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہین ہوتین واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہ لم یکن لہ ذلک البناء ای یکرہ لہ

تحريمة لئلا يبطل سجوده بلا ضرورة اور جب پڑھین دو رکعتین فرض یا نفل کی اور اُنمین سہو ہوا اور بعد سلام کے اس سہو کا سجدہ کر لیا پھر چاہا کہ اُس دوگانہ پر دوسرا دوگانہ بنا کرے
تو اسکو یہ بنا کرنا نہین پہونچتا یعنے یہ بنا اُسکے لیے مکروہ تحریمی ہی تاکہ اُسکا سجدہ سہو کرنا بدون ضرورت بیکار نہو جاوے مم سجدۂ سہو واجب ہی اور واجب کا باطل کرنا بدون
ضرورت کے جائز نہین ہان اگر اُسکے صحیح رکھنے سے کوئی چیز واجب سے بڑھکر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسوقت باطل کیا جایگا جیسے اگلے مسئلہ مین ہی بخلاف المسافر اذ نوى الاقامة
لانه لو لم يبن بطلت بخلاف مسافر کے کہ اگر اُسنے دو رکعتین پڑھین اور اُنمین سہو کا سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور اُنھین دو کو چار کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہی اسلیے کہ اگر وہ بنا
نہ کرے اور پورا نہ پڑھے اسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہی تو اُسکی دو رکعتین پڑھی ہوئی باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کریگا تو سجدۂ سہو جو واجب ہی وہ باطل ہوگا اور چونکہ واجب
کا باطل ہونا نسبت بطلان فرض کے خفیف ہی تو اُسکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل ما ليس له من البناء صح بناؤه لبقاء التحريمة ويعيد هو والمسافر سجود السهو
على المختار لبطلانه بوقوعه لخلال الصلوة اور اگر نمازی نے کیا وہ فعل جسکا اُسکو اختیار نہ تھا یعنے بنا کر لیا تو اُسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور
دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو مذہب مختار پر واسطے باطل ہو جانے سجدۂ سہو کے بسبب پڑجانے کے نماز کے درمیان مم قول مختار کا مقابل یہ کہ سجدۂ سہو
کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہی جبر نقصان کے لیے ہوا ہی تو اب اُسکی کیا حاجت رہی کذا فی الحلبی سلام من عليه سجود سهو يخرجه من الصلوة خروجا موقوفا ان سجد
عاد اليها والا لا اس نمازی کا سلام پھیر دینا جسپر سجدۂ سہو ہی اُسکو نماز سے باہر کر دیتا ہی مگر ملتوی طور پر یعنے اگر اب سجدہ کریگا تو نماز مین پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہین کریگا تو عود نکریگا
مم یہ نکلنا نماز سے قول ہی شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہین ہوتا کذا فی الشامی على هذا فيصح الاقتداء به ويبطل وضوءه بالقهقهة ويصير فرضه اربعا بنية
الاقامة ان سجد للسهو فى المسائل الثلاث والا يسجد لا تثبت الاحكام المذكورة كذا فى غاية البيان اور اس بنا پر یعنے سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ کرے
صحیح ہی اقتدا کرنا پیچھے اُسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اُسکے قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اُسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ مین اور اگر سجدۂ سہو
نکریگا تو احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی ہی غایۃ البیان مین مم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اُسپر سجدۂ سہو ہی تو اب اگر کوئی شخص اسکے
پیچھے اقتدا کریگا تو اُسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدۂ سہو نکریگا تو اقتدا درست نہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو سے پیشتر نمازی
نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اُسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ و نیت کے سجدہ
نہ کیا تو وضو بجا ہیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین عامۃ الکتب ہی غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہی کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلون مین مصنف نے لکھی ہی وہ عامہ
کتب کے مخالف ہی البتہ غایۃ البیان مین اسیطرح ہی جیسا مصنف نے لکھا ہی وهو غلط فى الاخيرين والصواب انه لا يبطل وضوءه ولا يتغير فرضه سجد او لا لسقوط السجود بالقهقهة
وكذا بالنية لئلا يقع فى خلال الصلوة وتمامه فى البحر والنهر اور یہ حکم غلط ہی دو اخیر کی صورتون مین اور صحیح یہ ہی کہ نمازی کا وضو باطل نہین ہوتا اور اسکے فرض نہین بدلتے سجدۂ
سہو بعد کو کرے یا نہین بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان مین اور اسکا پورا بیان بحر الرائق اور
نہر الفائق مین ہی مم یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدۂ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت مین اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی صورت مین اور اگر
سجدۂ سہو نکریگا تو دونون باتین نہونگی ماتن کی غلطی ہی کہ سہو سے ایسا لکھ دیا بلکہ صحیح یہ ہی کہ ان دونون صورتون مین سجدہ کرے یا نکرے حکم مسئلہ کا ایک ہی رہتا ہی یعنی نہ وضو
باطل ہو نہ فرض بدلین اسلیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تو اب چونکہ قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہی اسلیے
بالکل خارج ہو گیا اور سجدۂ اُسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت مین اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائین اسکے یہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست
ہوئی اور اگر نیت کو درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان مین واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہی حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدۂ سہو
نماز مین داخل نہین ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہی تو سجدہ بیچ مین نماز کے واقع ہوتا ہی جو باطل اور بے اصل ہی اسلیے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اُسپر سے
ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناويا للقطع لان نيته تغيير المشروع لغو ما لم يتحول عن القبلة او يتكلم لبطلان التحريمة اور سجدۂ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف منہ پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو کر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہی یعنے مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ مین نیت اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی ولو نسی السہو
او سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ یلزمہ ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر موجود ہو شامی نے کہا
کہ شارح کے کلام مین مانعۃ الخلو ہی تو ہو سکتا ہی کہ اُسکے ذمہ ایک ہی تین سے ہو یا دو ہون یا تینون ہون غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئین اور مسجد کے اندر ہو تو اُسپر اُنکا کرنا لازم ہی سلم
مصلی الظہر مثلا علی راس الرکعتین توہما اتمامہا اتمہا اربعا وسجد للسہو لان السلام ساہیا لا یبطل لانہ دعا من وجہ سلام پھیر ظہر کے پڑھنے والے نے مثلا دو رکعتون پر نماز کے پورا ہونیکے
وہم سے تو اُنکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیر نا بھولے سے نماز کو باطل نہین کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی اسوجہ سے کہ اُس سے مومنین کے لیے دعا
اس مطلوب ہی اور دعا قاطع نماز نہین بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلوٰۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث یبطل لانہ سلام عمدا بخلاف اُس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے
فرض دو ہین اسطرح کہ خیال کر لیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا اسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اُسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز عشا مین مشغول تھا اسکو ترویح
گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال مین کہ اُسکو یاد ہی کہ مجھپر ایک رکن باقی ہی کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہو جاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمدا ہی سہو سے نہین م فرق پہلے
مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہوا قرار دیا گیا اور یہان قطعا دو پڑھا جا نکر سلام پھیرا اسلیے عمدا ہوا اور نہ سلام دونون صورتون
مین عمدا سہو سے نہین کذا فی الشامی وقیل لا یبطل حتی یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو م
یہ قول دوسرا بحث ہی صاحب بحر کی اور قول اول پر متن کتابون نے یقین کیا ہی کذا فی الشامی والسہو فی صلوٰۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار
عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنے ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے
اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین
کیا ہی درر مین م فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنے عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو عجب نہین کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑ جائین اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون مین اولی ہی کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوٰتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوٰۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ جسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصہ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر
اولی ہی اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہی یعنی نمازی کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہی وان کثر شکہ عمل بغالب الظن ان کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہو جایا کرتا ہو
تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمین حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلا تین اور چار مین اگر شک ہی تو تین یقینی مین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال
کرے اُس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو م مثلا اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب
اول ہونے کا ہی تو اول سمجھے اور اُسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہی اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تا تو اقل پر بنا کرنے مین یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت

سے اسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا اشغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ
سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو شک رو کرے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے
اور شک کی حالت میں قرات اور تسبیح میں مشغول نہو ذکر کیا ہے اسکو ذخیرہ میں واجب ہے اسپر سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی یعنے خواہ اُسنے عمل غالب
ظن کیا ہو یا کمتر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ہم یعنے غلبہ ظن کی صورت میں اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت میں اگر شک کرنے سے بقدر
رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کمتر فکر کرتے میں سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ یسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر
قدر رکن لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو
سجدہ کرے ورنہ نکرے فروع مسائل تحفہ شارح کے اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اسکو ایک عادل یعنی سچے آدمی نے کہ
اُسنے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اُسنے شک کیا مخبر کے سچے اور جھوٹے ہونے میں تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط ہم اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ میں نے پوری چار پڑھی ہیں
تو مخبر کے قول پر لحاظ نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام القوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیوں نے پس اگر امام
کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ انکے
ظن میں انکی نماز فاسد ہے شک انہا ثانیۃ الوتر ام ثالثۃ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب میں یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری
تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اسمیں بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول میں ہم قول صحیح کا مقابل یہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اسکا
جواب یہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الشامی شک ہل کبر للافتتاح او لا او حدث او لا او اصابہ نجاسۃ او لا او مسح رأسہ او لا استقبل ان کان
اول مرۃ والا لا شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہ شک
اول مرتبہ ہے تو از سر نو کرے ورنہ نہیں ہم یعنی اول صورتمیں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اُس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثنائے وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں واختلف لو شک فی ارکان
الحج فظاہر الروایۃ البناء علی الاقل علیک بالاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا اکثر پر
یعنے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلاً چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہم
ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوٰۃ المریض

باب صلوٰۃ المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام میں من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارض سماوی وأخر سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوٰۃ کی مریض کیطرف از قبیل
اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے ہونا مرض کا ہے
عذر آسمانی یعنے اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکساں ہیں اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رکھا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوٰۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے
بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادتہ او بطوء
برئہ بقیامہ او دوران رأسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا او مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ لزمہ
ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نکر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتوی ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضون سے ہو یا خود وضو کے
اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑہ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا اوے
اپنے قیام سے بہت سا اور دیا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ مین گذر چکا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اُسپر لازم ہے قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے
اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اُسپر ضرور نہیں ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت
مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونون صورتون مین حقیقی ہے اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر حدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاے
تو ہو نہین سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہین بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام
مین یہ ہے کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہان جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہے اسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہے کذا فی الشامی مختصرا وقال
زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتوی ہے ہم تجنیس اور خلاصہ مین اسپر فتوی مذکور ہے اسوجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا
آسان ہے شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہے بلکہ آسانی تو اسمین ہے کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر
ہے کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہو جائے برکوع وسجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے
یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے انکو ناقص کرنا نہین چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط
قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا
ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے
سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہو گا ہم شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ
تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرات کھڑا ہو کر پڑھ سکے اُتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اُسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہین اور
اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہو گی اس سے معلوم
ہوا کہ جو لوگ لوراے عذر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقینا بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے اُنکو کچھ ضرر نہین ہوتا اُنکی نماز نہین ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پانون
چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھ کر نیت باندھتے ہین پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہین وان تعذر الیس تعذرہما شرط بل تعذر السجود کاف لا القیام و
اوما بالہمز قاعدا وہو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع
اور سجدہ دونون نہو سکین تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین
سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہو گا اور نہ
اُٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اُسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہین بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے
لیے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور او ما ہمزہ سے ہے یعنے مہموز اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اُٹھا لیا
لیے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہین فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض
والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اُٹھائی جائے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہو گا اور یہ اشارہ ہی

ف باوجود قدرت تھوڑے سے قیام بعض ... ۱۲

متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اس صورت مین کہ پاوے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول
ہو ذکر کیا ہی اسکو عینی نے م حلبی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہین بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہرا اسیکا مقتضی ہی کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہ
معنی کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنیوالا اُسکا اقتدا کریگا تو جائز نہوگا اور سر کو پست نکرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگاے بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع
سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما اوما مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراہۃ مد الرجل الی القبلۃ ویرفع
راسہ یسیرا لیصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ
کرے اور دونون پانون قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنون کو کھڑا کرلے بسبب مکروہ ہونے پانون پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور ابھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہو جاوے اسکا چہرہ
قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنے یا بائین کروٹ پر اور منھ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہی قول معتمد کے بموجب م حکمًا نہ بیٹھ سکنے کی مثال یہ ہی کہ مثلًا طبیب نے کہہ دیا ہو کہ ایک
یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کر دینا اور لیٹ کر ابھارنا اسلیئے تاکہ مشابہ بیٹھنے والے کے ہو جاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوے تندرستون سے بدقت
ہوتا ہی چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہی کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اس صورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ
وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر
اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جائے اور فوائت بہت ہو جائین اسطرح کہ بڑھجاوین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہی اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھی جاتی ہی قضا
ظاہر الروایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہی جیسا کہ ظہیریہ مین ہی اسلیئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین م یہ مسئلہ چار طرح پر ہی
اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اُسکو ہوش نرہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات
سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورتین نماز قضا پڑھے اجماعًا تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے
کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونون صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایۃ مین قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہی اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح
عدم قضا کو دی ہی اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید فی
ظاہر الروایۃ بدائع اور بتلادیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے اُن نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے
ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع م یعنے جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہین تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جاینگے مثلًا استقبال قبلہ
اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہین ہان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر
بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہی اور اُس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انھین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی
ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہ بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتون اور
سجدون کا شمار بسبب اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہی تو اُسپر ادائے نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ
م اسمین یہ اعتراض ہی کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہی اور وہ مفسد نماز ہی تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہی جیسے بیچ
کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہی کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رح کے کہ اُنکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اُس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہی کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اُسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہی کذا فی البحر ولو عرض
لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو اُن افعال سے جسپر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہی تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہی کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلے بالایماء فصح لایبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑہے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر
اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر
قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو مم بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہی کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا
اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی
فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب
کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہی کہ ایک طرح کی بے ادبی ہی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہی کہ بدون عذر مکروہ ہی اور قول اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھ کر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی صلے الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء و
قالا لایصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہی بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کشتی ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہی
کذا فی البرہان مم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے
ہی صحیح تر قول مین مم یعنے اسمین فرض بیٹھ کر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہی کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین
پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہی کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہی اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ
پر اتر سکتا ہی تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑہے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہی اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہی کذا فی
الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہی اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہی یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھ کر جائز ہی اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہی قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے مم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قبلہ رخ
رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہی کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق مین وہی ہوتا ہی جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی
ہوئی مین تو صحیح ہی ورنہ صحیح نہین مم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہی کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہی
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضے الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضے والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین
قضا پڑہے اور اگر بڑہ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑہے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب
تو قضا پڑہے ورنہ قضا نہ پڑہے مم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہی مگر صبح کو ہوش مین آتا ہی تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین یکایک ہوش مین ہوجاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الططاوی زال عقلہ ببنج او خمر او دواء لزمہ القضاء وان طالت لانہ بصنع
العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اسکو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو
اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہو مثل سورہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح کچھ کھاکر بیہوش ہونے سے ساقط
نہوگی م بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہو جو نیند لاتی ہو سوا بھنگ کے کذا فی الططاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہو ولو قطعت
یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب وبوجہہ جراحۃ صلے بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وقد مر فے التیمم وقیل لا صلوۃ علیہ وقیل یلزمہ
غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونون پانون ٹخنے سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو
اور تیمم کے اور اسکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اسپر
لازم ہو دھونا کٹی جگہ کا م یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فے
الططاوی فروع مسائل لحقہ شارح کے الکن الغریق الصلوۃ بالایماء بلا عمل کثیر لزمہ الاداء والا فالقادر ہو اور ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے
بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہو م بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز
سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی الجواہرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینیہ صلے بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا
نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی
مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہو م نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ وعین مہملہ بمعنی نکالنا
اور بعض نسخون مین بزغ ہو بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ وغین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الططاوی مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیٔ تنجس
من ساعتہ صلے علے حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فوراً ناپاک
ہوجاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو
تب بھی نماز انہین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہو سجدۂ تلاوت کے احکام مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب
کے م ططاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جائے
تجب بسبب تلاوۃ آیۃ اے اکثرہا مع حرف السجدۃ من اربع عشرۃ آیۃ اربع فے النصف الاول وعشر فے النصف الثانی واجب
ہو ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہو لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ
سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین م پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب
نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الططاوی شامی
نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہو کہ سجدہ سورۂ نمل مین رب العرش العظیم
پر اور سورۂ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسأمون پر ہو اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہو مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس
سے لا یسأمون پر مروی ہو اسلیے احتیاط اسی مین ہو کہ لا یسأمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہی اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہی گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہی منہا اولے الحج اما ثانیتہ
فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ونفی مالک رح لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہی
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اُس سے نماز کا سجدہ ہی بسبب متصل ہونے اُس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورہ ص کا ہی بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ اُنکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ
شمار سجدہ کا اُنکے نزدیک بھی چودہ ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقراء مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین تو اُنکے نزدیک تعداد گیارہ ہی ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اُسنے سورہ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہی اور خارج نماز اگر سنیگا تو اُسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہی سجدۂ تلاوت بشرط سُننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سُننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہی پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اُسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہی تو معذور ہی تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہی اور
بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سُننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہی
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا للتلاوۃ یا سجدۂ تلاوت واجب ہی بشرط مقتدی ہونے کے اُس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہی سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سُنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنے گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہی بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہی کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلے اصلا لا فی
الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اُسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت لمعنی فلا یعدوہم حتے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنے قرارت کی ممانعت ثابت ہوئی ہی معین شخصون کے لیے تو اُنسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہو گا اُنکے ساتھ تو اُسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہی کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اُسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اُسکو ممانعت قرارت
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہی جو شرح منیہ مین ہی کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علے من تلاہا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہی سجدہ اُس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرارت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہی اور نماز کے اندر اُسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہی کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرارت کی روک ہی اور امام کا تصرف اُسپر جاری اسلیے اُسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرارت سے ممنوع ہی مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہی ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہی ہم شروط الصلوۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہی ساتھ

شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہا ما یفسدہا ای رکنہا السجود او بدلہا کرکوع مصل او ایماء مریض و راکب اور فاسد کرتی ہی سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے فاسد ہوجاتا ہی اور اُسپر اعادہ اُسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ سے وضو نہین جاتا اور رکن اُسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا م رکوع مین نماز کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑھے اور بیماری مین اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجائیگا کوئی بیچ مین اتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اُسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی **وہی سجدۃ بین تکبیرتین** مسنونتین جہراً وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدۂ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے ایکبار اللہ اکبر کہے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ نے اور امام اتنا کرے کہ اورون کو آواز جاوے اور درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہوکر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہوجانا مستحب ہی بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت اور بدون التحیات اور سلام کے **وفیہا تسبیح السجود** فی الاصح اور سجدۂ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے م فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلیٰ کہے یا یہ دعا پڑھے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ یعنے باب صفۃ الصلوٰۃ مین لکھا ہی **علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوب الصلوٰۃ** لانہا من اجزائہا اداء کالاصم اذا تلاہا **او قضاء کالجنب والسکران والنائم** واجب ہی سجدۂ تلاوت اُس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اُسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہ ہو دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا الشارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ جزو نماز ہوجاتا م متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اُسکی عقل قائم رکھی گئی تا کہ اُسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور بعد جاگنے کے اُسکو کوئی خبر کردے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بدہوش سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اُسکا حکم عنقریب آویگا **فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا اہلا لہا** پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھین یا سنین اسلیے کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اُسوقت پر اور نہ اُسکے بعد اور ایک نسخہ مین لکہا ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین **وتجب بتلاوتہم** یعنے المذکورین **خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ** اور واجب ہی سجدۂ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اُس مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑھنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنے اُسکے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر باء موحدہ سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو چھ نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ فکان یوما ولیلۃ او اقل تلزمہ تلاوۃ او سمع وان کثر لا تلزمہ

بل تلزم من سمعہ علی ما حررہ ملا خسرو ولکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوی الصغری والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سُنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت
سجدہ کو سُنے بموجب اُس بیان کے کہ تنقیح بیان کیا ہی اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارہ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوے صغرے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے مشرنبلالی نے کہا کہ
مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ
واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا ولا بالتہجی اشباہ ولا من الموتم لو کان السامع فی صلوتہ اے صلوٰۃ الموتم
بخلاف الخارج کما مر نہین واجب ہی بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین
واجب ہی پرندے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سُننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سُننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
سنن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین ویکون
مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتہا جزءا منہا ویاثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوٰۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہو جانے اُس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجا لائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو ویگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ
قضا ہو جائین اور ساقط ہو جاتا ہی سجدہ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اُسپرسے سجدہ ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہی الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر پھر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوٰۃ کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی اسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ اُنکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی ان الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون م وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تا تانیث کو حذف کر دیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوتیۃ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اُسمین تا
تو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخرے علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

اور جو شخص نے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہوگیا ہو یعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اُس شخص نے اسکے پیچھے اقتدا کیا
اور اس وجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اسکا اقتدا
بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت مین کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہو کنز مین اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا
کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہو گیا تو خارج نماز ادا نہین ہو سکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہین ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نکیا نہ اُس رکعت
مین نہ دوسری مین تو سجدہ تلاوت کرلے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اُس
قول کے کہ اختیار کیا ہو اسکو بزودی وغیرہ نے اور یہی ہو ظاہر ہدایہ کا م حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سُنے تو اگر اسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے
تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اُسی رکعت مین جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اُسکے ساتھ سجدہ کرلے
ورنہ اُسپر سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت مین اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی **لمتقطاً و لو تلاہا
فی الصلوٰۃ سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر** اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اُس وجہ
کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہو وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع مین ہو کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گنا ہگار ہوگا پس لازم ہو گی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہو گیا اور اُس سے
مخلصی کی صورت سوا توبہ کے اور کچھ نہین کذا فی الطحطاوی **الا اذا فسدت الصلوٰۃ بغیر الحیض** فلو بہ تسقط عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ
فیسجد ہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوٰتیۃ مگر جبکہ فاسد ہو جاے نماز سواے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرلے خارج نماز
سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا
اور سوا حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہو گئی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہو اسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجدہا لم
یعدہا ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہو اسکو قنیہ مین اور اسکے مخالف ہو وہ جو خانیہ مین ہو کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل مین پھر
نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ فساد نماز کی صورت مین سجدہ خارج نماز نہ کرے اور متن کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اُس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اُس صورت مین ظاہر ہو
کہ سجدہ کا اعادہ نہو گا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہو **وتودی برکوع وسجود** غیر رکوع الصلوٰۃ سجودہا **فی الصلوٰۃ وکذا فی خارجہا** ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ **لہا** اے للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہی سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سواے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہو رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے مین
کذا فی البزازیۃ م صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح خارج نماز مین رکوع یا سجدہ سے ادا ہو گا مگر رکوع مین یہ شرط ہو کہ فوراً ہو بلا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی **وتودی برکوع صلوٰۃ** اذا کان الرکوع
علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہی سجدہ
تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتون سے اور اسی طرح تین آیتون سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحرالرائق مین ہو کہ اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر م یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے
بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس
رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتودی بسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع
اور ادا ہوتا ہو سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنے فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہو بالاتفاق م آیت سجدہ کے
بعد فوراً سجدہ نماز کرنیکی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہو کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہو کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون
کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہوسکتا ہو ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا الموتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ و
ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اسکی مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہو گی اور سجدہ
کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہوجاتا ہو
اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام
نے آیت سجدہ پڑھی ثم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلانیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ
تلاوت کے ہوجائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے م یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین
نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد
لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزاتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے
خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کر کے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ
سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا
پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہو ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر حجر اور
اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب
سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنتا مثلاً مقتدی سے تو اسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ
پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم تجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر الا اذا تلاہا المصلی غیر الموتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز
پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہو بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی
سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہو اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اسکو لازم ہو اور اس بات کا مقتضی ہو کہ جو چیز اسپر اس نماز سے
خارج سبب سے واجب ہوئی ہو اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہو نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص
ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو
نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج م صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہو
اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے
اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سُنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ودونہا
ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا تفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام والاخیر یہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہین تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہو گی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنے جب تلاوت
کرنے والے نے سجدہ کیا اسی وقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اس شخص کی جو اُسکا امام نہین اور
یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سنے ہوئے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ **وان تلاہا فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاہا فیہا
سجد اخریٰ** ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلواتیۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان اختلف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ
کرلیا پھر نماز مین داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز مین پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اُسکو کافی ہی
اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہی تو اپنے غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ مجلس بدلجائے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع
ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہی ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ مین پڑھی اور نماز مین پھر اُس آیت کو دوہرایا
تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط نہوگا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا فی الاصح
واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح تر قول مین اور گناہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین م اور ایک قول یہ ہی
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہی کہ دونون ساقط ہین اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہی داخلی کا کذا فی الحلبی **ولو کررہا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا** تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولیٰ قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسون مین تو سجدہ
مکرر ہوجائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہی اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہی بسبب جلد بجا لانے عبادت کے کذا فی القنیہ اور
بحر الرائق مین ہی کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہی م قاعدہ یہ ہی کہ وجوب سجدہ کا تین باتون مین سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہی اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتون کا ہی یعنے اگر ایک ہی مجلس مین مختلف آیتین سجدہ کی پڑھیگا یا سنے گا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہی ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہونچے
اسمین یہ شرط ہی کہ دونون مکانون کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہون کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہی پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد
یا گھر کے کئی کونون مین پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہی وہ یہ ہی کہ دونون دفعہ کے پڑھنے کے درمیان مین
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت مین بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب
نہین دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور
اصل یہ ہی کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہی یعنے ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہی واسطے دور کرنے حرج کے یعنے ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین
سکھانے والون اور سیکھنے والون پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہی کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنے ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اُسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا **وہو تداخل فی السبب** بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا
شنیع اور وہ یعنے مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس یکبارگی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتین اُسکے تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہی عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اسکے
سبب کے برا ہی م حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کہہ سکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہی کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہو اسلیے ہمنے سب سببون کو ایک کرلیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر جو کی راجع ہو عدم تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا متکررسے سمجھا جاتا ہو لا تداخل فے الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا السجدۃ فتتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہو حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجاین اور اکتفا کیجاے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہو سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر کے لیے ہوتی ہو اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہو اور مقصود حاصل ہو جاتا ہو اور کریم متعال عفو کردیگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے م یعنے سزا اون کا معاملہ عبادت سے جدا ہو انکی بنا درگذر اور عفو پر ہو تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہو اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہو کہ معاف کردے اسلیے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دوبار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فے تداخل السبب عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فے المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدۂ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کے یعنے اگر کسی شخص نے ایکمجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دوبار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہو سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب کے بعد ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہو گیا اب جو دوبار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزا اون مین ہوتا ہو کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی **واسداء الثوب ذاہبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحۃ فی نہر او حوض تبدیل للمجلس** او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرے بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا ولہٰذا یصلے علیہا لان الصلوٰۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تنکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہو مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلاً سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہونگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کردیتی ہو اسلیے کہ بخلاف مکان کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہو تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہو تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہو اور پڑھتا ہو کذا فی الشامی کما تنکرر لو تبدل مجلس سامع دون تال حتے لو کرر راکبا یصلے وغلامہ یمشے تتکرر علے الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہو سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سوار بھی پر نماز پڑھتے ہوے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہو تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فی عکسہ وہو تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی بہ وہذا یفید ترجیح سببیۃ السماع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اُسکے عکس مین یعنی
تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتے بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہی اور سننے والا ایک
جگہ بیٹھا ہی تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہ یعنے مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور
مکرر نہونا اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہی یعنے اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو
اس صورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہوجاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہی نہ شرط
جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل
فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہی متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلیے کہ بندون
کے حقوق مین تداخل نہین م یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدۂ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت
مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور
یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمہ الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہی کہ اگر تین بار سے
زیادہ ہو تو اُسکا جواب ندے کذا فی الخلاصۃ م اصح کا مقابل یہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ کہ دس بار کہے اور ایک یہ ہی
کہ جتنی بار چھینکے اُسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی **وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراۃ باقی السورۃ** لان فیہ
قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہی چھوڑ دینا آیت سجدہ
کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور
اُسکی عبارت و ترکیب کے اتباع کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہی
م اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی (فَاِذَا قَرَأْنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ) یعنے جب ہم اُسکو پڑھین تو پیروی کر اُسکے تالیف کی کذا
فی البحر **لا** یکرہ عکسہ **ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا** قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی
رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالیٰ نہین مکروہ ہی اُسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ
کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اُسکے ساتھ خواہ پیشتر سے ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے
یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اِس آیت کو فضیلت ہی اوروں پر کیونکہ کل آیتین اِس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ایک رتبہ مین ہین
اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اُنکے شامل ہونے کے اللہ تعالیٰ کی صفات پر **واستحسن اخفاؤہا من سامع غیر**
متہیئ للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو م یعنے اگر سننے والا بیوضو ہو یا
اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی
واختلف التصحیح فی وجوبہا علی متشاغل بعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالیٰ فنزل
سامعا لانہ بعرضۃ ان یسمع اور مختلف ہوئی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور
راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے
کے موقع پر ہی م شرح النہار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلیے کہ سننا جو شرط ہی وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وہ

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی **ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال** خانیۃ **فقد افاد ان اتحاد التالی** شرط اور اگر سنا آیت
سجدہ کو ایک قوم سے یعنے انمین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی
الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے **مہمۃ لکل مہمۃ** یہ ایک مفید بات ہے ہر مہم اور امر ضروری کے لیے **فی الکافی قیل من قرأ آی**
السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالے ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاثم یسجد ویحتمل ان یسجد الکل بعد قرأتہا ومن غیر کرہۃ کافی مین ہے کہتے ہین کہ جو
شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے انمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالے اسکو اُسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول
کا یہ ہے کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہے کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین
ہم پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو مکروہ تنزیہی ہو
اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہو جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی **وسجدۃ الشکر**
مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اسی پر فتوی ہے مگر مکروہ ہے نماز
کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اُسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہے م سجدۂ
شکر کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی
صاحبین کے قول پر ہے اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے
مین ہے نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہے نہ سجدۂ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جدا گانہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا
مکروہ ہے کیونکہ جاہل اُسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہے نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت
یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا **وکرہ للامام ان یقرأہا فی**
مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہے امام کو آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی
پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین م امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو
واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے
بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدۂ تلاوت
کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو کفی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اُسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی **ولو تلاہا علی المنبر سجد ویسجد**
السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین م خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اتر کر
سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیہ

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہے نماز مسافر کے حکم مین **من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ او محلہ** اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہے طرف اُسکی شرط کے یا اُسکے
محل کے یعنے مسافر یا شرط ہے نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اُسکا محل ہے ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہے نہ مسافر کذا فی الطحطاوی **ولا یخفی ان التلاوۃ**
عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا العارض فلذا آخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہے جو عبادت ہے مگر کسی مانع
کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہے مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا م یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

باب صلوۃ المسافر

مناسبت تو یہ ہے کہ دونون عارضی ہین اور وجہ تقدیم سجدۂ تلاوت کی یہ ہے کہ تلاوت مین اصل یہ ہے کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھ لیا
حالت اجنابت مین پڑھنا کہ عبادت نہین بلکہ معصیت ہے اور سفر اصل مین مباح ہے مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے
رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت ہے وہ مقدم ہے اُسپر جو اصل مین مباح ہے اور الا بعارض مستثنا ہے عبادت اور مباح دونون سے کذا فی الشامی

وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردون کے اخلاق کو م یعنے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ
سفر اصطلاحی مین آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر
مسافر کے معنی مین ہے مشارکت کے لیے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے
کی عادتین ظاہر ہوتی ہین کذا فی الشامی **من خرج من عمارة موضع اقامتہ** من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہ کے گھرون سے یعنے اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلاً
سیدھ مین پڑتا ہو م خبر من کی آگے آتی ہے یعنے وہ دو پڑھے چار رکعتون والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہین تاکہ خیمہ مین رہنے والے
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اُسطرف کا اعتبار ہے جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا
تو جبتک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہین اگرچہ اُنین بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہون یا رکھوالون کی جھونپڑیان ہون وفی

الخانیۃ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوۃ ولیس بینہما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ
ہو اور دونون کے درمیان کھیت نہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہین م فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً
گھوڑونکے پھیرنے اور مردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ مین کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہے کہ
اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہین غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی **قاصداً** ولو کافراً

ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر **مسیرة ثلثة ایام و لیالیہا** من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے
قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نکرے
یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا مین پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا مع
اُنکی راتون کے برس کے سب سے چھوٹے دنون مین سے اور نہین شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک م شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا
مناسب ہے کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنے نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتون کی دونون صورتون مین
قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنے جنمین دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین دن
چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر مین سب سے چھوٹے دنون مین صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہین تو تین دن کا
سفر سو امیس گھنٹہ کا ہوا تھی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنون مین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین
جیسا عرض بلد ہو گا اُسکے موافق بمقدار کم و بیش ہو گی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہے تو اگر پورے روز
کے چلنے مین یہ باتین کریگا تو نصف روز بلا شبہہ صرف ہو گا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذہب ورا اعتبار نہین
فرسخونکا مذہب کے بموجب م فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو ۲۱ یا
۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہے اُسکا اعتبار نہین اسلیے کہ ظاہر الروایت مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ مین اسکو صحیح کہا ہے **بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة**

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرام و معتاد کے مع یعنے درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی
چال ہے نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فے یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدھما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فے الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں **صلے الفرض الرباعی**
رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علے لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے اور رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رگھٹی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام اطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فے السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجمع الادلۃ انتہی کلامہم
قلت میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرات کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنے دن سے قریب اور اسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئے تو سفر میں انہیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
م یعنے ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں بلحاظ اس صورت کے ہے جبپر آخر کو نماز ٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پوری پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
مبنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہو گئے پھر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رضہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی **ولو کان عاصیا بسفرہ لان**
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

کرے تب بھی قصر کرے اسلیے کہ برائی ساتھ ہو جانے والی نہین معدوم کرتی ہی شروع ہونے کو مجاور برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر
معصیت مین برائی مجاور ہی اسلیے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہی تو اس قسم کی برائی قصر کے شروع ہونے کو مسافر کے لیے مضر نہین کذا فی الطحطاوی
حتے یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ
مین بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بفور نیت گھر کو پھرنے کے پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے صورت مسئلہ کی یہ ہی
کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت مین اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین
منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتدا قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہی ویسے ہی بقا قصر کے لیے مدت سفر کا پورا
ہو جانا ضروری ہی **او ینوی** ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقًا **اقامتہ نصف شہر** حقیقۃ او حکمًا لما فی البزازیۃ وغیرہا لو دخل الحاج الشام و
علم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ **بموضع واحد صالح لہا** من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وہو من اہل الاخبیۃ یا قصر کیے جلے
مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ مین جو لائق اقامت کے ہو یعنی شہر یا گانون مین یا دار الاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر
خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرلے تو اسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت
اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو یعنی اس صورت مین فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے مین
وقت نکلگیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اسوقت
نیت اقامت معتبر نہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکمًا دونون معتبر ہین حکمًا کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہی کہ اگر حاجی شام مین داخل
ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے
ہی یعنی گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے ضمنًا اور حکمًا اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی
فیصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر **او نوی فیہ لکن فی غیر صالح** کبحر او جزیرۃ **او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین**
کمکۃ ومنی پس نماز پڑھے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ مین ہو
جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ مین لیکن دو مستقل جگہ مین پندرہ دن
رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً یعنے خواہ وہ دونون شہر ہون یا گانون یا ایک شہر ہو ایک گانون غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا
فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین
ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلیے کہ وہ منی اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت
کے سوا مین کرنا یعنے جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہی تو نیت اقامت بے محل ہوگی **و** بعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما
تبعًا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکمًا اور بعد رجوع کرنے کے منی سے نیت اقامت کی درست ہی جیسے درست ہی نیت اگر نیت کی
رات کے رہنے کی دونون جگہ مین سے ایک مین یعنے مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہی اسلیے کہ اقامت
مین رات کے رہنے کا اعتبار ہی تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونون جگہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ
اسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانون شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی
نیت کرنی مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز اور گانون مین پانچ روز رہونگا درست ہی اسلیے کہ دونون حکم کی راہ سے ایک ہین اعلم لکن بمستقلًا

برانہ کعبدہ وامراتہ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہو نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے
نماز پڑھے کذا فے الشامی او دخل بلدۃ ولم ینوہا اے مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غداً او بعدہ ولو بقی علے ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ
نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ام یعنے اگر
نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا یصلے
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فے دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا لانہ تردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ام باغی انکو
کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فرد کش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہوگی چنانچہ سراج مین مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان
نووہا فی المفازۃ فانہا تصح فے الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ انکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایکچرا گاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا ای وان قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
یقصرون ان نووا سفرا والا لا اگر جب خیمے والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہے تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نہ کرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فے الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا انکے
ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرأے وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم رائے کا مستقل ہونا یعنے
کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی
پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولے تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار
وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اسکے فرض پورے ہو جاینگے مگر اسنے برا کیا
کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ برائی اس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا
سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا ہے

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اساءت کے یہ ہین کہ وہ شخص گنہگار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی

وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا

اور اگر قعدہ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہو گئے اور کل رکعتین نفل ہو گئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اُس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کر یگا تو فرض نفل ہو جائینگے م شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہی کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہی

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسھو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا قنیۃ

اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قرارت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قرارت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدہ فرض ہین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیہ

وندب للامام ہذا یخالف الخانیۃ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الھدایۃ للھندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرھم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ وان یقول بعد التسلیمتین فی الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توھم انہ سھا

اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو پورا کر لو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہی خبردار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ اُنمین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے

ولو نوی الاقامۃ لا لتحققھا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر مقیما

اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری پڑھاوے تو ایسی نیت سے مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اُسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اُسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو اُنکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی

واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین

اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہو جائینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرات کے حق مین اقتدا المفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرات مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ
قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا **و یاتی**
المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار و الا بان کان فی خوف و فرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکد
سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فرودگی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین
نہ پڑھے یہی مختار ہی اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہی کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین
و المعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت و ہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان و الا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ
عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا
تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہی سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنے
کے پہلے اسوقت سے م یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز اُنکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی
الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہی
اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون
مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہی یا
شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان م وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ
بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین
تیسرا وطن سکنیٰ جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین
وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے
بھی اول وطن سے اُٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہی تو دونون مقام وطن اصلی تصور
ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے **و یبطل وطن الاقامۃ بمثلہ و بالوطن الاصلی و بانشاء السفر** اور باطل ہوجاتا ہی وطن اقامت اُس
جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے م یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہی تو اگر اسکو
چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن
اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی
و الاصل ان الشیء یبطل بمثلہ و بما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر
سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہی اُس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا
و لم یذکر وطن السکنی و ہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنیٰ کو یعنے اُس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی ہو بسبب اُسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنیٰ مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہی نہ مسافر کے لیے اسلیے اُسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین **و**
ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنیٰ کے لیے بنائی ہی اسکو بحر الرائق مین رد کیا م زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانون مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانون مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز
پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانون سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر ابھی نہ اپنے شہر مین گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات
رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اُسی گانون مین ہو گذرے تو وہ اُس گانون مین کہ اُسکا
وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا یعنے نہ تو اُسنے دوسری جگہ
اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا
اور نہ اُس گانون سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نپایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اُسکا
جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانون مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی
جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہان تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی
اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی و المعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامراۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان
یرزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولے وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے
کہ وہ اصل ہی یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل
دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اُسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ بوجہ
سے شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اُسپر
اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس
سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا ہو
اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہی اسی لیے اعتبار اُسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے والے
کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ
کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر
باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ ملاحظ فی تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر محقق لذلک وہو الارتزاق
فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المراۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہی تبعیت کے ساتھ ہونے مین مع ایک دوسری
شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب
نہونا ہم شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے بموجب کاربند ہو
ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے و بہ بان جواب حادثۃ جزیرۃ کریدسنۃ ثمانین
والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی
اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا
قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے ۱۰۷۱ھ مین فراغت پائی تھی
چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو و لا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فہو مسافر حتے یعلم علے الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فے المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنہ اور ضرور ہی جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے موجب اور فیض میں ہی کہ اسی پر فتوے ہی چنانچہ محیط وغیرہ
مین ہی واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فما فے الخلاصۃ عبد ام مولاہ
فنوے المولے الاقامۃ ان اتم صحت صلاتہما والا لا مبنی علے خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہی کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے
کہ اُسکو چار پڑھنی چاہیئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہی تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہی یعنے جس قول مین
کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا او حضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہی سفر مین
اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی م یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اُسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُسکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے
ہی رہیگی نہ بدلیگی ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہی نیت اقامت کرنے سے یا سفر کردینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فے الشامی
غیر ان المریض یقضے فائتۃ الصحۃ فے مرضہ بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہوسکے ویسی پڑھ لے م یعنے
مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے م یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہی یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فے الشامی تزوج المسافر
ببلد صار مقیما علے الاوجہ مسافر نے کسی شہر مین شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب م یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق مین وجہ یہ لکھی ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کرلے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہی عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدہا یومان تتم فے الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے م حائضہ اسلیے پوری پڑھے
کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اُسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہوسکتا تھا اسلیے اُسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فے الشامی
عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تہایا قصر فے نوبۃ المسافر والا فرض علیہ القعود الاول وتیم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وہو مما یلغز ایک غلام مشترک ہی
مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو مین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہی اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ
غلام کا حکم اُن مسائل سے ہی جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین م یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہوسکتے ہین کون شخص ہی کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور درمیانی قعدہ اُسپر فرض ہو اور کونسا شخص ہو کہ اسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہو نہ مقیم اور کونسا شخص ہو کہ اگر وہ قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہو شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال للنسائہ من لم تدر ستکن

کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدٰہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تمسے یہ نجانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہو تو اُنمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اُنکو طلاق نہو گی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہو کہ اُسنے وترون کو بباعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونون نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہو جمعہ کے احکام مین ہم جمعہ اسلیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہو اور اکثر کا قول یہ ہو کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اُسکی آیت مدنی ہو اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوۃ مسافر سے یہ ہو کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہو اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے **فرض عین یکفر جاحدہا** لثبوتہا بدلیل القطعی کما حققہ الکمال **وہے فرض مستقل آکد من الظہر** ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہو وہ فرض عین ہو کہ اُسکا منکر کافر ہو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیۃ (یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہو اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہو زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہو عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہو اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کر کے ہم جمعہ زیادہ موکد ہو بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تہدید آئی ہو وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد وحاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالی اُسکے دل پر مہر کر دیتا ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہو اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہو کہ جمعہ عوض ہو ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہو کہ فرض وقت ظہر ہی ہو نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلیے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہو اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہو حتے کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہو کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم

صلوۃ الاربع بعدہا بنیۃ اخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیہ اور بحر الرائق مین ہو کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہو ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہو کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہو کمال الدین کے کلام سے جنسے یہ کہا ہو کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان کو اسلیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہو

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہر کہ جاہل اسکے معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و شرط الصحۃ
سبعۃ اشیاء اور شرطین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہین م نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہر اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہر کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہر پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہر جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہر قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ٭ بیعذری است مردی و آزادی بعد ازان ٭ سلطان و وقت و خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ٭ یادش بہ ادا کن و مگذار رایگان ٭ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہر اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا و علیہ فتوے اکثر الفقہاء مجتبے لظہور التوانی
فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہر یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہر نہ سما دین یعنے عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہر اکثر فقہا کا کذا فے
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہر بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین م یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہر اور چونکہ
حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فے الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل
موضع لہ امیر و قاض یقدر علے اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علے الملتقے اور ظاہر مذہب یہ ہر کہ شہر وہ بستی ہر جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہر ملتقے الابحر کی شرح مین م امیر و قاضی سے مراد یہ ہر کہ اُسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح وہبانیہ
نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہر کذا فی الشامی و فے القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فے الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علے ما قالہ السرخسی واذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہر کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہر جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس
بیان کے کہ کہا ہر اُسکو سرخسی نے اور جب لگجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قہستانی مین مذکور ہر
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہر بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہر قصبات اور بڑے گانوون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فناؤہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل المختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فنا مصر ہر بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہر گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہر اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہر
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہر اسکو ولوالجی نے م شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہر اُسکی
کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہر جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہر اور مسافت کے باب مین نو قول مین کسی
نے کہا کہ شہر کی آواز اُسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

کسی نے تین کا یعنے فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہو اسلیے بہتر یہی ہو کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاے **والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأة فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا** اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہو اگرچہ متغلب ہو یا عورت ہو یس درست ہو حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہو قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اس سے راضی ہوجاے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہو تو عورت کے حکم سے دوسرے شخص اگر یہ دونون باتین کریگا تو درست ہو اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہو تو تغلب ہی سے ہوتی ہو اسلیے کہ امامت کبرے مین مرد ہونا شرط ہو تو شارح کو چاہیے تھا کہ او کی جگہ ولو کہتا یعنے اگرچہ متغلب عورت ہی ہو **او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم تجز انکحتہ واقضیتہ** یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونون امر اس شخص کی طرف نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی **واختلفوا فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ او لا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوائت لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء** اور اختلاف ہی متاخرین کا اس خطیب مین جو سلطان یا اسکے نائب یعنے بادشاہ او قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہو یا نہین یعنے بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کرسکتا ہو یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنے ضرورت نائب کرنیکی ہو یا نہو مگر اس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنے خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہو اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہو مطلقا یعنے اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ اداے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہوجانیکے کنارہ پر ہو تو اجازت اداے جمعہ کی اذن ہو خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہو ایسی قضا میں یعنے جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہو کہ وہ گذر جانے تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے ادا جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہو کہ اقامت جمعہ مین عرض اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہین کہ اسکے گذر جانے سے خوف اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی **وہو الظاہر من عبارتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامتہ غیرہ** اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہو فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہو کہ جو شخص مالک ہو جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہو اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنے جو خود اقامت کر سکتا ہو وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہو **وفی النجۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر** اور کتاب نجہ نے تعداد الجمعۃ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہو مرقوم ہو کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہو پھر اسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہو اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہو نجہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہو اور ابن جرباش بضم جیم ورائے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہو حاصل مسئلہ کا یہ ہو کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہو کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاے یہ غرض نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُنسے اجازت
دی ہو اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب
کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنیکا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ صورت
خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی م اقامت جمعہ
سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی
نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہو کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برہن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا
وابدع واکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا
جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین م ملا خسرو
نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا
فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوے اور مجمع الانہر مین ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ مین یعنے
خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کردے
اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہو کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے
پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور
سراجیہ مین ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا
کرنے سے دلالۃً اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی
نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اُسکو شیخ الاسلام نے م یعنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت
سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کذا
فی الطحطاوی **مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط** بالضم حاکم السیاسۃ **او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز** لان تفویض
امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھایا اُسکے خلیفہ نے یعنے
ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اُنکو دلالۃً اجازت ہو اقامت
جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بالفتح شین معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہو یعنے جمع ہو شرطی کی م شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہو یعنے صیغہ ماضی باب
تفعیل سے **فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا** سو درست ہو شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ
کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے بادشاہ کے م شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہو جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اورون کو اختیار نہین دے سکتے اگر اُنکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر
کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان
کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو م شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم
کرنا قاضی پر مخالف ہو فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر **ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر**

اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان
میت کے نائبون کے اگر رعیت کسی کو خطیب کر لیگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے
ہم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی
ہو جائیگا اور اُنکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنیٰ فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز
او العراق او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منیٰ مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہوم یعنے حج کے دنون مین منیٰ حکم
شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیون کے اُترنے کے
منیٰ گانون کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی
وعدم التعیید بمنیٰ للتخفیف اور عید نہ پڑھانے مین تخفیف کے لیے ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منیٰ شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے مثلاً اہل
مکہ تو وہ اُسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منیٰ شہر نہو بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین
مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اُنپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج حتی لو اذن لہ
جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب منحصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہانتک کہ اگر اُسکو اجازت ہو اقامت
جمعہ کی تو درست ہے م امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد
کر کے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اُسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصراً ولا بعرفات
لانہا مفازۃ اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اُسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ
مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقاً یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے م یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ
وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ
مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے
اسکو بحر الرائق مین م ہرچند صاحب بحر نے فتوی اِن چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہو
جائین مگر احتیاطاً ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہو جائے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اُسمین
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہو اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہو نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہو کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے مین قوی ہو اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہی چہ جائیکہ قول مخالف آئمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً وفی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باٰخر الوقت فقط اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہو کہ زیادہ احتیاط اسمین ہو کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نکیا ہو اسلیے کہ وجوب ظہر کا اُسپر آخر وقت سے ہو پس آگاہ ہو جا م اس تعلیل مین خلل ہو کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہو اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہو کہ اگر جمعہ نہوا ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہو گا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہو گا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا اور نہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہو کہ اول سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اُسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین منیہ کی جگہ قنیہ ہو اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہو کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہو کذا فی الشامی و الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقاً ولو لاحقاً بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کے وقت ظہر کا ہو پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہو ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی م نوادر مین ہو کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہو لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہو تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہو وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا م خطبہ بضم خا جمعہ بمعنے مفعول ہو مشتق ہو خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان الشرط سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہو پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط خبر کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہو خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے موجب چنانچہ بحر الرائق مین ہو ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہو مگر اُس ذکر کے سننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہو اور یقین کیا ہو خلاصہ مین اُسپر کہ کافی ہو حاضر ہونا ایک مقتدی کا م یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہو تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سونے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہو اسلیے خطبہ کا پڑھنا اُنکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہو ہر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہو گا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

من ذكر طويل واقله قدر التشهد الواجب اور كافی ہی خطبہ فرض کے لیے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الٰہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب کے برابر ہی م دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل ہی تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پھر یہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ تنزیہی ہی كذا في الطحطاوي بنيتها فلو حمد لعطاسه او تعجبا لم ينب عنها على المذهب كما في التسمية على الذبيحة لكنه ذكر في الذبائح انه ينوب فتامل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوجاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے م مصنف نے کتاب الذبائح مین کہا ہی اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کے وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لیے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہی یعنے ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک والے کا کافی ہی خطبہ کے لیے وَسُنَّ خطبتان خفيفتان وتكره زيادتهما على قدر سورة من طوال المفصل بجلسة بينهما بقدر ثلث ايات على المذهب وتاركها مسئ على الاصح كتركه قراءة قدر ثلث آيات اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان مین مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنے والا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونون خطبون کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہوجائین مکروہ ہی جیسے بقدر تین آیتون کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہی یعنے نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہوجائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتون کی مقدار نہ رہے م شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑھنے کے وقت اپنا منہ دہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکھا ہی کہ یہ بدعت ہی یعنے اسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبۂ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہی تو لوگ ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہو پھر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پاجائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا بدعت ہی اور سغناقی نے لکھا ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے درمیان مین غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورۂ بالا کے ذیل مین لکھا ہی کہ کلام نہ کرتے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہی تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لیے پڑھتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھاکر دعا مانگین اور اس امر مین ۱۲۶۳ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علمائے دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونون خطبون کے بیچ مین ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھ اُٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل مین دعا مانگے تو اسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارہ بن رویبہ رضہ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ مین ہاتھ اُٹھاکے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولے ویبدأ بالتعوذ سرًا اول
پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اُس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور مجتبیٰ
مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہے مگر اُسمین وعظ کی جگہ مسلمانون کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہے کذا
فے الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہے ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہے دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہے
اسکو قہستانی نے م شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہے کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہے وہ اُس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہے ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہے صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اُسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہے کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہے یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہے خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر ا مکروہ تحریمی ہے ومن السنۃ جلوسہ فے مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الے دخولہ فے الصلوۃ وقال الشافعے اذا استوی علے المنبر سلم مجتبےٰ اور سنت ہے بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فے المجتبیٰ م مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہے اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہے وہ خلوتخانہ ہے جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہے کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائماً اور مسنون ہے دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر م یعنے یہ تینون باتین
مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فے الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہے صحیح تر یہ ہے
کہ نہین ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہے م یعنے یہ جو اثر مین وارد ہے کہ خطبہ نصف صلوۃ ہے اس سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہے جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اُسکی دو رکعتون کے ہے تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہئین شارح اُس اثر کی تاویل بیان کرتا ہے کہ مراد اُس سے یہ ہے کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہے نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم
مقام ہو اور نماز کی شرطین اُسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلے جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہے یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہے لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ اے لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا
فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہے
از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہے ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا م یعنی بعض

صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلاً خطیب خطبہ پڑھکر کسیکو نماز پڑھانے کے لیے نائب کرکے گھر جاوے تو اس صورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غیر الثلثة الذین حضروا الخطبة سوی الامام بالنص لانہ لابد من الذاکر وھو الخطیب وثلاثة سواہ بنص
فاسعوا الی ذکر اللہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہین سوائے امام کے نص کے سبب سے اگرچہ سوا ان تین شخصون کے
ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اسکے سوا ہون تاکہ صیغہ
جمع انپر صادق ہو مع تین مردون کو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے
اور عورتین نکلگئین وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمة بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جاوین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاویگا یعنے اب ظہر کی نماز
از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جائینگے تو جمعہ باطل نہوگا

امام اُسکو پورا کرے وان بقی ثلثة رجال ولذا اتی بالتاء او نفروا بعد سجودہ او عادوا وادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبة وصلی بالآخرین لاتبطل تہا
جمعہ اور اگر جماعت مین تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ
رکوع مین شامل ہو گئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون مین جمعہ باطل
نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثة سے مرد مراد ہین اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس
تک مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثة بولے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے
آدمیونکے چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہین کیونکہ اُسکو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ
سننے والون کے سوا ہون **والسابع الاذن العام من الامام وھو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعة للعدو او لعادة قدیمة**

لان الاذن العام مقرر لاھلہ وغلقہ لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاھب قال وھذا اولی مما فی البحر
والمنح فلیحفظ اور ساتوین شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اُسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام
حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازون کے کھلے رکھنے سے واردون کے لیے یعنے جنپر ادائے جمعہ چاہیے اُنکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم
ہوا کہ صریح اذن مشروط نہین دروازون کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے
یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند
نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ
قلعہ کا بہتر ہے اُس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مع بحر الرائق مین مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرکے اور اپنے
اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے **فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ فصلے**
باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کر دیا دروازہ قلعہ یا محل
کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیون کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اُس صورت مین حاصل نہوگا اور اگر
دروازہ کو کھولدیا اور لوگون کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی
الطحطاوی فالامام فی دینہ ودنیاہ الی العامة محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہی یعنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہو واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہین تو دونون مین محتاج عوام کا ہو اوشرط لافتراضہا تسعۃ تختص بہا اور شروط مین جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لیے ہم مانن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین مگر چونکہ عقل وبلوغ خاص جمعہ کے لیے نہین
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہین اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر واما المنفصل عنہ فان کان یسمع الندا تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فی الملتقے وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہی شہر مین
یعنے مسافر پر واجب نہین نہ اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علٰحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہی امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہی الباذکور ہی ملتقے مین اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہی یعنے تین میل اور ترجیح دی ہی
بحر الرائق مین اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہی کہ میل وفرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ
گرد شہر وہی ہی جسمین اُسکے منافع کی خبرین ہوتی ہون وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہی
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہین اور لاحق کیا گیا ہی بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الکلیہ اور شامل کیا گیا ہی بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علے مکاتب ومبعض واجیر
ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہی کہ غلام پر جمعہ واجب نہین اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جمعہ واجب ہی
مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہی مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت سے
حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہو گا تو مزدوری ساقط نہو گی ہم یعنے مثلاً اتنا دور ہی کہ نماز کو جانے اور آنے مین چوتھائی
دن یعنی ایک پہر لگتا ہی تو اُس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہین کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت
وقیل یخیر جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہی اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ غلام کو اختیار ہی چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اختیار دینے کو وذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہی یقیناً یعنے
عورتون اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہین وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچوین شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ
ہونا ہی اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہین ذکر کیا ہی انکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونون باتین جمعہ کے لیے خاص
نہین بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہین ووجود البصر فتجب علے الاعور اور ساتوین شرط ہی موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہی کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہی چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہین اگرچہ اسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علے المشی جزم فی
بان سلامۃ احدہما لہ کاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علے مفلوج الرجل ولا مقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی
کا ہی چلنے پر یقین کیا ہی بحر الرائق مین کہ درست ہونا ایک پانون کا نمازی کے لیے کافی ہی واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہی کہ واجب
نہین اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو ہم شامی نے ابو مسعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہی کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پانون کی سلامتی سے یہ ہی کہ لنگڑا ہین مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہی کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ
بجاے احدہما کے احدہا کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہی وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہا اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی
محبوس نہونا ہی اور دسوین شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چورون وغیرہ سے اور گیارھوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکے مثل کا جیسے شدت

کا جارہ یا آندھی ہم ماتن نے شرائط وجوب کے گیارہ بیان کیے اور ہمنے جو پیشتر قطعہ لکھا تھا مین چھ شرطین مذکور تھین یعنی پانچ شرطین آخر کی ان گیارہ مین سے مع صحت کے قطعہ کی ایک شرط بے عذر ہونے مین داخل ہین **و فاقدہا ای ہذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض وفی البحر ہے افضل الا للمرأۃ** اور جس شخص مین یہ سب شرطین وجوب کی نہون یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین تاکہ اسکے حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہی وہ مضر نہ پڑے اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ سب عذر والون کے حق مین افضل ہی ظہر سے مگر عورت کے لیے ظہر افضل ہی اسلیے کہ اسکی نماز گھر کے اندر افضل ہی م عزیمت حکم شرعی ہی مقابل رخصت کے یعنی رخصت مین شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی ہی اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو انکے حق مین ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب اُسنے مشقت گوارا کر کے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اُسکے جمعہ کو صحیح نرکھین اور اُسپر ظہر لازم کرین تو اُسپر اور مشقت رکھی جائیگی اور اُسکے حق مین جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی **ویصلح للامامۃ فیہا من صلح لہا فی غیرہا فجازت لمسافر و عبد و مریض وتنعقد الجمعۃ بہم ای بحضورہم بالطریق الاولے** اور لیاقت امامت کی رکھتا ہی جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین پس جائز ہی امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہی جمعہ اُنکے حاضر ہونے سے بطریق اولے م امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگون کی امامت تو صحیح ہی مگر اُنکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلیے ماتن نے کہا کہ جمعہ اُنسے ہو جاتا ہی کیونکہ جب اُنمین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونیکی بطریق اولے ہوگی کذا فی العنایہ **وحرم لمن لاعذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وہو حرام** اور حرام ہی اُس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلیے حرام ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بھی حرام ہی م شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہی واقعا محذوف سے جو حال ہی ظہر کا یعنے اسی روز کا ظہر حرام ہی نہ اُس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اسلیے لگائی کہ اگر گانون مین قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہی اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہی **فان فعل ثم ندم وسعی عبر بہ اتباعا للآیۃ ولو کان فی المسجد لم تبطل الا بالشروع قید بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ او مع فراغ الامام او لم یقمہا اصلا لم تبطل فی الاصح فالبطلان بہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب دارہ والامام فیہا ولو لم یدرکہا لبعد المسافۃ فالاصح انہ لاتبطل سراج بطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ ولا ظہر من اقتدی بہ ولم یسع** اور کہا او لا بلا فرق بین معذور وغیرہ علی المذہب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اُسکا ظہر باطل ہوگا یعنے فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اُس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑھی ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونون صورت مین فرض ظہر باطل ہونگے بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلیے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اسلیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اُسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی رکھا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اُسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہی جمعہ کے پاسکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نہ پایا تو صحیح تر یہ ہی کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج م شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید

شارح نے اکائی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو لا تبطل نقل کیا ہے اُسمین لا نا غلط ہے کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہے کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہوگئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول لمخیون کا ہے اور سراج مین کہا کہ
یہی صحیح ہے اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اسکا ابھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو ہرچند حکم سعی کا نہین تو چاہیے تھا کہ اسکا ظہر باطل نہو اگر سعی
تو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہوگیا **وکرہ تحریما لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر لجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدہا**
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہے معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے م ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گانوٗن والون کو جماعت
ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت جمعہ
کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہے یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی **وخادون المساجد**
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بنا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوائے
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو انکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ ہوئیگی **وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم**
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے **ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح** اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہے **ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد رح کما یتم**
فی العید اتفاقا لما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہے کہ کثرت ازدحام
جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو یا اسکے تشہد مین نہ ملسکیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید مین ہے یعنی اگر عید کے
تشہد یا سجدہ سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے **لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ** لیکن سراج مین ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا
یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہے یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے **وینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداء ہ** اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق **ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر** بحث یہ ظاہر ہے کہ نہین فرق
ہے مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحث یہ ہے تمام ظہیریہ مین ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین **واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ**
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہے
کذا فی شرح المجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب م مقابل قول اصح کا
یہ ہے کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اُسوقت کلام درست ہے اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہے کذا فی الطحطاوی **خلا قضاء فائتۃ**
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ **لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا** کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

۹ اسلیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہے صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت مین پایا جاتا ہے ۱۲

سوا قضا پڑھے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنے جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فے السراج وغیرہ
بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہی بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنے صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلیے کہ اُسکے پڑھنے کا
مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نہ رہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کے وقت مکروہ ہی ولو خرج وہو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف
القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہی یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہونے کے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل
جو کچھ پڑھتا ہی تمام کرے صحیح تر قول مین اور قرارت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فے الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا
اے فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا اور د سلام او امر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید
فے الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فے الخلاصۃ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام
کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہتا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرتا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان
نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ
تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے مین کلام ہی اسلیے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنیٰ ہی چنانچہ پہلے بیان ہوا
ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق ادمی وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالے ومبناہ علے المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا
ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئین کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئے مین گر جائیگا تو لازم ہی
کہ اُس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہی اور سکوت خطبہ کے وقت
اللہ تعالے کے حق کے لیے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہی یعنے اللہ تعالے غنی ہی اُس سے درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف رح ینظر فے
کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اُسکو صحیح کیا کرتے م شامی نے
کہا کہ یہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہی والاصح انہ لا باس بان یشیر براسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر
اور صحیح تر یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب
انہ یصلے علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فے نفسہ اور صواب یہ ہی کہ درود پڑھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم
مبارک کے اپنے جی مین م یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ درود ملین اُسے
پڑھے کذا فے الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتے اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی
ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور
اسیطرح واجب ہی سننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقال لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے
اُسوقت تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اُسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ
اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیاوی کلام مکروہ
ہی بالاتفاق وعلے ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب
کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک م ترقیہ اُسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہی ان اللہ وملٰئکتہ یصلون

علے النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہے کہ جب تونے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اُسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہو تو تونے لغو کیا
تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہے مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً واما یفعلہ المؤذنون حال
الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقاً وتمامہ فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اُسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے ہم موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون میں ہے کہ جب امام نام خلفا و اصحاب کا لیتا ہے تو وہ آواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت اُنکی مکروہ ہے طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں سوائے عرب کے
جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں والعجب من المرقے ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضے حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علے
قولہا فتنبہ اور تعجب ہے ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہے چپ رہو خدا تعالے تمپر
رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہ کہ اُسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا یعنے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اُسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اُسپر عمل نہ کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ہان اُسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہیں ووجب
السعے الیہا وترک بیع ولو مع السعے وفی المسجد اعظم وزراً بالاذان الاول فے الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فے زمن عثمان رض
اور واجب ہے جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اُسکے دروازہ پر بیع مین مشغول رہنا بڑا گناہ ہے ہم بیع
سے مراد وہ امر ہے جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت مین بیع کرنا
اگر خارج سعی ہو تو سراج مین کہا ہے کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہے پھر اسمین اختلاف ہے کہ اذان اول
کونسی ہے تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اسلیے کہ باعتبار شروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض مین بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوے
تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑھا دی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت مین اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر
ہوتی ہے کذا فی الشامی وافاد فے البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علے المکروہ تحریماً اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ہم اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق
مین افادہ کیا کذا فے الشامی وَیُؤَذَّنُ ثَانِیاً بین یدیہ اے الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحداً بعد واحد
ولا یجتمعون کما فے الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اِذَا جَلَسَ عَلَے الْمِنْبَرِ اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغۂ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہون تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور تمرتاشی مین ہے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ
افادہ اُسوقت ہے کہ یؤذن کو بصیغۂ معروف پڑھین اور جس صورت مین مجہول پڑھین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فاذا اتم اقیمت وکرہ الفصل بامر الدنیا
ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم یعنے آخر خطبہ
کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں اور یہ جو دوسرے خطبہ مین خطیب

منبر سے ایک سیڑھی اُترتے ہین پھر چڑھتے ہین یہ بدعت شنیع ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین
طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورہ اعلیٰ اور غاشیہ کا پڑھنا لاینبغی ان یصلے بالقوم غیر الخطیب لانہما
شئی واحد مناسب نہین کہ سوائے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگون کو نماز پڑھاوے اسلیے کہ خطبہ اور نماز دونون ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور
مشروط ہین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلیے دونون کا فاعل ایک ہونا مناسب ہی کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن
السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ
پڑھاوے تو درست ہی یہی مختار ہی ہم لڑکے کی قید اسلیے لگا دی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ
معلوم ہو کہ خطبہ مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لاباس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن
عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہین مضائقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجائے شہر کی آبادی سے پہلے نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر
عبارت ظہیریہ اور اُسکے سوا دوسری کتابونکی بلفظ دخول ہی عوض خروج کے یعنے آبادی سے نکلجانے کے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد ہی
ایسی جگہ جانا جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل
الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہی اور زوال سے پیشتر مکروہ نہین کیونکہ زوال کے
پیشتر اُسپر جمعہ واجب نہین ہم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا
فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل
وقتہا او بعدہ لاتلزمہ لکن فے النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفے شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گانون کا رہنے
والا جب شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اُسنے اُس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانیکی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور
شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہی کہ لازم نہوگا ہم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را نسبت
ہی قریہ کیطرف کما لاتلزم لو قدم مسافر یومہا علے عزم ان لایخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے
دن شہر مین اس ارادہ سے کہ اُس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنے اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا یخطب
الامام بسیف فے بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حائل کر کے اُس شہر مین کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہی اور اگر
تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہی فے الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ
وہو متکی علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب موذن فارغ ہو جائین خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائین ہاتھ مین لیکر
اُسپر سہارا کرلے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہی تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اُسمین تلوار کا حائل کرنا لکھا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ
کی کہ تلوار کو حائل کر کے پھر اُسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اُسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونون باتین حاصل ہو جائین وفے الخلاصۃ یکرہ ان یتکی علے
قوس او عصا اور خلاصہ مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے
انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہی پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ مین
سنت ہی اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح نے سمع الندا وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

او مکتوبۃ لا حاجۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو
جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہو جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذرا رستانی سے یرید الجمعۃ
وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ فال ثواب السعی الیہا وبہذا یعلم من شرک فی عبادۃ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دیگر
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص عبادت مین شرک
کرے یعنے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالےٰ کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت
اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہو بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے م
تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہو تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہو باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے
مگر یہ کہ اُسکو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے ہم کہتے لوگون پر سے پھاندنا ایک
عمل ہو تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اورون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دباوے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ہان
اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہو بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہو گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو ہم مسجد مین سوال کرنے اور
سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہو یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اسکو دینا درست ہو ورنہ مکروہ ہو کذا فی البزازیۃ وسئل علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الی ان یتم الصلوۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُس وقت تک ہو کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہو اور ایک
قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہو اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو ہم صحیحین مین ہو کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہو
کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالےٰ سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالےٰ وہ چیز عنایت ہی کرتا ہو اس ساعت مین اختلاف ہو کہ کونسی
ہو اور سب اقوال چالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہو تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہی
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہو اُسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرۃ
سے روایت کیا ہو اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہو جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہو کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہو کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہو یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہو اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہو اور نمازون کو ہوتی ہو ذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ
یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن فہم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقد وہم وفیہ تجتمع الارواح وزیارۃ القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالےٰ اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہے

لہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورۂ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو
پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی سعہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرارت کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر
سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اُسکی رات کا جاگنا تو اُسنے غلطی کی یعنے اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے
دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات
مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے
مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جمعہ بہت سی سے باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اُسکے لیے جماعت کا شرط ہونا
اور سوائے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص صورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا بموافق اُسکی شرط
کے اور مسنون ہونا اُسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا
اور جمعہ کی نماز کو سویرے سے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اُسکے روزہ
کا اور تنہا اُسکی رات مین جاگنے کا اور اُسمین سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اُسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف رحمہ کے جو صحیح
اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنون مین اُسکا بہتر ہونا اور اُسکا روز عید ہونا اور اُسمین دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹھا ہونا اور
قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اُسکے دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اُسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا
گرم نہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اُنکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اُس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا مرخیدان
امور مین سے اکثر ماتن اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا مجمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہی
اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوے

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرارت دونون مین باواز بلند ہوتی
ہی اور نماز عید اُسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون کیسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اُسکا ثبوت کتاب اللہ
سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اُسمین
اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے کرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی
کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید
کے دن کو عید کہنا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تھا عید کے باعث اُسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع
کیا یا اسلیے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا و یستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل
عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ صرن مجتمعۃ ۞ وجہ الحبیب و یوم العید والجمعۃ ۞ اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار
سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے
شاعر نے اُنکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوۃ احدہما وقیل الاولے صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت
التمرتاشی فرایتہ حکاہ عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

خواص جمعہ

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور اُسکو بھی ضعیف کر کے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مہمل بیان کرنے کی غلطی پر مَ جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور شروع ہوئی عید اول سال ہجری مین مَ ابوداؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین اُنھون نے عرض کیا کہ ہم ان مین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُنکے عوض تمکو دو روز اُنسے بہتر
بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی **تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ**
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی معہ اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوائے خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے مَ اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
مؤکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی **وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما** ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانؤن مین مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانؤن مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گانؤن مین مفقود ہی مَ یعنے گانؤن مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی **وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعا** لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہو جائین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی مَ واجب
سے مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی
وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز سورج گہن سے مَ یہ مسئلہ فرضی
ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی اخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اُسکو تامل کر لے مَ یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول فقہ کے سامنے معتبر نہین ہوسکتی **وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ**
وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانؤن کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمین

خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید ہو ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ کل باتین سنت ہین اور انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہی اور ہونا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہی کذا فی الشامی مختصرا **واداء فطرتہ** صح عطفہ علے اکلہ لان الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمتہ **ثم خروجہ** لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر **ماشیا الے الجبانۃ** وہی المصلے العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ جبانہ کی طرف یعنے عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑھتے ہین شارح نے کہا کہ اداے فطرتہ کا عطف اکلہ پر درست ہی اسلیے کہ تمام گفتگو وانگی عید سے پیشتر کی باتون مین ہی اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو م یہ جواب ہی سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہو سکتا ہی وہ تو واجب ہی شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ **والخروج الیہا** ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید **سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع** ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لیے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی گنجایش رکھتی ہو یہی صحیح ہی م یہ بھی جواب ہی سوال کا یعنے نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہی امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ یا نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہی کذا فے الشامی **ولا باس باخراج منبر الیہا** لکن فے الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا عیدگاہ مین نہ اُسکے باہر لیجانے کا یعنے منبر عیدگاہ مین لیجانا نہ چاہیے م خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ مین منبر بنانے کا بعضون نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہر زادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عیدگاہ مین بہتر ہی کذا فے الشامی ولا باس بعودہ راکبا وندب کونہ من طریق آخر اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اسطرح کی مبارکبادی جائز ہی م شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رض سے اُسکے کرنے مین روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حالمین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی **ولا یکبر فے طریقہا ولا یتنفل قبلہا مطلقا** یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فے النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی رستہ مین اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے علاقہ رکھتی ہی یعنے تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑھے نہ گھر پر ایسا تنقیح کیا ہی اُسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہی اُسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے م جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح سے منقول ہی ایک قول یہ ہی کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہی اور صاحب بحر الرائق نے اُسکی تبعیت کی ہی اور اُسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنے امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی او رنہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر

ملتقط مین ہی کہ مصافحہ ہر نماز کے بعد مکروہ ہی کیونکہ صحابہ سے ثابت نہین اور رافضیون کی سنت ہی ۱۲

صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہے ہان بیشتر اُس سے یہ لکھا ہے کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہے علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت
کیا ہے کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہے اصح یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک
بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علے ماہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت
بالذکر بدعۃ فیقتصر علے مورد الشرع انتہے زیادہ کیا ہے برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہے بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت
ہے امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد آلہی کا ہے اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ اُسنے ہدایت
کی یعنے اس آیت مین اس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہے اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہے اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہے کہ بلند کرنا
آواز کا ذکر مین بدعت ہے پس اکتفا کیا جاویگا مشروع ہونے کے مقام پر م بحر الرائق مین ذکر کیا ہے کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے
خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہے نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے
بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہے اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فی
الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے چار رکعتین نفل پڑھنا
بحر م فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہے وہذا للخواص اما العوام
فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہے یعنے جو کسل عبادت مین نہ کرین اور
عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر
اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی م عوام کو منع نکرنا بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے
منع نکیا جاے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہے تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوٰۃ رغائب
وبراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوٰۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے
م صلوٰۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہے سب موضوع و باطل ہے پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہے اور ان نمازونکی حدیث کے موضوع ہونیکی تصریح کردی
ہے اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رأے رجلا یصلی بعد العید فقیل
اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالے ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رض نے ایک شخص کو بعد عید
کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اُس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہین وعید مین نہ داخل ہوجاؤن اللہ
تعالے ارشاد فرماتا ہے کیا دیکھا تونے اُسکو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے م یہ علت ہے اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا
فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الے الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا
ہونے سے ہے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہو گی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط
ہے یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین م ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے چھ گز ہے کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما
فی الجمعۃ کذا فی السراج قد مناہ فی الاثنے عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہوجاتا ہے ایسا ذکور ہے سراج میں اور ہمنے اسکو تنبیہ بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی میں یعنے خلیفہ کرنے کے باب میں ہم فاسد
ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہوجائیگا اور نماز نفل ہوجائیگی کذا فی الشامی ویصلے الامام بھم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وھی ثلاث تکبیرات
فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الے ستۃ عشر لانہ ماثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگوں کو امام دو رکعتیں وعا سبحانک اللھم زائد
تکبیروں سے پیشتر پڑھکر اور زائد تکبیریں تین ہیں ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ یہ تعداد
بھی حدیث میں منقول ہے مگر یہ کہ سُنے تکبیروں سے تو کل تکبیریں کہے ہم یعنے اول نیت کرکے دعا پڑھے پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرارت کے ہے اور
امام تین سے زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو
اور عید کی جماعت کے لیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قرارت کو پیلاپے کرے
اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنے سورۂ اعلےٰ اور غاشیہ ہم قراتوں کے پیلاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قرارت کے کہے تاکہ دونوں
رکعتوں کی قرارت میں فاصلہ تکبیروں کا نہو پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرارت شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر
صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیریں کہے اور قرارت پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فے القیام بعد ما کبر کبر فے الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی
نے امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اُسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو حنفی تین
تکبیریں کہکر شامل ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرارت پڑھے پھر
تکبیر کہے تاکہ تکبیریں پیاپی نہوجائیں یعنے دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرارت کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہیگا تو تکبیریں پیاپی ہوجاوینگی
اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتے رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فے القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علے الصحیح
لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولے من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی
قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر
واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے ہم اور بحر الرائق میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہونگا تو امام رکوع
سے سر اُٹھالیگا تو اُسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فے ظاہر
الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت
میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ہم حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں ترک فرض ہے واجب
کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فے الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علے المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ
فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے زائد تکبیروں میں اگرچہ اُسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ
اُٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اُسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہے اسی کا اختیار کرنا
اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ہذا یختلف بکثرۃ
الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اُس قیام
میں مسنون ہے جسمیں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیروں میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور
اسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہوجائے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین وہما

سنۃ فلو خطب قبلها صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیها ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے م طحطاوی نے
لکھا کہ دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عید میں نہیں والخطب
ثمان بل عشر یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک ولم ارہ اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ دس ہیں سے
تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو
یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور میں نے اسکا حکم مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا کہ طلب باران میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں موجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبہ بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین وثلث خطب الحج الا الاولی التی بمکۃ وعرفۃ یبدأ فیها بالتکبیر ثم بالتلبیۃ
ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عید کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور
عرفہ میں ہو اسمیں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانہ ابو اللیث میں یعنے جو خطبہ منے میں گیارھویں ذوالحجہ کو ہوتا ہے اس میں لبیک
نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عید میں اذان نہیں اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کذا فی الشامی ویعلم الناس فیها احکام صدقۃ الفطر لیودیها من لم یودها وینبغی تعلیمهم فی
الجمعۃ التی قبلها لیخرجوها فی محلها ولم ارہ اور تعلیم کرے لوگوں کو عید کے خطبہ میں صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیڈالیں اور میں نے اس بات کو کہیں مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا
شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر خطبہ پڑھتے اور اسمیں صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وهکذا کل حکم احتیج الیه لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اسکی تعلیم کر دے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے
لیے مشروع ہوا ہے ولا یصلیها وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیها یلغز ای رجل افسد صلوٰۃ واجبۃ علیه و
لا قضاء علیه اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں پہیلیاں پوچھی جاتی ہیں کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو م اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنہ الذهاب الی امام آخر فعل لانها تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلے اربعا کالضحے اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے
پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
سے تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت ہی ہیں اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیریں زائد انمیں نہ کہے جیسے عید میں
کہا کرتے ہیں کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتها من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیۃ
وحکی القهستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلا بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آئندہ تینوں سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جائے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہے نہ اُسکے بعد یس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہے اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ ضحیہ مین مذکور
ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہین ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اِسکا اختلاف ہے روایتون کا کذا فی الطحطاوی
**واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الے ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ اے بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفے الفطر
للصحۃ** اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنے وقت اور صفت اور شرطین دونون یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے
دن تک یعنے بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہے اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہے تو عذر عید قربان مین کراہت
کے دور کرنے کو شروط ہے اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لیے شرط ہے یعنے بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہین **ویکبر جہرا اتفاقا فی
الطریق قیل وفے المصلے وعلیہ عمل الناس الیوم لا فی البیت** اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر
جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہے لوگون کا آج یعنے عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہ ہے کہ عیدگاہ مین تکبیر نہ کہے جب تک امام نماز نہ پڑھ چکے
بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گھر کے [illegible] ون راستہ مین ہے نہ گھر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکھا ہے تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہین ہوتی
کذا فی الطحطاوی **ویندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فے الاصح ولو اکل لم یکرہ اے تحریما** اور مستحب ہے کھانا نمازی کا نماز عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے
صحیح تر قول مین اور اگر کھالیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا مم یعنے جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہے اُنسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ رضہ سے
اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیرخوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح
نے لگائی تو اسکی مقتضی ہے کہ شاید کھانے مین کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ بدائع مین کہا ہے کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب یہ ہے
کہ نماز ہوچکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی مین سے کھانا ملے کذا فی الشامی **ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فے الخطبۃ** اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر
ایام تشریق کو خطبہ مین م اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت
بہت سکھایا جاتا ہے اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اسلیے عرفہ سے
پیشتر کے جمعہ مین اُسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین **ووقوف الناس یوم عرفۃ فے غیرہا تشبیہا بالواقفین لیس بشئ** ہو نکرۃ فی موضع النفی
فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ
بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ [illegible] اسے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹھہرنیوالون کے کوئی عبادت
نہین شارح نے کہا کہ شئ نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنے یہ ٹھہرانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب البتہ افادہ
دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہون اسدن کی بزرگی اور وعظ
سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہے بلا کراہت بالاتفاق مم شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون مین یا شہر کے باہر
کسی مکانین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اُس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ
نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہ ہے کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور بحر
مین اسکو مکروہ لکھا ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو صحیح ہے
اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی **ویجب تکبیر التشریق فے الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی** اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح
تر قول مین ایکبار بسبب اُسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے اسکو عینی نے مم اصح کا مقابل یہ ہے کہ تکبیر سنت ہے اور [illegible] تکبیر کا

اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہنا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ
الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی و[illegible] ان الذبیح اسمعیل وفی القاموس انہ الاصح قال
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عبرانی مین مطیع
اللہ ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا اسمین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت
فقیہ ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد
فرمایا وبشرناہ باسحق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنے بیٹا ہون دو
ذبیحون کا کہ ایک آپ کے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل
سے ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر
فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھالیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام
تکبیری کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرلے کہ وقت اس کا
تک باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی [illegible] ب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح تر قول مین تو انکے بعد
تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام کی تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہے نہ اورون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہے تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ
تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہے بسبب [illegible] امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہے کذا فی الشامی
اور واجب ہے اس مقیم پر [illegible] سافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ
[illegible] ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگون پر نماز فرض ہے انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دن کے

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھوین تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوے ہی سب شہرون اور کل زمانون مین یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی اُنکی پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علماء کلمہ لا باس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہی اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامہ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوین عوام تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذیحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبی کہتا اسلیے کہ بحر الرائق مین اس مسئلہ کو مجتبے سے نقل کیا ہی ویاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امام لادائہ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر فکبر بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اُسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہین تا کہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہؒ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے یہ کہ تعظیم اوستاد کی اُسکے امر کی بجاآوری مین ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب اُستاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اُسکی [illegible] لوگ اُسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر اُستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اُسکی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اُس نماز کے جو اُس سے رہگئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہو گی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدا الامام بسجود السہو لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لو محرما لعدمہما خلاصہ اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز مین یعنے سجدۂ سہو ایسے وقت مین واجب ہی کہ اُسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدا بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اُس سے نماز قطع ہو جائیگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہی اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہا من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا ہی اکہ جماعت عید مین شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف والخاء للشمس والقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہی اور خسوف خ سے چاند گہن م اور بعض کا قول یہ ہی کہ کسوف اور خسوف دونون کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر ہی مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہی قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیَاتِ
اِلَّا تَخْوِیْفًا) یعنے ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجالاوین اور اسکی طرف رجوع کرین اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہی اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہین گہنتے بلکہ یہ دونون گہن خدا تعالیٰ
کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو اٹھکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہی اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہی کذا فی الطحطاوی
یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وما فی السراج لا بد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر **عند الکسوف رکعتین** بیان لاقلہا وان
شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبیٰ نماز پڑھادے لوگون کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا [illegible] سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتین
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہی یعنے مستحب ہی کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا امام کی شرط نہین اور سراج مین جو یہ ہی کہ نماز کسوف
مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہی سوائے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کردی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہی اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبیٰ **وصفتہا کالنفل ای برکوع
واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ** اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے
وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے م ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے
پڑھتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ پڑھین اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز
مین جہر کرنے کو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات
کے دن ہوا اور اسمین آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے [illegible] گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی انکا وہم دور فرماوین
کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی **وینادی الصلوٰۃ جامعۃ** سمجھو اور پکار دے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہوجاوین م یعنے بجاے اذان
ان لفظون سے اعلام کردینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہی اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشا ہی **ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار
الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلہا** اور طول دے اس نماز مین رکوع اور
سجدہ اور قراءت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز [illegible] سے ہی پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگون کی طرف
منھ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہوجائے م قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورۂ بقر اور
دوسری مین آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہون تو انکے برابر دوسری سورتین پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا
ہوجائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو طویل کہا
اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہوکر اور لوگونکی طرف منھ کرکے اچھا ہی اور کھڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے
تو بہتر ہی اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر **وان لم یحضر الامام الجمعۃ صلے الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر** اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیار [illegible] ھانے کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھرون مین نماز پڑھین واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جھگڑا
ہوا کرتا ہی اسلیے گھرون پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھرون پر پڑھین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہی اسوقت
جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین م ظہیریہ مین یہ ہی کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑھ لین اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھادے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ اور جیسے نماز پڑھین تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنے دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اُنکے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریون کی کثرت کے وقت اور اسی مین داخل ہو دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہو اس سے مراد بدعت حسنہ ہو اور جو طاعون ہو وہ وبا ہو اور اسکا عکس نہین یعنے یہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہو ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہو اسلیے وبا عام ہو اور طاعون خاص اور مینہ اور برف مین دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہو نہ رحمت وفی العینی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور عینی مین ہو کہ کسوف کی نماز سنت ہو اور اسرار مین اختیار کیا ہو اُسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہو یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہو کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کی اوقات مین حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیے ہو کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا آخرہا واللہ تعالی اعلم اور فتح القدیر مین ہو کہ اختلاف کیا گیا ہو نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسی لیے مصنف نے اُسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالے اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہو طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اُسکی نماز کسوف سے یہ ہو کہ دونون مین اجتماع لوگون کا ہوتا ہو پھر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہو اور شریعت مین خشک سالی کے وقت خدا تعالے سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہو جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لیے باہر نجائین کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہو اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینہ کے برسنے کا ہم یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کر کے بیٹھے ہوے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اَللّٰہُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا ہَنِیْئًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا) اور جو الفاظ انکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہو مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا) یعنے مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہو بہت بخشنے والا بھیجیگا تمپر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہو بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہو نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کے یعنے امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھادے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہو یعنے امام محمد سے مروی ہو کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہو کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی ولا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہو بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنے امام کے نزدیک اور دعا مون کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہو اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی **ولا یحضر ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب**

استدراجا واما قولہ تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہو بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہو کہ دعا کافر

کی کبھی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہو کہ نہیں ہو دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہو کذا فی شرح مجمع م اس امر میں اختلاف

ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے

نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہو چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب

مین بڑا کافر وہ ہی اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مظلوم کی دعا مقبول ہی

اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہو کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے

دعا مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہینگے کہ تمھارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہیں فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور

نہیں ہو کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی **وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ ای بجماعۃ** اور

اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہو کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہو اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ استسقا مین نماز نہیں اسکے یہ معنی

کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں **ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ**

ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین **ناکسین روسہم** اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز

برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے منہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہی امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا

اور گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز اُنکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا نہ دھوے ہوے کپڑے پہنے یعنے پرانے یا پیوند لگے

ذلیلون کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہون م جنگل مین جانیکا حکم اُن لوگون کو ہی جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور

بیت المقدس کے باشندے نہون کہ اُنکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کردین کہ

توبہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہو کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی **ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون**

للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین

اور سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعہ سے منہ کی دعا کرین اور بچون کو

انکی ماؤن سے علٰحدہ کرین م ان لوگون کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ اُنکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول

ہوتی ہی چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہو کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہی تو تمھارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہی اور بچون کو مان سے جدا رکھنے مین یہ حکمت ہی

کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی **ویستحب اخراج**

الدواب اور مستحب ہی باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہی چنانچہ احمد نے روایت کیا ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام

لوگون کے ساتھ منہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اُٹھائے ہی آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمھاری دعا اس چیونٹی کی جہت

سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی **والاولی خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز** اور بہتر ہی نکلنا امام کا لوگونکے ساتھ اور اگر لوگ نکلین

امام کی اجازت سے یا بدون اُسکی اجازت کے تب بھی درست ہی **ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ** اور

جمع ہووین مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہوگا م شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہین اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ اُنکی گنجایش تو ہو جاے اور باشندون کی نہو اسلیے ضرور ہی کہ دعاء باران مسجد مبارک مین سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ مین کی جاتی ہی اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازون پر کھڑا کیا جاے وان دام المطر حتے اضر فلا باس بالدعاء بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینھ کی جھڑی لگے یہانتک کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہین دعا کرنے کا اُسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو م یعنے یون دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینھ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجہم ندب ان یخرجوا شکرا اللہ تعالے اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینھ عنایت ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالے کے شکریہ کے لیے باہر نکلین یعنے جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہی کہ باہر نکل کر دعا کرین تاکہ مینھ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہی نماز خوف کے بیان مین م اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہی کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافۃ الشی لشرطہ اضافت صلوٰۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کی طرف یعنے خوف شرط ہی اس نماز کی م بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی کہ اضافت مسبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہی اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہی ہے جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالے خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا علے ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنے امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز شروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اُسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہی اسلیے جائز ہی بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اسکے مثل اور چیزون کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید ہمنے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کر کے پڑھینگے پھر اُسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنے دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھین اور درست ہی یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہی اور یہ قید مین نے اورون کے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو م شارح نے عینی کا قول نقل کر کے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نکرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ارہابا لہ ویصلے باخری رکعۃ فے الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید ورکعتین فے غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولے واتموا صلوٰتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخرے واتموا صلوٰتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلاً او دشمن کے مقابل اُسکے ڈرانے کے لیے اور وہ نماز پڑھاوے دوسرے ٹولی کو مثلاً ب کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازون مین اور اسی مین داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑھاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب کے یعنے اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاوے

یہ ٹولی دشمن کے سامنے یعنے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت مین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑھنے مین اور آوے اٹولی پس
اُنکو امام پڑھادے باقی نماز یعنے جتنی نماز اُسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جاوے
براہ استحباب یعنی اگر بجا مین اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہو اور آوے ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرات کے اسلیے کہ وہ لاحق ہین
اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہو اور سلام پھیرین پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قرات کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق و منفرد
کا ایک حال ہو م صلوٰۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہو اور مستفی مین ہو کہ جائز ہر کیفیت سے ہو مگر اختلاف اسمین ہو کہ بہتر کونسی ہو اور قرآن مجید مین جو کیفیت
مذکور ہو اُس سے زیادہ تر قریب یہ صورت ہو جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہو اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف
صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہو گا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہو اگر سوار ہو کر جائینگے تو نماز باطل ہوجائیگی
وہذا ان تنازعوا فی الصلوٰۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلے بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اُس صورت مین ہو کہ مقتدی ایک ہی امام
کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہو کہ ہر ٹولی علٰحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے م یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہولے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ اُنکو پڑھاوے اور
اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہو جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی **وان اشتد خوفہم** وعجزوا عن النزول **صلوا رکبانا فرادی** الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء **بالایماء الے جہۃ قدرتہم** للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگون کو اور عاجز ہون اُترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو اُنسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے **فسدت بمشی** بغیر اصطفاف وسبق حدث **ورکوب** مطلقا **وقتال** کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہو اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین اُنسے فاسد ہوجائیگی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ
جو کوئی اُسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا **والسابح فے البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلے بالایماء والا لا تصح کصلوٰۃ الماشی**
والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضاء ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح
نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ اُنکی نماز بھی صحیح نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
تصح صلوٰتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اُسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہو سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اُسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگون نے
نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو اُنکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اُسکا عکس ہو تو درست ہو
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہوگیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فے سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہین نماز خوف اُس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہو اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی م یعنے جس شخص

کالنفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اُسکی صلوٰۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلاہا فی اربع
ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوّل غزوۂ ذات الرقاع مین
دوم بطن نخل مین سوم غزوۂ عسفان مین چہارم غزوۂ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوند والا اِس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا
کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری مین روایت ہے کہ اس غزوہ مین ہمارے پانوٴن زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پانوٴن پر چیتھڑے لپیٹے تھے
اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری مین غزوۂ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عسفان بروزن
عثمان مکہ سے دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف و را مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہ غزوہ
سنہ ۶ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شارح
چار مقام لکھتا ہے تو یا یہ مراد ہے کہ چار بار غزوون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہ کہ ان مقامون مین چوبیس نمازین خوف کی پڑھین مالعلم

باب صلوٰۃ الجنازۃ

یہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اُسکے لواحق کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلیے بیان
کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی
من اضافۃ الشئی الے سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنے میت سبب ہے اس نماز کا وہی بالفتح المیت و
بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسرہ جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہین اور ایک قول یہ ہے کہ
بفتح اور کسرہ دونون مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت لضد الحیوٰۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی
کے مقابل اور ایک قول یہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے ہم موت مین اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہین انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے
(خلق الموت والحیوٰۃ) یعنے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی ہے اور
اُسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونون جمع نہین ہو سکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہے کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست کرنیکا نام
موت ہے تو عدمی ہوئی اور اسمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنے عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہ ہے
ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علے یمینہ ہو السنۃ
مُنہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ مُنہ پھیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہ ہے
کہ پانوٴن اُسکے ڈھیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھس جائین ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنے جسکے پاس موت
حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علے ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلاً لیتوجہ
للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علے الاصح صححہ فی المبتغے وان شق علیہ ترک علے حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہے چت لٹانا اسکا
پر اس صورت مین کہ دونون پانوٴن اُسکے قبلہ کی جانب ہون اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ مین لیکن اُسکا سر تھوڑا سا اُبھار دیا جاوے
تاکہ جانب قبلہ اُسکا مُنہ ہو جاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ مُنہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب
یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اسی طرح مُنہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ
کرنے مین اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہو اُسکا مُنہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اُسکے

زجر کے باعث ہے کذا فی الطحطاوی وَلُقِّنَ ندبا وقیل وجوبًا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پہلے اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول
نہین م تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جاے
کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسی طرح یاد دلایا جاے اور یہ
یاد دہانی اُسوقت تک ہے کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس
کسی نے واجب کہا ہے وہ مجازا کہدیا ہے اور بعض فقہا نے لکھا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلیے کہ حدیث شریف مین ہے کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ
ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہے مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہما
اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
مین مرقوم ہے م جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اُسکی حلق مین
غرغرہ نہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون
حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنے تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو م دوسری بات وندب قرأۃ یٰس والرعد اور مستحب ہے مرنے والے کے پاس سورۂ یٰس اور رعد کا پڑھنا یعنے اسلیے
کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہے اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر رض نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاے م چونکہ حدیث مین
آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی یعنے تو نہین سناتا مردون کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہین بلکہ اُس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار مین وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث مین
وارد ہے کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ اے فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے
اللہ تعالے پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے اے آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ اے حوا کی بیٹی ومن لا یسأل یعنے

جن لوگون سے سوال قبر نہوگا

ان لا یلقن والاصح الانبیاء علیہم السلام لایسألون والاطفال المومنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نہ کیا جاے مناسب ہے کہ اُسکو تلقین بھی نہ کی جاے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم رحہ نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ اُنسے سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہینگے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ہم جن لوگون سے سوال نہوگا وہ یہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی ویکرہ تمنی

الموت وتمامہ فے النہر ویجی فے الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا نہ کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آگے آویگا م نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الٰہی مجکو زندہ رکھ جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین

وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یستغفر فے حقہ ویعامل معاملۃ موتے المسلمین حملا علے انہ فے حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اُنکے لیے اُسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اُسکے ساتھ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اُسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اُسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت مین ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے م یعنے اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصداً کہنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اُسوقت مین عقل نہونے کا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ

تحسینا لہ یقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد

اعضاؤہ ویوضع علے بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مرجاوے تو اُسکے جبڑے باندھ دیے جائین اور اُسکی آنکھین بند کی جائین اُسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر منھ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اسپر وہ حال جو اُسکو آگے کو درپیش ہو یعنے سوال قبر اور احوال قیامت اُسپر سہل کر اور اسکو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہے اُسکو بہتر کر بہ نسبت اُسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنے آخرت کو اُسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اُسکے اعضا پھیلا دیے جائین اور اُسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز رکھدی جاے اور اُسکے پاس خوشبو حاضر کیجاے اور اُسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین ویعلم بہ جیرانہ

واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاے اُسکے مرنے کی اُسکو ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاے اُسکے سامان کفن ودفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اُسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی

الغسل کما فے القہستانی معزیا للنتف اور پڑھا جاے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اُٹھایا جاے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کی طرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ نتف مین ویقرأ ہے بصیغۂ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکھا لا نفی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لاہو تو نتف اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحرالرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح
آگے بیان کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہوگیا ہے قلت ولیوہ یہ الکف اسلے انغسل بل ان یرفع فقط وفسرہ فی البحر

برفع روحہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل وعللہ الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت
مین کہتا ہون کہ نتف مین نہانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اُٹھلئے جانے تک اور بحرالرائق مین
اُٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہے یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت
یہ ہے کہ کمروہ تحریمی ہے قرارت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت
مین قرآن کا علحدہ رکھنا ہے میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہوجاتا ہے قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہانے کہا کہ میت
کی نجاست حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ حکمی ہے ہم اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی
ہین ویسے ہی آدمی بھی ہوجاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر
کنوئین مین گرجاے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور نہلانے سے جو پاک ہوجاتا ہے تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہے اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت
کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈھیلے ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہے اور زندگی مین بے وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے
اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور نہانے
اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا شروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوجاتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی
نجاست حکمی ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہوجاتا ہے اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار
اکثر فقہا کا قول اول ہی ہے وعلیہ ینبغی جواز القراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قرارت درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن
کا پڑھنا درست ہے ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہے تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے
اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاے تو مکروہ ہے اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہے کہ مردہ
کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر
چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرارت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علے سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنہ وعندموتہ فہی ثلث لاخلفہ
ولا فی القبر اور جبھی کہ مرجاے رکھا جاے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سے
زیادہ نہ بسایا ہو مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا
نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین
وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوسرے غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث
مین منع وارد ہے کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیچلو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بدفالی ہے اور یہ جو کہا کہ بفور مرنے تختہ پر رکھین یہ اس
صورت مین ہے کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو بایں لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہے کہ شمالاً جنوباً رکھین قبر
کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پانون قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی تبصرف وکرہ قراءۃ القرآن

عنده الى تمام غسله عبارت الزيلعي حتے تغسل وعبارة النهر قبل غسله اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اُسکے غسل کے پورا ہونے تک
زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جب تک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہی کہ اُسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہی م اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد سبکی
یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قرأت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی **وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر من الرواية وقيل مطلقا** الغليظة والخفيفة **وصحح** صححه الزيلعي
وغیرہ اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہی کہ مطلق برہنگی چھپائی جاے خواہ خفیف ہو یا غلیظ
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی یعنے زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا م عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اُنکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہ ہی کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی **ويغسلها تحت خرقة السترة
بعد لف خرقة مثلها على يديه** لحرمة اللمس كالنظر اور دھوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے م شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہی جیسے دیکھنا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لیے تہمد اور کپڑے ضرور نہین **ويجرد من ثيابه كما مات وغسله عليه السلام في قميصه** من خواصه
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بفور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہی م بفور مرنیکے
اسلیے ننگا کیا جاے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت
کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگون کو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلا دین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو
معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی **ويوضأ** من يومر بالصلوة **بلا مضمضة واستنشاق** للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسي اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور
ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اُسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہ ہی کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاے یعنی نہلانیوالا اپنی اُنگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر
م نماز کا حکم کیا جاے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ عقل ہو اُسکو وضو کرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہی اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور
جنب کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دیے کو بالاتفاق لکھا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین دیکھا
بوجهه ويمسح رأسه اور شروع کیا جاے اُسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنون کو پونچھکر
منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاے اُسکے سر پر یعنے وضو مین م شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اُسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاے اور
امام ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاے اور اُسکی صورت یہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی **ويصب عليه ماء مغلي
بسدر ورق النبق او حرض** بضم فسكون الاشنان **ان تيسر والا فماء خالص مغلي** اور اُسپر وہ پانی ڈالا جاے جسمین بیر کے پتے جوش دیے گئے
ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حا مہملہ
اور سکون را مہملہ اشنان ہی جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اُس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین **ويغسل رأسه**

ولحیته بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بهما شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اسکا اور داڑھی
اسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے
ریش ہو یا سر پر بال نہ رکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ
لیبدأ بیمینہ فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ ویضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لتحصیل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر ولو زاد علیہا
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنے اٹھانے
والا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اسکو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اسکو بائین کروٹ پر لٹا کر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہوجاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہوجائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسند بالصیغہ مجہول ہی م شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فارغ ہو
تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اسکے بعد بائین کروٹ لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ
ولا وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر شروح مجمع اور اسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم
ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہوگیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہوجاتا ہی نہلانے سے اسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشروح مجمع م یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب نہلا دیا اسکی
نجاست دور ہوگئی اب جو کوئی نجاست اسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہوسکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اسکے سر اور ڈاڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین انپر کافور ملا جائے انکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص
ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اسکے سوائے
ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیجائے م نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین تو کفن مین مردہ کے رکھدیے جائین کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبر
وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اسکے سوراخون مین مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہ مین ہم
شرمگاہون مین روئی رکھنے کو بعض علمانے پسند نہین کیا اور شارح نے لاباس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہی کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی
جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائین دونون ہاتھ مردہ کے اسکے دونون پہلوون مین نہ اسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ
رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہی اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمہ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی و
نسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اسکی طرف نگاہ
کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلیے کہ حضرت علی رض نے فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رض کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا مذکور ہی
عینی کے شرح مجمع مین ہم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر تھیلی چڑھا کر تیمم کرا دے
اور اسکے ہاتھ نہ کھینچے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اسکو جائز ہی کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالباً اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہی اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپکی خصوصیات مین سے ہی
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمھاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہی سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہی جیسے زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہی کذا فی الشامی مختصراً وہی لاتمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبے اور عورت نہ منع
کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرطِ باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلاوین اور نہ آقا انکو نہلادے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبیٰ ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ مین مرنے کے بعد ملک باقی نہین رہتی جو
موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہی شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہی صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع
مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اسکا ہی غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتون مین موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجہ بدون تے کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذٍ اعتباراً بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اسکے بسبب حلال ہونے اسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین حالت زندگی کا لحاظ کرکے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اُس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی **وجد رأس آدمی** او احد شقیہ **لا یغسل**
ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ لو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کردیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا
کہ اگر نصف وہو معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے **والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا**
لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اُجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا
وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب مین ہوجانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر
اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج **ولو غسل المیت بغیر نیہ اجزاہ** اے لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال **لو وجد میت فی**
الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتح کہ فے الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہوجانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار
نہلانا ضرور ہے اسلیے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اُسکو سمجھ
لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ
اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلانے کے فرض ساقط نہوگا انتہے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام
وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے
تمھارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے **لو لم یدر امسلم ام کافر ولا**
علامۃ فان فے دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرحکا مردہ دارالاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاے اور اگر بے علامت دارالاسلام مین نپایا جاے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاے نہ نماز پڑھی جاے ہم بر الکین
ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیرناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہے **اختلطوا بینا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر** فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فے شرح الطحطاوے پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے

م بعض فقہانے کہا کہ اُنپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پہ نماز کسی صورت سے
جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی ولا تُصَلِّ علے احدٍ منہم مات ابدًا یعنے اُنمین سے جو مرگیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑہ اور بعض فقہانے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجزی نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہ لے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تین اماموں کا یہی ہے اور
یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہا کہ اُنکے لیے قبرستان
علٰحدہ بنا دیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فی الحموی کدفن ذمیۃ حبلے من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علٰحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد
لظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اُس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اُسکا دفن کرنا علٰحدہ اور کیجاوے اُسکی پشت
قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ کا مُنھ مان کی پشت کی جانب ہے م یعنے بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا مُنھ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنے حمل چار مہینے سے
کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کی جاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کراوے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کراوے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کراوے اور اگر محرم نہو
تو اجنبی تھیلی سے تیمم کراوے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کراوے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثے مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچون کے ہے اُسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونے کی صورت مین اُسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلے علیہ ثم
وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیًا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ
پڑھین اور ایک قول یہہ ہے کہ غسل ندین اور نہ نماز کا اعادہ کرین م بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون چاہئین
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاے نماز کا اعادہ نکیا جاے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز بھی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویُکَفَّنُ سنۃ الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبے واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پانوُن تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر
پانوُن تک بدون آستین کے اور ایک پوٹلی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اُسکو پچھلے فقہانے
علما اور سادات کے واسطے م اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی حال مین باندھی نہ جاے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہین
تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا م یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبے مین ہے کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویحسن
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین ہوجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریہ م اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہہ مراد نہین کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابو داؤد و ترمذی کی حدیث مین ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی وکلہا دیع

ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها اور عورت کے واسطے کفن مین سنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص
اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے م قہستانی مین درع اور
قمیص مین یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی
مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایتہ لہ ازار ولفافة فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ
اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا
باوجود قدرت کے مکروہ ہے م مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا وہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو
کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی
اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین
ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ انسے سر اور گردن بھی رہیگی وکفن الضرورۃ
لہما مایوجد واقلہ مایعم البدن وعند الشافعی مایستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہے جو میسر ہو اور اُسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے
بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے م کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض
کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو اُنکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اُس سے اُنکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون
کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے
چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع
علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافة کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر
اُسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اُسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین
طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تا کہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ ای الدرع
والخمار فوقہ ای الشعر تحت اللفافة ثم یفعل کمامر اور عورت کو کفنی پہنا کر اُسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالون کے
اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اُسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر م
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تا کہ کفن کھلنے نپاے اور جوہرہ مین یہ ہے کہ اول
ازار لپیٹین اُسکے اوپر سینہ بند باندھین اُسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ
دیا جاوے اگر خوف ہو اُسکے کھلجانیکا والخنثی المشکل کالمرأۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہے یعنے احتیاطاً اُسکو پانچ کپڑے
کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اُسکو ندیا جاے کذا فی الشامی

والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنے اُسکا سر ڈھانکا جاوے اور اُسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ
کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا الکفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو
اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہے م حلبیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اُسکے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر
فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اُسکو نہ دیا جاے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اُسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی **وآدمی منبوش طرے لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخرے** اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اُسکو کفن دیا جاے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین م اگر ایکبار کا کفن کسی نے چورا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مرہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جائین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے بمقدار کفن واپس لیا جاے کذا فی الشامی **وان تفسخ کفن فے ثوب واحد** اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاے م اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اُسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والے ہنا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہا فے المجتبے اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہوے اور بارھوان شہید ہی ذکر کیا ہی انکو مجتبے مین م یعنے پانچ متن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ غیر بالغ ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین **ولا باس فے الکفن ببرد وکتان وفے النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلے فیہ** اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہی اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا **وکفن من لا مال لہ علے من یجب علیہ نفقتہ وان تعدد وافعلے قدر میراثہم** اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر واجب ہی جسپر اُس مرے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسد موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہی اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی **واختلف فے الزوج والفتوے علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فے البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا** اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیۃ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہی اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی م اس باب مین فتوے مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال ہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اُسکا کفن شوہر پہ واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصراً **وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففے بیت المال فان لم یکن بیت المال معموراً او منتظما فعلے المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبے وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ** اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے
اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دین کذافی المجتبی اور ثوبا کہنے سے بظاہر
معلوم ہوتا ہے کہ واقف کارون پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار زندہ
تو سب گناہگار ہونگے ولو کان نے مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک
شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اُسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل
مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پاسکتا کذافی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ
وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار
کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین م شارح و
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اُسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہے وہی اس
نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو
اُسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذافی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلے علے قبرہ بلا غسل وان صلے علیہ اولا استحسانا
اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنے اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک
شرط ہے کہ اُسکو مٹی نہ دیجاے اور مٹی دینے کے بعد اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے
م وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذافی الطحطاوی وفے القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فے ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فے حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا اور قنیہ مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا
شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اُسکے
عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور
پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورون کی نماز مبنی تھی جب اُسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذافی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی
مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطہا حضورہ ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ
امام المصلے وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

شرط مردہ کا رکھا جانا ہی زمین پرخواہ ہاتھون پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہی کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کیجانب ہم
اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاے تو شرطین آٹھ ہوجائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہونگی
سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنے ہونا شرط نہین ایک کا ہونا کافی ہی کذا فے الشامی فلا
تصح علے غائب ومحمول علے نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علے الصبی پس نہین درست ہی نماز اوپر مردہ غائب کے
بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہ اُسپر جو اُٹھایا ہو مثل سواری پر یعنے کسی گاڑی یا جانور یا لوگون کے مونڈھون پر ہو بسبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اُسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہی ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے
پر یعنے اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف ہونا اور ستر عورت شرط ہی مردہ مثل امام کے ہی اور ہر وجہ سے امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ
سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلیے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ
لڑکے کی امامت درست نہین وصلوۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم یعنے یا تو صلوۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائین یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہی نجاشی بکسر نون
و فتح جیم بلا تشدید و یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اُسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور اُنکے ساتھ اُسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کردیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہون اور دوسرون کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر
لوگون نے سر کو ٹانگون کی جگہ رکھدیا ہو اور اُنھون نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو اُلٹا رکھا یعنے سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائین ہاتھ رکھکر
پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو اخطاؤا القبلۃ صحت ان تحروا والا لامفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنے اور طرف کو نماز جنازہ
پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہی و رکنہا
شیئان التکبیرات الاربع فالاولے رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزین
ہین اول چارون تکبیرین دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہی شرط نہین اور اسی وجہ سے جائز
نہین دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز
نہین کذا فی الطحطاوی وسننہا ثلث التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولے شرط
ردہ فے البحر بتصریحہم بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد وثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہی اُسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہی کہ دعا رکن ہی اور تکبیر اولی شرط ہی اُسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اُسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہی کہ ثنا اور چیز ہی اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونون سے مراد ایک ہی
چیز ہی تو مناسب تھا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہی اسلیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولے کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین مصرح ہی کہ دعا

سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے ور درود دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق اُسکو کس طرح ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اُسپر ناجائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوٰۃ مین میت کے لیے دعا کرنا نمازی پر واجب کہہ چکا ہی تو اُس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولے کے باب مین قول فیصل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی اور من وجہ رکن انتھے **وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق** فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فے الحرب ولو بعدہ صلے علیہم لانہ حد او قصاص وکذا اہل عصبۃ **ومکابر فے مصر لیلا بسلاح وخناق** خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان پر جو مر جاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ اُنپر نماز پڑھی جاوے جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو اُنپر نماز پڑھی جاوے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بھی نماز پڑھی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر مین رات کو ہتھیار سے اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے مین مارا جاوے تو اُنکا حکم مثل باغیون کے ہی اُنپر نماز نہ پڑھی جاوے م مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ مین کھڑا ہو جاوے اور جو اُس طرف کو نکلے اُسکا مال چھین لے کذا فی الشامی **من قتل نفسہ** ولو عمدا **یغسل ویصلے علیہ** بہ یفتے وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فے مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہی اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اُس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اُسپر نماز نہ پڑھی م امام ابو یوسف رح کا قول ہی کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی دلالت اس بات کی نہین کہ اُسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہین پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی **لا یصلے علے قاتل احد ابویہ** اہانۃ لہ والحقہ فے النہر بالبغاۃ اور جس نے اپنے والدین مین سے ایک کو مار ڈالا ہو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اُسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہی اسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین ہی چارون مین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوے کذا فی الطحطاوی **وہی اربع تکبیرات** کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ **یرفع یدیہ فی الاولے** فقط وقال ائمۃ بلخ فے کلہا **ویثنی بعدہا** وہو سبحانک اللہم وبحمدک **ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم** کما فے التشہد **بعد الثانیۃ** لان تقدیمہا سنۃ الدعاء **ویدعو بعد الثالثۃ** بامور الآخرۃ والماثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اُٹھاوے دونون ہاتھ اپنے فقط پہلے بار اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتھ کانون تک اُٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر قول اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنے وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات مین پڑھتے ہین اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہی م دعا حدیث کی یہ ہی (اللہم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان) اور عوف

ف۱ بعض نسخون مین فلا یغسلوا بدون نون کے طحطاوی نے کہا کہ صحیح نون کے ساتھ ہی ۱۲

ف۲ قصاص اُس صورت مین ہوگا کہ حد ساقط ہو مثلاً کوئی شخص رہزنی اپنے محرم پر کرے ۱۲

بن مالک رضؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اَللّٰھُم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم منزلہ ووسع مدخلہ
واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ و
ادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونون کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعاے حدیث یاد نہو
وہ یون کہے اَللّٰھُم اغفر لنا ولوالدینا ولہ وللمومنین والمومنات کذا فی المنح وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ منبی عن الانقیاد فکانہ دعا فی حال الحیوۃ
بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وہو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعاے حدیث مین اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی
اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمان برداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونون کی ہی اور حالت موت مین فرمانبرداری موجود نہین
ہم اسلام کے معنی ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہین تو شارح
حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہی کہ زندگی مین اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونون معنے سے مناسبت ہی اور حالت موت مین چونکہ
بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلیے اُسوقت مین ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ تسلیمتین
ناویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنے داہنی اور بائین طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیون کے
ہم خانیہ مین کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہو سکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان مین
السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر
بالتسلیم وفی جواہر الفتاوی یجہر بواحدۃ اور ان سب باتون کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین لیکن بدائع مین ہی کہ عمل ہمارے
زمانے مین اسپر ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوے مین ہی کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنے دوسرے کو آہستہ کہے ولا قراءۃ ولا تشہد فیہا
وعین الشافعی رح الفاتحۃ فی الاولی وجوز عندنا بنیۃ الدعاء وکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتہا فیہا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ مین نہ قرات قرآن ہی نہ التحیات
اور معین کیا ہی امام شافعی رضؓ نے الحمد کو بعد تکبیر اولی کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولی کے اور اس صورت مین
قائم مقام ثنا کے ہو جائیگی اور مکروہ تحریمی ہی قرات کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرات الحمد کے نماز جنازہ مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے وافضل صفوفہا آخرہا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفون مین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے م یعنے پچھلی صف
مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہین کہ مردہ کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع
لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ہذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ وینوی الافتتاح لکل تکبیرۃ وکذا فی العید
اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہی تو مقتدی ٹھہر جاے
یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوے ہی یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مقتدی تکبیر امام کی سُنے اور اگر مکبر سے
سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عیدین ہی کہ اگر امام سے تکبیرین سُنے تو بعد چھ تکبیرون کے متابعت
نکرے اور اگر مکبر سے سُنے تو اُسقدر آپ کہے م یعنے ممکن ہی کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے کمبر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر پر
نیت شروع کی کر لے تا کہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ زیلعی نے کہا ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث مین پانچ یا سات
یا نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیہا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفہم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگونکے م شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ
دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض
لیھیی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعاء بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تا کہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور مشفع بصیغۂ مفعول
باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعۃ ہی اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہی واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہی
کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اُسکے مان باپ کو بلکہ مان باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی م یہ جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہی اس دعا
مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع مان باپ یا نمازیون کا ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین
اُسکے لیے دعا ہی آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہی تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی جو کسی نسخے مین پایا جاتا ہی یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ
دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہی اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی
یہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہی اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا
ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی
تتصرف ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ
میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہی ایمان کی اور شفاعت نمازیون کی مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہی والمسبوق
ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین
امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے یا کہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تا کہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہی کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا م یعنے اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہیئین امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہیئین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہو گیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اُسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اُسی وقت تکبیر
کہے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہہ کے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہو گئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے ادا امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہو جاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہو گا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہی یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

نکرے اُسی وقت تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اسلیے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہوگیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا ثم یکبران
مافاتہما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علے الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جسقدر اُنکو فوت ہوجاین بعد فارغ ہونے امام کے
پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اُٹھائے جانے کا گردنون پر موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے دو تکبیرین کہ لین
اور یہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ نکہے
اُسکے پیچھے کہے تو اُس سے کچھ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نہر اور مجتبے مین جو یہ ہے کہ مدرک یعنے
موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیرین فوت شدہ اُسی وقت کہ لے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبے مین ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص
موجود تھا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہوجاے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہ لے اسی طرح اگر دوسری
اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہوکر فوت شدہ کو اُسی وقت کہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہے اکثر نے یہی کہا ہے کہ بعد
سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوٰۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء
التحریمۃ فاذا اسلم الامام کبر ثلاثا کما فی الحاوی وعلیہ الفتوے ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اُسکی نماز
فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر مین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہوجاے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام
سلام پھیرلے تو تین تکبیرین کہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہوجاوے تو سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا
ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی وغیرہ نے م یعنے طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب
شریک ہوسکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلیے اُسکی شرکت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے
اسلیے شریک ہوسکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علے کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز
اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہوجاین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے
یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اُس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے
ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی
الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت مین سب جنازون کو ایک صف
کردے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاٹون کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اُس شخص کے سینے کے مقابل جو اُن سب مین افضل ہو اور اگر چاہے
تو اُنکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنادے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو
اور اگر اس صورت مین زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کا دوسرے سے کچھ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا سا بائین طرف کو
رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے م طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہے کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب مین
حاصل ہے وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد
والعبد علے المرأۃ واما ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ہذا فیجعل الافضل مما یلے القبلۃ فتح اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت مین
یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اُسکا جو اُس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اورون کا اور اگر
علم و فضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثٰی کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاے عورت پر اور اُنکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر مین اُنکی
انسی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی النھر م ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون
کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کی وجہ سے دفن کرین تو دونون کے درمیان مین
مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہوجاے اور بعد مٹی ہوجانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی و
يقدم في الصلوة عليه السلطان ان حضر اونائبه وهو امير المصر **ثم القاضي ثم صاحب الشرط ثم خليفته ثم خليفة القاضي ثم امام الحي** فيه ايهام وذلك ان تقديم
الولاة واجب وتقديم امام الحي مندوب فقط بشرط ان يكون افضل من الولي والا فالولي افضل كما في المجتبى وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاے
مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب
پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام مین ایہام ہے یعنے یہ وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہے
حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہے اور وہ اسطرح ہے کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی
سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہے چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہے ایسا ہی مذکور ہے وفي الدراية امام المسجد الجامع اولى
من امام الحي اے مسجد محلته نهر اور درایہ مین ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النھر **ثم الولي** بترتيب
عصوبة الانكاح الا الاب فيقدم على الابن اتفاقا الا ان يكون عالما والاب جاهلا فالابن اولے پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہے
نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت مین بیٹا اولے ہے م ایک نسخے
مین فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہے کذا فی الشامی فان لم يكن له ولي فالزوج ثم الجيران اس اگر مردہ
کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہے پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہین اجنبی شخصون مین ومولے العبد اولے من ابنه الحر لبقاء ملكه اور غلام کا
آقا بہتر ہے بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے م بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حکمی
ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہوجاتی ہے کذا فی الشامی والفتوى على بطلان الوصية بغسله والصلوة عليه اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہے
واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے م یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلادے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی
طرح اگر وصیت کی فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی وله اے المولى ومثله كل من يقدم
عليه من باب اولے **الاذن لغيره** فيها لانه حقه فيملك ابطاله **الا انه اذا كان هناك من يساويه فله** اے لذلك المساوي ولو اصغر سنا **المنع**
لمشاركته في الحق اما البعيد فليس له المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑہانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہے تو اُسکو
اختیار ہے اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روک دینے
غیر شخص کا ہے بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین
وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے
زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا **فان صلى غيره** اے الولي **ممن ليس له**
حق التقدم على الولي ولم يتابعه الولي اعاد الولي ولو على قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا ليس لمن صلى عليها ان يعيد
مع الولي لان تكرارها غير مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نہ کی

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اُسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابوالسعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے **والا ای وان صلے من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولے لا یعید لانہم اولی بالصلوٰۃ منہ** اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں مگر ولی نے اُسکے پیچھے پڑھ لی تو اس صورت میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہیں ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکو اجازت دینا ہے نماز پڑھانے کی **وان صلے ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلے غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہا بحق** اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑھی اسطرح کہ جو شخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہو گئی **اما لو صلے الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ** اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے **وفیہ حکم صلوٰۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوٰۃ اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء مالم یتمزق** اور مجتبیٰ میں ہے کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے مردے سے تو ولی اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو ہم حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو بلحاظ ولایت والے کے گویا نماز مردے سے نہیں ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ میں نے مجتبیٰ میں یہ مسئلہ نہیں پایا **وان دفن واہیل علیہ التراب بغیر صلوٰۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا مالم یغلب علے الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع** اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اُسپر مٹی ڈالدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک کہ گمان غالب اُسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے پھٹنے میں شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالبًا یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ ممن لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبیٰ کے مسئلہ کے ساتھ دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونوں صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت میں صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوم پھٹنا جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اُسی کو ترجیح دیگئی **ولم تجز الصلوٰۃ علیہا راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا** اور نہیں جائز ہے نماز

جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوے بدون عذر کے بدلیل استحسان م یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑھین مثلاً کادے یا مینہ کے باعث نماز سکین
یا بیٹھکر پڑھین کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی **وکرہت تحریما** وقیل تنزیہا **فی مسجد جماعۃ** ہو اے المیت فیہ وحدہ او مع القوم و
اختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم **والمختار الکراہۃ** مطلقا خلاصۃ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس
عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلے علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت
یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اُسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر
ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اُسکے توابع کے لیے
بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو
اُسکے لیے نماز نہین ہم شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنی اُسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ
لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا
ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونیکو ٹھہرایا جاوے تو
جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف
میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف
کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونونکا ظرف کہو تو کراہت دونونکے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت
نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر
نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب وقتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے
زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اُسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق مفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ
مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم
سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اُسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اُسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید ہی یہ روایت کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا
معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اُسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے
ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اُسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور اُسکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا
کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور
اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً **ومن ولد فمات یغسل ویصلے** علیہ ویرث ویورث
ویسمے **ان استہل** بالبناء للفاعل اے وجد منہ ما یدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ فان قطع اذنہ
فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اُسکی
میراث اورون کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اُس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اُسکا زندہ ہونا
معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہان تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اُسی وقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

سر نکلنے کے بعد اُسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اُسپر خونبہا لازم ہوگا مع نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر ہونے کے
چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جاوے اور نام اسلیے رکھا جاوے کہ آدم زادہ ہے نام رکھنے مین اسکی تعظیم ہے اور استہلال مطلق آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے
وقت کہتے ہین پھر پیدائش کے وقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اسلیے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا عضو
کا بھی کافی ہے اور چونکہ شریعت مین ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے اسلیے وہ وارث اور مورث ہو سکتا ہے غرہ بضم غین معجمہ و تشدید راے مہملہ خونبہا مرد کے
بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مردہ کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا پچاس دینار کا ہوا اور وجہ غرہ کی یہ ہے کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا
اسکو حکم پیٹ کے بچہ کا ہے اور پیٹ کے بچے کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلیے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کی
وجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی والا یستہل غسل وسمی عند الثانی وھو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی
علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے تو اُسپر فتوے
دیا جاوے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہے مع اکراما علت متن کی ہے یا بہ یفتی کی اور اُس بچے کا حکم ہے جسکی پیدائش
پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اُسکے نہلانے مین اختلاف ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر
ھو المختار اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہو جاوے بعض پیدائش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہے اور اُسکا حشر ہوگا ھ
شامی نے کہا کہ ھو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلیے کہ ظہیریہ مین اسیطرح ہے غرضکہ حشر مین اختلاف ہے بعض فقہانے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا
اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہوگی تو حشر ہوگا و ادرج فی خرقۃ و دفن ولم یصل علیہ وکذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع
احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا العقبی لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل و نام رکھنے کے بعد
لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کر دیا جاوے اور اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علیحدہ ہوا ہو گا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید
کیا جاوے مع ایک کے ماں باپ مین سے کہ اگر مر جاوے تو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلیے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنے احکام دنیا مین اسکا تابع ہے نہ احکام
آخرت مین بسبب اُس قول کے کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے مع خود بخود کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور
بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اُسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو سبی بدونہ
فہو مسلم تبعا للدار او السابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان
ہے بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان
ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنے سات برس کا ہے تو اُسپر نماز پڑھی جاوے بسبب ہو جانے اُس بچہ کے مسلمان یعنے بہ تبعیت ماں
یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے مع سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اُسکو کہا ہے
کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہے اور اُسکا اتباع بہتر ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالی اور اُسکے
فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اُسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے
اور اُس سے اُنپر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسال العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال لہ ہل انت
مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یضر توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہانے کہا ہے کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اُسکے
سامنے اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اُسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اُس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہان کہدے تو اُس کے

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاے اور اسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذافی الفتح کیونکہ عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین **ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی** اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب **عند الاحتیاج** فلولہ قریب فالاولے ترکہ لھم **من غیر مراعاۃ السنۃ** فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اس کافر کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اس کافر مردے کو ان رشتہ دارون کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک گڑھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے مین ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور نہین جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا م شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اسکے دفن کرنیکو **واذا حمل الجنازۃ وضع** ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر **علی یمینہ** عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ **ثم** وضع **مؤخرہا** علیہ ای یمینہ کذلک **ثم** مقدمہا **علی یسارہ ثم مؤخرہا** کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ **فیمشی خلفہا** اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کے اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتیانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر بہ قدم سے فراغت ہوجائیگی اسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی جنازہ کو بہ قدم اٹھاوے تو اسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بفتح بھی بولتے ہین اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ بکسر خا معجمہ ہے اور فتح بھی دیتے ہین م گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرون کی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اسکا جنازہ ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا

وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اٹھایا ہے م یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا **وکرہ** عندنا **حملہ** مین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی العنق کالامتعۃ **ولذا کرہ حملہ علے ظہر** و دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹھانا مردے کا چارپائی کی دو ڈنٹی یا سرون کے بیچ مین سے پکڑکر خواہ دو شخص اٹھاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑکر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردے کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہے جنازے مین مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھین **وا**لصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک **قلیلا** الحیلہ **واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علے جنازۃ** بچہ شیر خوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا اسکو ایک شخص اپنے دونون ہاتھون پر اٹھاوے اگرچہ اٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اٹھایا جاوے **ویسرع بہا بلا خبب** ای عدو سریع ولو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذاے مردہ اور ساتھ والون کے م جنازے مین اسقدر جھپٹنا مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اسکو اچھی جگہ پہونچاؤ گے اور اگر برا ہے تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے کذافی الشامی **وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلے علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ** الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیۃ اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہوجائیگا تو اس صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذافی القنیۃ کما کرہ لمتبعہا **جلوس قبل وضعہا** وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والیکو بیٹھنا پہلے

جنازہ سے رکھنے کے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے م عبادہ بن صامت سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک ۔ قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرد کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہی **ولا یقوم من فی المصلے لها اذا راٰها قبل وضعها ولا من مرت علیه هو المختار** وما ورد فیه منسوخ زیلعی اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازے کو دیکھے پیشتر اُسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہو کر گذرے یہی قول مختار ہی اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب مین وارد ہی وہ منسوخ ہی کذا فی الزیلعی م یعنے یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اُسکے لیے کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمھاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اُسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی **وندب المشی خلفها لانها متبوعة الا ان یکون خلفها نساء فالمشی امامها احسن** اطلیا اور مستحب ہی پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہی اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہی مگر یہ کہ ہووین جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازے کے آگے چلنا بہتر ہی کذا فی الاختیار م جنازہ کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث مین حکم ہی اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہی نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی ویکرہ خروجهن تحریما وتزجر النائحة ولا یترک اتباعها لاجلها مکروہ تحریمی ہی نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیجاے نوحہ کرنیوالی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاے بسبب نوحہ کرنیوالی کے م حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازے کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم اُٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اُٹھاؤ گی یا قبر مین اتارنے والون کے ساتھ مردے کو اُتارو گی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھو گی انھون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی نکرینگے آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ انتہے اور نوحہ والیکے سبب سے جنازے کا ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاے کہ نوحہ بدعت ہی اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاے تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف ہو جاے کذا فی الطحطاوی **ولا یمشی عن یمینها ویسارها ولو مشی امامها جاز وفیه فضیلة ایضا ولکن ان تباعد عنها او تقدم الکل** او رکب امامها کرہ کما کرہ فیها رفع صوت بذکر او قراءة فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنے داہنے بائین چلنا اولےٰ نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہی اور اُسمین بھی فضیلت ہی لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازہ کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہی جیسے مکروہ ہی جنازے کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرات قرآن مین کذا فی الفتح م آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہی یعنے افضل صیغہ افعل التفضیل ہی تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہی کہ لوگ یہ سمجھین کہ اکیلا جاتا ہی اور ذکر اور قرات پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو اپنے دل مین پڑھے کذا فی الشامی **ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامة فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوة** اور کھودی جاے قبر مردے کی اُسکے مکان کے سوا دوسری جگہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہی یعنے اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہی اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاے پٹے ہوے مکان کی صورت اور شق نہ کیجاے یعنی قبر کے بیچ مین گڑھا نکیا جاے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے م غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہی اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہی اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہی کہ لحد ہمارے لیے ہی اور شق غیرونکے لیے لیس بدون ضرورت شق بنانا نہ چاہیے **ولا یجوز ان یوضع فیه مضربة** وما روی عن علی غیر مشهور ولا یوخذ به ظہیریہ اور نہین جائز ہی کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاے اور جو کچھ حضرت علیؓ سے مروی ہی وہ مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظہیریہ م ظہیریہ مین بجاے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہی کہ اُنھون نے گدا رکھوایا اور مشہور نہین بعضا نہیں ...

بلکہ اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسی نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی **ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر**
وحدید له عند الحاجة کرخاوة الارض وسن ان یفرش فیه التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کے لیے تابوت بنانیکا اگرچہ پتھر یا لوہے
کا ہو مثلا زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاے تو چاہیے
کہ اسکے نیچے مٹی بچھاوین اور دہنے اور بائین کچی اینٹین رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیپ دین تاکہ لحد کی صورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہی **مات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر** فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور
نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح **ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنة بالانبیاء علیہم**
السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی
الواقعات ہم یعنے جس مکان مین مرے اُسین دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور دون کے لیے نہین چاہیے **ویستحب ان یدخل من قبل**
القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله ویوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے
قبر مین اُتارا جاے کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اُسی طرف رکھا جاے پھر اُٹھا کر لحد مین اتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اُتارنے والا مردیکا یون کہے
بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اُسکا مُنھ کردیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه
فلا یکرہ ذکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اُدھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاے بسبب بے پروا ہونے کے اُس سے یعنے کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اُسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین کر
کیا ہی اسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے مُنھ پر کھڑی کیجائین اور اُنکی درزون پر نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جائین تختہ نرکھین اور اگر اُڑانے پر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہین **فائدہ** یہ ایک کام کی بات ہی لحد ولبنات لحد النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسع بھیسی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اسکو بہنسی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھ نرکل کے سینٹے تھے **وجاز ذلک حوله بارض رخوة کالتابوت** اور جائز ہی
کچی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی **ویسجی ای یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره الا لعذر** کمطر اور ڈھانپی جاے قبر عورت کی
اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلا بارش کی جہت سے و
قبر مین اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا مُنھ بند کیا جاے
یهال التراب علیه ویکره الزیادة علی ما خرج منه التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل راسه ثلثا وجلوس ساعة بعد دفنه
لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زیادہ کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر مین سے
نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اُسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منہا خلقناکم اور دوسرے مین کہے وفیہا نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اُسکا گوشت بٹ جاے
[illegible]

مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت رہنے کی دعا اُسکے لیے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقر اور اُسکے خاتمہ کا پڑھنا مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا لترابہ عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہین پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اُڑنے کے ہم بلکہ پانی چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہو ولا یربع للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاے بسبب ممانعت چورس کرنے کے اور اونچی کیجاے مثل اونٹ کے کوہان کے براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہو کہ اونچا کرنا واجب ہو بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیجاے قبر بسبب نہی کرنے گچ کرنے سے ہم چورس سے مراد یہ ہو کہ مٹی کو پھیلا کر چبوترے کی شکل نکیا جاے بلکہ بیچ مین سے اونچی مثل کوہان کے کیجاے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آثار مین روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنے سے منع فرمایا اور مسلم مین مروی ہو کہ آپ نے قبر کو گچ کرنے اور اُسپر عمارت بنانے سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وہو المختار کما فی کراہیۃ السراجیۃ اور نہ کہگل کیجاے قبر اور نہ اُسپر کوئی عمارت بنائی جاے اور ایک قول یہ ہو کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہین اور یہی قول مختار ہو چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہیۃ مین ہو ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین کہگل کرنے کو مختار کہا ہو چنانچہ اُسکی عبارت یہ ہو ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنے ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہو کہ قبرون کا کہگل کرنا مکروہ ہو اور مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور اسی عبارت مصنف کو منح الغفار مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہو مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہین دیکھا کہ کسی نے اُسکو مختار کہا ہو جیسا کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہو اور طحطاوی نے کہا کہ شرح منیۃ المصلی مین برہان سے منقول ہو کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہو اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہو لیکن بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہین دفنی جائز ہاد لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتے لا یذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الجنائز مین ہو کہ کچھ مضائقہ نہین لکھنے کا قبر پر اگر اُسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اُس قبر کا نشان جاتا رہے اور پامال نہو ہم مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اُنپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اُسوقت ہو کہ حاجت نہو اور لا باس کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہو اور فتاوے محب مین ہو کہ قرآن کا لکھنا قبرون پر مکروہ ہو اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات پامال نہون اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاے مگر کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے مین یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونون پر حق رکھتا ہو چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نرہنے دے جیسے جائز ہو جوتنا قبر کا اور اُسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حی یضطرب شق بطنہا من الایسر ویخرج ولدہا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراہیۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت کا پیٹ بائین طرف سے چیر کر اُسکے بچہ کو نکال لیا جاے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنے بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مر جانیکا تو مُردہ بچے کو کاٹکر نکالا جاے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹکر نہ نکالا جاے کیونکہ ماں کا مر جانا وہمی بات ہو تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہین کذا فی الشامی طحطاوی نے

کہا کہ شارح کا لو بیٹا کہنا زائد ہے اسلیے کہ لو بالعکس سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص
پرایا مال نگلکر مر گیا تو اسکا پیٹ چیرا جائے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہے کہ ہان چیرا جائے کیونکہ اُسکی حرمت اُسکی تعدی کے سبب سے جاتی
رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اُسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل
لو قرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل
ہونے کی یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہے اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ
وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت
کا اُسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین
اور مستحب ہے نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اُسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت
کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے ہم شامی نے
کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اُسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری
جگہ لیجانیکا پیشتر اُسکے دفن ہونے کے ہم یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہے کتنا ہی
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہے کہ اسقدر دوری
تک نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک
دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اُسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث
من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اسکی تعریف مین خصوصا اُسکے جنازے
کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور
پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اُسکا رثیہ ہے
وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہنادے گا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والون کے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے
رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث
ہے کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین و
بالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا
دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق
زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے
تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اُسوقت وارثون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم
اللہ اجرک واحسن عزاک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کر لی ہو تو دوسری بار بجاے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس
یعنے قبر کے پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا اور کچھ مضائقہ
نہین قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ اُنکی زیارت
کیا کرو ہم بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لا باس بہ کہا خیر الدین رملی نے اُسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین
اسوجہ سے جاوین کہ غم تازہ ہو جاے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالی لعنت کرتا
ہی قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اُسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نا مشروع کرین اور اگر اسوجہ سے جاوین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک
جانکر صلحا کی قبرون پر جاوین تو اس صورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو اُنکے حق مین زیارت نکور مکروہ ہی اور مردون کے
حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار
قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت
کرنیوالا قبرستان مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر اے ایماندار قوم کے گھر والون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یسین
پڑھے اور حدیث مین ہی کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اُسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردونکے شمار کے موافق اُسکو ثواب دیا جاویگا حلبی نے کہا کہ
احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہی ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا
اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب بقواعد یہ ہی کہ کفن جیسے چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے مروجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہی
اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اُسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان
مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اُس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ
مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اُس رستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو
اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس
القارئین عند القبر وہو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی ہم نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قرارت قرآن کے لیے
قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس
نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یعنے اگر قبر
مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اُسکو توڑا نہ جاویگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جاویگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب
ہوتا ہی اُسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھر والون کے
رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی
کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اُس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی وصیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ آپ نے یہ ارشاد اُسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہو اور یہ لوگ اُسپر روتے ہین کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہو کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے م عہد نامہ کی دعا یہ ہو اللّٰهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة الرحمن الرحیم انی اعهد الیک فی هذه الحیوة الدنیا انی اشهد انک انت الله لا اله الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عهدا عندک توفینیه یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد) اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اُسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہو مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہو کہ قرآن اور اسما معظم ہین سے نہ لکھا جاے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھ کر مردہ کی نجاستون مین اُنکو آلودہ کرنا ہو اور فتح القدیر مین ہو کہ قرآن اور اسمار الٰہی کا لکھنا درہمون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہو اسلیے کہ خوف اُنکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرًا اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهته وصدره بسم الله الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکة العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبهتی بسم الله الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب الله کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اُسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اُنھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے امون ہوا م چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہو کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہو تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہر حال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہو شہید کے احکام مین م ہر چند شہید بھی مردہ ہو مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہو وہ دوسرے مردون کو نہین کذا فی النهر فعیل بمعنی مفعول لانه مشهود له بالجنة او فاعل لانه حی عند ربه فهو شاهد شہید وزن فعیل ہو بمعنی مفعول سو جہ سے کہ اُسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ زندہ ہو اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہو م شہید مشتق شہود سے ہو یا شہادت سے تو شہود بھی ہو سکتا ہو کہ فرشتے اُسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہو اور شاہد بھی ہو سکتا ہو کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہو یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہو وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہو م یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہو مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلا کر جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو اُنکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثة ایام غسلت والا لا لعدم کونها حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ م یعنے ایک عورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے مارگئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہو گئی تھی اسلیے اُسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد مارگئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ بسبب کمتر مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیه السلام غسل حنظلة

لحصول الغسل بالملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہوجانے غسل کے فرشتون کے فعل سے
حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے حم حنظلہ بن ابی عامر ثقفی جب شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے یار حنظلہ کو فرشتے
نہلا رہے ہین صحابہ نے انکی بی بی سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت مین نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے اُنکو نہلایا تو ہمین صاحبین
یہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم
کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلاشبہہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم ؑ کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ اُنکو
فرشتون نے نہلایا تھا اسیطرح یہان بھی جب غرض غسل یعنے طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی
کذا فی الشامی مختصراً **قتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص** شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے کہ ظلم سے ناحق
قتل کیا جاتا ہے زخم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور رغلہ کے مانند سے
کہ ان دونون سے مارنے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیے اُسکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل کے سبب سے مال بلکہ
واجب ہو قصاص **حتے لو وجب المال بعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ** یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے
نہ قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کرتے ہین کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہوجاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کیے باپ اپنے
بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو ان دونون صورتون مین شہادت ساقط نہوگی
یعنی اُسکو غسل نہ دیا جاویگا **ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجی** اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل
دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ارتثاث میدان جنگ سے اُٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس
اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی **وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق لو تسببا او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید
بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح** اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نپائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اُسکو باغی یا کافر
حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگون کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے
اُسکو مارین اسلیے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہین مقتول ہوے تھے قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا
راہزن یا باغی سوار کے پانون تلے دبکر مسلمان مرگیا یا انھون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی
جگہ مین آگ لگادے اُس سے مرگیا تو ان صورتون مین شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف **او وجد جریحا میتا فی معرکتہم المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم
من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا** یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین
شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اُسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا
خون کا اُسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا م یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہیے کہ اُس مقام سے بدون
کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اسصورت مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ
خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون مُنہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اُترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ
بدون زخم باطن کے پیٹ کیطرف سے خون مُنہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی الجوہرہ
والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہ ہے کہ جامداً اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر مین **فینزع عنہ ما لا یصلح للکفن**

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ **وینقص ان زاد** لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اُتار یجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جاے م جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اُسکو نہ اُتارا جاے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا الشامی **ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ** لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمون کے م یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداء احد کے بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کرو کذا فی الطحطاوی **ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ** ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع **ولم یعلم قاتلہ** او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا الا من قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر ان عینہ لم تعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا گانون مین اُس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین م یعنی قسامت اور دیت اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہے مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا **او قتل بحد او قصاص** ای یغسل وکذا تعزیرا و افتراس سبع **او جرح وارتث** وذلک **بان اکل او شرب او نام او تداوی** ولو قلیلا **او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل** ویقدر علی ادائہا **او نقل من المعرکۃ وہو یعقل** سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین یعنی وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اُس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع م خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑون کے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا **او اوصی بامور الدنیا** وان بامور الآخرۃ لا تصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات **او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر** والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو مرتث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا

غرضکہ مردیکا غسل ندینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہی اور اصل اس باب مین شہداے احد کا حال ہی تو اگر شہادت انھین کی طرح کی ہوگی تب تو غسل ندیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نرہیگی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اے فی الحرب لا یصیر مرتثا بشی مما ذکر اور یہ سب باتین جنسے شہادت ناقص ہوتی ہی اُس صورت مین ہین کہ لڑائی ہوچکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکورہ چیزون مین سے کسی سے مرتث نہوگا ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسی طرح شہید آخرت ہی جنابت والا اور مثل اُسکے یعنے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاے اور اُسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین ہم شرطین شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل ندیا جائیگا مگر اُس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اُسکے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لیے وعدہ ہوا ہی اُسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وہو یطلب العلم وقد عدہم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت ہی جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مار لے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنے دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اُس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اُس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنے علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہی واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تعداد مذکور کو اسطرح بیان کی ہی پیٹ کی بیماری والا غریق دب کر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے سل والا سفر مین مرنیوالا مرگی والا جو اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو یا زبردستی ہوا یا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہو اور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و فرزند اور مملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اُنکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللّٰہم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاے جو گھوڑا لشکر فقط جہاد کا رکھے جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو اپنی طہارت کے ساتھ سووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین غلہ لیجاے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورہ حشر کے آخر کی پڑھے اور اُس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہی اور پورا بیان شامی مین ہی

باب الصلوة في الكعبة

یہ باب ہو کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین فے الباب زیادة علے الترجمة وهو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنے عنوان مین
صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہی اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاے اور معیوب
یہ ہی کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اُسکا حال نہ بیان کیا جاے **یصح فرض ونفل فیها وفوقها** ولو بلا سترة لان القبلة عندنا هي العرصة والهواء الی
عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک امام
امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرفکو مُنھ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی
کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف مُنھ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف مُنھ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہوجائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا
اُسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اُسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی
وان كره الثاني للنهي وترك التعظيم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے شرح ملتقی مین ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام
پنجم کمیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر **منفردا او بجماعة** وان وصلية **اختلفت وجوههم في التوجه الى الكعبة الا اذا جعل**
قفاه الى وجه امامه فلا يصح اقتداؤه لتقدمه عليه صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف مُنھ کرنے مین جماعت والونکے مُنھ جدا طرفکو ہون
مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام
کیطرف ہی تو دونونکا مُنھ ایکہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہی شارح نے کہا کہ ان متصلیہ ہی شرطیہ نہین ویكره جعل وجهه لوجهه بلا حائل ولو بجنبه لم يكره في
الاصح اور مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف مُنھ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہ چار
صورتین ہوئین م یعنے صورت اول یہ ہی کہ مقتدی کا مُنھ امام کے مُنھ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوم یہ کہ مقتدی کا مُنھ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت
جائز ہی سوم یہ کہ مقتدی کا مُنھ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے مُنھ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی
وصح لو تحلقوا حولها ولو كان بعضهم اقرب اليها من امامه ان لم يكن في جانبه لتأخره حكما اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے
زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکماً امام سے پیچھے مین م
یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اُسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتک اسی
طرح نماز ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اُسی طرف ہی جسطرف امام ہی تب
تو اُسکی نماز نہوگی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلیے اُسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی
اسلیے کہ آگے بڑھنا امام سے اُسوقت ہوتا ہی کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی
الشامی ولو وقف مسامتا الركن في جانب الامام وكان اقرب لم اره وينبغي الفساد احتياطا لترجيح جهة الامام وهذه صورته

مأموم امام

اور اگر کوئی مقتدی اُس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو
مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی روسے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی اُسکی م
اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان دار کرتے مین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور ذ ش کو ش
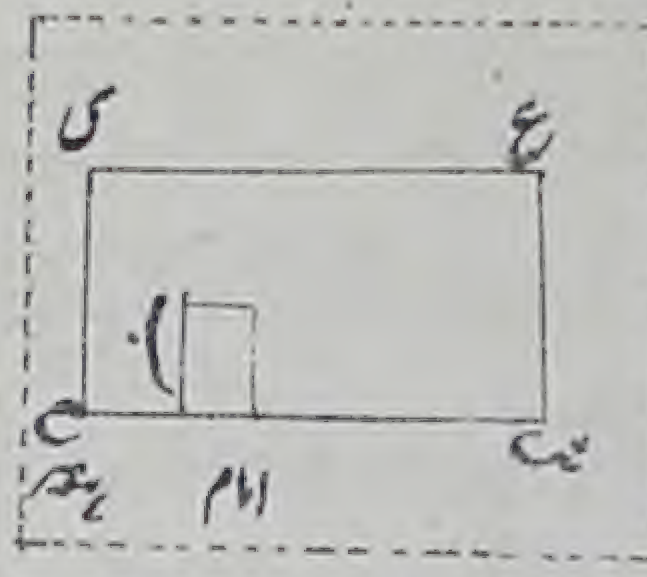
امام دروازہ ب کے سامنے کھڑا ہی اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنھ کرکے نیت کی تو اس صورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبے سے قریب ہوجائیگا تو اسکی نماز درست نہو گی اسلیے کہ ہر چند جانب ح ی بھی اسکی جہت ہی مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبے سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھگیا اور حلقہ نقطون کا پہلے مسئلہ کی صورت بتاتا ہی کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کعبے سے دور ہین اور باقی تین طرفون مین کعبہ سے قریب ہین **وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح** صح **لانہ کقیامہ فی المحراب** اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اسکے ساتھ ہو یا نہین اور یہ اقتدا گو درست ہی مگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہی اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واحکم تمت بعون اللہ الحکیم الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوٰۃ کے بیان مین **قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنین وثمانین موضعًا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت** فی **السنۃ الثانیۃ** قبل فرض رمضان متصل بیان کر نماز کے نماز سے ۸۲ جگہہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون مین کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہونا چاہیین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے بتبع صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہہ ایکساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین ہی جیسا ہمارے اُستاد نے اسکو شمار کیا ہی **ولا تجب علی الانبیاء اجماعًا** اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بے موقع صرف کرنے سے اسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہی اس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ

الطہارۃ والنماء وشرعًا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیمًا ناویًا الزکوٰۃ لا تجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافًا للثانی بزازیہ زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعًا مالک کرنا ہی فقیر کو اُس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادا زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہو گا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیدالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی اداے زکوٰۃ کے لیے اگر کپڑا پہنا دیوے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینک نہ دیتا ہو لیکن جسصورت مین کہ اس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب اُنکو کپڑا پہنانا اداے زکوٰۃ مین کافی نہو گا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلًا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہو گی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اُسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی اداے زکوۃ درست ہو کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہو کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہوجاتا ہو یہ نہین کہ اُسمین جو
تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سبطرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہو مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اسیکے کھالینے کا ہو نہ اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھالے چاہے دوسرکو دیڈالے یا بیچڈالے **جزء مال** خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع
وھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرنا ہو مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرادیا ہو اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال
نقد کا ہو جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک
سال بہ نیت اداے زکوۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اُسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعین ہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون اور غلہ
کی بھی اسمین شامل ہو کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہو **من مسلم فقیر** ولو معتوھا **غیر ہاشمی** ولا مولاہ ای معتقہ وھذا معنی قول الکنز تملیک المال ای
المعھود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہو مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی مراد کنز کے
قول تملیک المال کی ہو یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہو ہم مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہو اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہو
تو شارح کہتا ہو کہ مآل[۵۲] دونون تعریفون کا ایک ہو کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہو اور الف لام عہد کا ہو یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہو مع
قطع المنفعۃ عن الملک من کل وجہ فلا یدفع الے اصلہ وفرعہ مالک کرنا ہو اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے
یہ نکلا کہ زکوۃ کا دینا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہدے کیونکہ اُنکو دینے مین
من وجہ اُسکی منفعت ہو **للہ تعالی** بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہو خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہو نیت مشروط ہونیکا یعنی جب
یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالی امر کی بجاآوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہو جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہو بالاجماع کذا فی البحر
شرط افتراضھا عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا
اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہو اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی
کافر مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اُسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین **وسببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی**
نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہو شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہو حول کیطرف بمعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہو اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہو ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اُسکے مال پر زکوۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علے ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہو حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اُسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہو کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہو شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہو کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہو جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہو کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

ف۵ نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوۃ واجب نہو ۱۲

ف۵۲ کیونکہ مال نام خاص ہو معین کے لیے یعنی اُن چیزونکو مال کہتے ہین جنکو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہین ۱۲

کردیتے ہین نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام مین انتہے و دخل مالک بسبب خبیث کمغصوب خلط اذا کان لہ غیرہ
منفصل عنہ یعنی و فیہ اور داخل ہوا یعنے اُس نصاب مین جسپر زکوٰۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے
مال مین ملا دیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اُس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کردے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی بقدر اُس جداگانہ مال سے ادا
ہو جاوے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال مین ایسی طرح ملا دیا کہ دونون جدا نہین ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے
مال کا خلط کر دینا ایسا ہی جیسے اسکو تلف کر ڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہے تو اس سب مالکی زکوٰۃ اسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اُس
مال مغصوب کا مالک ہو گیا ہے مگر سب کی زکوٰۃ دینے مین یہ شرط ہے کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر ایسا مال
نہو گا تو چونکہ اُسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلیے اُسپر مغصوب مال کی زکوٰۃ واجب نہو گی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہین اسلیے
موجب ضمان بھی نہین تو اُس سے ملک ثابت نہو گی اور نہ زکوٰۃ واجب ہو گی کذا فی الشامی متصف فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان للہ
کزکوٰۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او موجلا ولو صداق زوجۃ الموجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضا بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب
زکوٰۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہے جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ ہو اُسکی طرف سے ہو برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوٰۃ اور خراج یا قرض
بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اُسکی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اُسپر قاضی کے حکم
سے یا اُسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین اگرچہ
قیامت مین اُنکا مطالبہ ہوگا م زکوٰۃ مین بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہے کہ شروع اسلام مین حضرت عثمان غنی کیوقت تک زکوٰۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین
کی زکوٰۃ کا نکالنا مالکون کے سپرد کر دیا تا احکام ظالم لوگ انکے مال پر طمع نکرین تو گویا ہر مالدار آپکی طرفسے زکوٰۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض کو
سے زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اُسپر دوسرے برس کی زکوٰۃ واجب نہوگی
اسلیے کہ پہلے برس کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ قرض ہے اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض
لیے اور دس آدمی اُسکے کفیل ہوئے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپے ہین تو انمین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہے کہ جس سے
چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوٰۃ نہین کیونکہ عادت یہ ہے کہ اسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسی کو صحیح کہا ہے کذا فی
الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالت پر ولا یمنع الدین
وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہین ہے دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہین کہ زمین کی پیداوار
سے دہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر وخراج متعلق پیداوار سے ہین جو ہمیشہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ
متعلق ذمہ سے ہے اُسمین مفلس اور تونگر برابر ہین اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دستری تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہین رکھتا
شارح نے بڑھا دیا ہے وفارغ عن حاجتہ الاصلیۃ لان المشغول بہا کالمعدوم وفسرہ ابن ملک بما یدفع عند الہلاک تحقیقا کثیابہ او تقدیرا کدینہ اور
نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہے وہ نہونے کے برابر ہے اور حاجت مین لگے ہوئے مال کو
ابن مالک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت مین جیسے اُسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین
م حاجت اصلی کی چیزین یہ ہین خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے
جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے کہا کہ اُسکی فکر مین آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کوئی قرض نہین دیتا اور

ف
بعض کے نزدیک مہر موجل مانع زکوٰۃ نہین ۱۲

قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہی کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرة علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیرا بڑھے
اسطرح کہ مالک اُسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو ہم مال زکوٰۃ دو طرح ہی ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلیے
ہو وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونون مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہی اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہی ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارة قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب (ف) پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اُسمین حق
اُسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اُسکے ذمہ ہی اور نہ اُس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد
چھڑانے کے اُسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اُسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوٰۃ ہی کیونکہ اُسکی مالک نہین اور نہین زکوٰۃ
اُس مال مین کہ اُسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اُسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلا قبضہ کیا تو ان برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اُسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلا ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اُسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوٰۃ دے
کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۲۰۱ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ
کے سو دیکر ۱۰۱ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اُسپر نہین وعروض الدین کالہلاک
عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق
مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلا اُسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اُسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہین اس سال کی بھی زکوٰۃ اُسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اُس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی
الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاة وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالونکی نصابین
ہون تو قرض اُس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے اداے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اُس نصاب
مین لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب
ہون اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اُسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال
یہ ہی کہ مثلا جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی
کیونکہ ۳۰ گائین کی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹونکی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اُسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

ف مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما دے تو آزاد ہے ۱۲

المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوہا اور نہین زکوٰۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے
دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوٰۃ ہی گھر کے اسباب اور رہنے کے گھرون اور اُنکے مثل یعنی دکانون اور سراؤن مین جنکا کرایہ ملتا ہو
کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ الزکوٰۃ وان ساوت نصابا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او زید
علے النسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوٰۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اُسکے پاس جو انکا اہل ہو یعنی بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی اُنمین زکوٰۃ نہین
بشرطیکہ تجارت کی نیت اُنمین نہو ہان اسقدر ہی کہ علم والیکو زکوٰۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب کے برابر ہون یعنے کتابین اُسکے حقمین توانگری نہوینگی
بخلاف بے علم کے کہ اُسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اُسکو زکوٰۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہووین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے
سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اُنکے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون
تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوٰۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ
سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسکو مختار کہا ہی وکذا لک لا آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعفص
لدبغ الجلد ففیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصابا وان حال الحول اور اسیطرح زکوٰۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جبکہ انکا اثر باقی رہے
جیسے کس ہی کھال رنگنے کے لیے تو اُسمین زکوٰۃ ہی بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اُسپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ
نہوگی ہم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو
نوع ہین ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کس اور تیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اُسکا اثر نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم
کے آلات مین زکوٰۃ نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین یعنے کسم وغیرہ مین زکوٰۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہ عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ
عصفر کسم کو کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین قالہ الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور
اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اُسپر زکوٰۃ واجب نہین ہوتی اور زکوٰۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین لدار
متصور ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیے اُسکی کتابین فروخت کیجائینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہی زکوٰۃ گم شدہ مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہوگی اور نہ اُس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اُس مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اُسپر گواہ نہین پس
اگر اُسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون کے غصب مین کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ اُن جانورون کو کہتے ہین جنکو دس اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے
تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اُسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوٰۃ اُسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الوودیعۃ
عند غیر معارفہ اور نہین زکوٰۃ اُس مال مین جو جنگل مین مدفون ہوا اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اُسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور اسیطرح
اُس امانت مین زکوٰۃ نہین جو نا آشنا لوگون کے پاس ہو کیونکہ اس صورتمین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب
ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ مین مدفون ہو کہ اُسپر زکوٰۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور
وجہ وجوب یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اُسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون فی کرم وارض
مملوکۃ اور اختلاف ہی اُس مال کی زکوٰۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اُسپر زکوٰۃ واجب بتاتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی

اور جو واجب نہین کہتے وہ یہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہین کذا فی الطحطاوی و دین کان جحده المدیون سنین ولا بینة
علیه ثم صارت له بان اقر بعدها عند قوم وقیده فی مصرف الخانیة بما اذا حلف علیه عند القاضی اما قبله فتجب لما مضی اور نہین زکوٰۃ اُس قرض مین
جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگون کے سامنے
قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے مین اس
سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالون کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرة ای ظلما ثم وصل الیه بعد سنین لعدم النمو
اور نہین زکوٰۃ اُس مال مین کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ح طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرة تک کی یعنے ان مالون مین وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کسیکو بڑھا نہین سکتا
والاصل فیه حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وهو ما لا یمکن الانتفاع به مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے مین حدیث حضرت
علی کی ہے کہ زکوٰۃ نہین مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ لینا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسه او علی جاحد علیه بینة وعن محمد لا زکوٰۃ وهو الصحیح ذکره ابن ملک وغیره لان البینة قد لا تقبل او علم به قاض
سیجی ان المفتی به عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکه لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
توانگر یا دہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اُسپر گواہ ہون یا اُس قرض کو قاضی
جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اُسپر گذشتہ برسون کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض
ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اُسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگون نے کیونکہ گواہ بعض وقت مقبول
نہین ہوتے تو اُنکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے موجب کسی معاملہ مین حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کا
تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائها توجه الخطاب یعنی قوله تعالی آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو م
یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون پر بصیغۂ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اُسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملکه وثمنیة المال کالدراهم والدنانیر لتعینهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزکوٰۃ
کیفما امسکهما ولو للنفقة او السوم بقیدها الآتی او نیة التجارة فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال
مالک کی ملک مین رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ مین جیسے روپے اشرفیان ہین بسبب متعین ہونے ان دونون کے تجارت کے لیے اصل پیدائش مین
تو لازم ہوگی ان دونون پر زکوٰۃ جسطرح انکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیان رکھ چھوڑے یا جنگل مین چرنا قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانورون کی
زکوٰۃ کے ادا مین جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل مین چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب مین ہم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تھین اور یہ شرطین خود مال کی ہین مگر کھیتیون اور پھلون کی زکوٰۃ مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا فی الشامی بامر بحاد الله
من مقارنتها لعقد التجارة کما سیجی او دلالة بان یشتری عینا بعرض التجارة او یوجر داره التی للتجارة بعرض فتصیر للتجارة بلا نیة صریحا اور اسباب مین نیت
تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہے متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہے وہ
تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت ممیع
کے واستثنوا من اشتراط النیۃ ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بمالہا غیرہا اور استثنا کیا ہی علما نے نیت کے شرط
ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لیے ہی خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیے کہ مضارب مال
مضاربت تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہین رکھتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت مین " اہل کھین تو
استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ والخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لیلا یجمع الحقان اور درست
نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہو اُسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق م یہ علت ہی
چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت مین اُسوقت نیت درست نہو گی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ
کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہی اسلیے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر
ہوتا ہی اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہو گی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا اور
زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی
ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الامر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم
نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلاً زکوۃ فقیر کو بلا نیت
دی پھر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو ادائے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادائے
زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقون کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیڈالے تو درست ہی اس لیے کہ خبر نیت
امر کرنے والے کی ہی اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہی یا میرے کفارہ کی عوض ہی پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت
کر لی کہ زکوۃ کی طرف سے ہی تو درست ہی م یعنے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اُسکے دینے سے
پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہو گی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہی بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہی
عبادت بدنی اور مالی سے اُسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دیڈالے گا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا
موکلون کی طرف سے زکوۃ ادا نہو گی مگر اُس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو م ضمان وکیل پر
اُس صورت مین ہی کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذان دیا ہو صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہو اور وکیل سے
تعرض نکیا تو اس صورت مین خلط جائز ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل
کو جائز ہی کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہی رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت مین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ
صرف کر نا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت مین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الحلبی
ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوۃ مین دیدیے تو کافی
ہی بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون مین سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اُسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپیہ
اُسکے پاس اُٹھ گئے ہون یا اُسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے الگ کرنے
سے خواہ کل واجب کے علٰحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوٰۃ کو علٰحدہ کر دینے سے بلکہ فقیرون کو دینے کی وجہ سے
ذمہ پاک ہوگا م یعنے اگر زکوٰۃ کا مال جو علٰحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا اخر فیصح ویضمن
الزکوٰۃ یا اداے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہی کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے
واجب کی تو یہ خیرات اُسکی نیت کے موافق درست ہو جایگی اور زکوٰۃ کا ضمان دے م طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو
بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط
حصتہ عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوٰۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام
محمد رح کہ اُنکے نزدیک ساقط ہو جایگی اور امام ابو حنیفہ اُس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی واطلقہ
فعم العین والدین حتے لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہی موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک
کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوٰۃ اُسکے ذمے سے ساقط ہوگی م یعنے مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہی اور عمرو مفلس ہی زید نے
لہذا کہ مین نے اسکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہی اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن
العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہی اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اُس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین م مراد دین
سے وہ مال زکوٰۃ ہی جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہی کہ اُسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوٰۃ دو
حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہی وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہی ایک وہ کہ قبضے مین
نہ آوے ساقط ہو جاے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اُسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو یہ پانچ صورتین ہوگئین جنہین سے تین مین ادا درست ہی اور دو مین
ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اُس مال دین سے کہ ساقط ہو جاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے
ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود دے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہی انہین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہی سوم اداے زکوٰۃ عین مال
دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہی مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو انکی زکوٰۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا
اور جن صورتون مین ناجائز ہی انہین سے اول یہ ہی کہ مال موجود کی زکوٰۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپیہ موجود ہین اُنکی زکوٰۃ مین
روپیہ ہوے اور اُسکے ۲۰ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو اُن روپیون کو اس مال موجود کی زکوٰۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہی کہ ادا
کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اُسکو ۵۰ روپیے
معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوٰۃ بھی انھین پچاس
مین آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اُسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہین کذا فی
الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یعطے مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان
مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہی کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے
پھر اُس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اُس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اُسکو اُسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہی تو زبردستی دبا سکتا ہی پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اُسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اُس سے دلواویگا تو اس صورت مین قرض بھی اُسقدر وصول ہوجائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہوجائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم
ہو یکفن فیکون الثواب وکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہی کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کردے پھر وہ
محتاج اُس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت مین ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہی زکوۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانے کا یعنے کسیکو دیدے کہ وہ مسجد
مین صرف کرے اور اُسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہی ہم اور یہی حیلہ ہی بنی ہاشم کو زکوۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو بیچ مین دبا
نہ رکھے وافتراضہا عمری ای علے التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری اے واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیہ درض
ہونا زکوۃ کا عمری ہی یعنے اگر عمر بھر مین کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہی باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہی کہ اُسکا فرض ہونا فوری ہی
یعنے اُسی وقت ادا کرنا واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علے وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گناہگار
ہوگا ادائے زکوۃ مین بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اُسکی گواہی مقبول نہوگی یعنے بسبب فاسق ہوجانے کے اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہی اور وہ قرینہ یہ ہی کہ امر فقیر کے دینے کا اُسکی حاجت کے دور کرنے کو ہی اور اُسکی حاجت سردست موجود
ہی تو اگر زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہی لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد
مثلا اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا مالم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل لا یتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہین باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنے مثلا غلام کہ اُسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اُسکے
نیت کرلی اُس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اُسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اُسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوۃ ہوتی ہو یعنی مثلاً غلام خدمت کی نیت مول لیکر تجارت کی نیت کی
تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اُسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمین زکوۃ ہی اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ تجارت ایک عمل ہی تو صرف نیت سے
پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہی اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہوجاتا ہی ہم جنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت
نکلگئی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون
مین زکوۃ اُسپر نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہی مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہی کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہی اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور اُنکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان
کذا فی الشامی وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوۃ
لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت
ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اُسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنے میراث
کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اُسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلاً
نیت کرلے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہی تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث مین ملے تو اُنپر زکوۃ لازم ہی اسلیے کہ خانیہ مین ہی کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اُسکی زکوۃ اُسپر لازم ہی برس گذرنیکے بعد نیت سوم

کی کرے یا نکرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے سیر اشا ہین پانے سے انپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذر نیکے بعد ان تینون
پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی و ما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود وقید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ خطا
و دفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ونواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین یا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح تر یہ ہو کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہو مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال
کے ہاتھ لگتا ہو تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین
نیت تجارت ولالۃ موجود ہو تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شروع
اشباہ مین ہو کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے
صحیح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہو زکوۃ موتیون اور جواہر مین گو
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہو کہ اصل پیدائش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے
کا یہ ہو کہ جو مال سواے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہو اسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے
دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہو عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونون جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا
ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اسپر زکوۃ نہین بوجہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہو یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ مین ہم لو اشتری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ وزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بووے
یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہو بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہو تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ بیچ کو زمین خراجی یا عشری مین بووے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بو دیگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب چرنیوالے جانورون کی زکوٰۃ کے بیان مین ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لواسامہا اللحم فلا زکوٰۃ فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوٰۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچھ دینا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہی اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہی اور زیادتی اور مٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو نہین زکوٰۃ نہین ہی ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو اسمین زکوٰۃ تجارت کی ہی اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین م یعنی بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اُسمین زکوٰۃ ہی اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون اُسمین زکوٰۃ نہین ہی قالہ الشامی فلو علفہا نصفہ لاتکون سائمۃ فلا زکوٰۃ فیہا للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنی گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی اُنمین نہوگی کیونکہ موجب زکوٰۃ یعنی سوم مشکوک ہی م یعنی جانورون مین زکوٰۃ بشرط سوم ہوتی ہی تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑگیا ویبطل حول زکوٰۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم وزکوٰۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس باطل ہوجاتا ہی اُنکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہین ہوسکتا م اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد آنے اُنکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوٰتون کا سبب بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے اُنکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اُسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقفی مواشی مین زکوٰۃ نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین م نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اُسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اُسکے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینی ہوگی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لانصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق مین بھی واجب لکھا ہے قالہ الشافعی

باب

یہ باب ہے اونٹون کی زکوٰۃ کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اُسکی خبر محذوف ہے نصاب الابل بکسر الباء وتسکن
مونثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح البا رسمیت بہ لانہا تبول علے افخاذہا نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا
ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اُسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے
ب کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے ہم یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر حروف
مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اُسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس
وعشرین بخت جمع بختی وہو الہ سنام منسوب الے بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہما ولد فسمی بختیا او عراب شاۃ و ما بین
النصابین عفو نصاب اونٹون کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے
کہا کہ بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اُسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع
کرکے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے عفو ہے ہم یعنے جیسے پانچ پر ایک بکری ہے چھ سات پر بھی وہی ایک
بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین
بنت مخاض وہے التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اُسمین یعنے پچیس اونٹون
مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اُسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے
برس اُسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے دوسرے بچے کی وفی ست وثلثین اے خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا
تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اُسکے
لفظی معنی مین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اُسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہے وفی ست واربعین الے ستین حقۃ بالکسر
وہی التی طعنت فے الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہے حاے حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتھا برس شروع
ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الے خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ
لانہا تجذع اے تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اُسکے لفظی معنی
ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفی ست وسبعین الے تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین
حقتان الے مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو
حقہ ایک سو بیس تک ہے مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا م لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخون مین
الی ابی بکر ہے یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی
نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اُس نامے کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو یہان
درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اُسکے روایات مین کچھ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی رضی سے منقول ہے
کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر از سرنو زکوٰۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیجاوے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونون حقون کے پھر ایکسو پینتالیس مین بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس مین تین حقہ م امام شافعی اور احمدؒ کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اُسمین تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس مین ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس مین بنت لبون اور ہر پچاس مین حقہ اور امام مالکؒ سے دو قول منقول ہین ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعیؒ کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معھن ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیجاوے زکوٰۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ مین ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس مین بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس مین بنت لبون مع حقون مذکور کے پھر ایکسو چھیانوے مین چار حقہ دو سو تک م ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل اس بات کا مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہین ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع مین بجاے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہین ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونون جگہ نہین کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التے بعد المائۃ والخمسین حتے تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سرنو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس مین کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس مین ایک حقہ م مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہون دو سو پر پانچ اونٹ تو انمین ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس مین دو بکریان چار حقے اور دو سو پندرہ مین تین بکریان چار حقے اور دو سو بیس مین چار بکریان چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہون تو انمین ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس مین بنت لبون مع چار حقون کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس مین پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے مین چھ حقے ہون تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہین کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنے مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹون مین بخلاف گاے بکری کے کہ ان دونون مین مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گاے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمے بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہین اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہے یعنے لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرہ ہے اور تے تانیث کی نہین ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش واھلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی بقر وغنم وغیرھا فانہ لایعد فے النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گاے بھینس کی نصاب تیس عدد ہین جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہون شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہون بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گاے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب مین شمار نہین کیے جاتے اسلیے کہ جانورون مین اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہین م غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے گا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذوسنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گاے مین پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہین کہ تبیع کے لفظی معنے ہین ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہو م کالتہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علمانے لکھا ہو کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا
برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا زیادہ م مسن
کے معنی دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی
الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لاشئ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اُسی حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی مانند
یعنے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہی امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت
امام صاحب سے یہ ہی کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اُسکا ہو جو تیس مین لازم آتا ہی یعنے
دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوے بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہی قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی
ہی کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع
اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون
جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہی چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی
م متداخل سے یہ مراد ہی کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے
حساب سے مسنہ دے

باب زکوٰۃ الغنم

یہ باب ہی زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہی غنیمت سے اور
وجہ تسمیہ یہ ہی کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہی اور سینگون کا عدم وجود برابر ہی
کیونکہ اُنسے مدافعت نہین کرسکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا
شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوٰۃ ایک بکری ہی نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون
کو شامل ہی اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ اداے واجب مین اور قسمون مین م نصاب کا پورا کرنا یہ کہ اگر بھیڑ
بکری ملکر چالیس ہون تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم
بیچے تو حرام ہی اور اداے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اُسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری
نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی
وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور
دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین م یعنے چالیس سے
جو زیادہ ہو ایک سو بیس تک اُسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بجز مین
مگر اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو
آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوٰۃ نہین ہی اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے اُنپر زکوٰۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہی
کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہی بے انتہا تک

باب زکوٰۃ الغنم

ساعی وہ شخص ہی کہ حاکم اسلام کی طرف سے سوائم کے صدقات کو وصول کرتا ہی ۱۲

ویوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز وہو ماتمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثرہا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وہو قولہما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنۃ ومن الابل ابن اربع ولیا جاوے ۔ بھیڑ بکری کی زکوٰۃ مین ثنی یعنی مینڈھا اور بکرا پورے برس بھر کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس مین ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ مین مسطور ہے نلیا جاوے جذع مگر قیمت کرکے اور جذع اسکو کہتے ہین کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنابر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جذع مینڈھون مین کا لیا جا سکتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایۃ پر جزم کیا ہے اور اختیار مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بیلون مین دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹون مین پانچ برس کا اور جذع بقر مین ایک برس کا ہے اور ابل مین چار برس کا و لاشیئ فی خیل سائمۃ عندہ وعلیہ الفتوی خانیہ وغیرہا ثم عند الامام ہل لہا نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدیر اور زکوٰۃ نہین ہے گھوڑون جنگل کے چرنے والون مین صاحبین کے نزد اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور نہر اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی مین اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر مین قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب تبعا للہدایہ اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیون کے گھوڑے ہین اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا تجرید اور مبسوط اسکے شاہد ہین کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک انمین زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی انکے لیے مقرر ہے یا نہین تو بعضون نے تین اور بعضون نے پانچ کہے ہین لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہین کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہین ولا فی بغال وحمیر سائمۃ اجماعا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا من العروض اور نہین زکوٰۃ بالاتفاق خچرون اور گدھون جنگل کے چرنے والون مین کہ تجارت کے نہون پس اگر تجارت کے ہون تو کچھ کلام نہین زکوٰۃ کے واجب ہونمین کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہین ولا فی عوامل وعلوفۃ مالم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہین زکوٰۃ کام کرنیوالے جانورون یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ مین اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالون مین زکوٰۃ ہے جبتک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہون ہم عوامل مین قید تجارت کی نہین لگائی علوفہ مین لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لیے نہین ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی مین مشغول ہین کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاۃ وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادہا الصغار اور نہین ہے زکوٰۃ بچون مین خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مرجاوین اور بچہ باقی رہین اور پھر برس گذر جاوے ہم بچون پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہین واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انھین مین سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹون کی نصاب مین پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم مین بالاتفاق کچھ لازم نہین ہوتا ہے صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا لزم الوسط وہلاکہ یسقطہا یعنے بچون مین زکوٰۃ نہین مگر بہ تبعیت بڑون کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ مین وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے یعنے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے لازم ہونگے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنے چالیسوان حصہ ساقط ہو گیا قالہ الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاوین اور چھوٹون سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہین بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت مین واجب دو مسنہ ہین بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہون تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہون ننتہر گاے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وهو ما بین النصب فی کل الاموال
اور نہین زکوٰۃ اُس عدد مین جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین شیخین رح کا قول ہے یعنے واجب
بمقابلہ نصاب کے ہے نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین رح نے عفو کو خاص کیا ہے سوائم مین نقود مین ہر واسطے
کہ نقود مین جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہے بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم رح کے کہ انکے
نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درم
ہو جاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب رح کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی ولا فی هالک بعد وجوبها ومنع الساعی فی الاصح لتعلقها بالعین
لا بالذمة وان هلك بعضه سقط حظه اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوٰۃ نہین اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوٰۃ معین
چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اُسی قدر کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی ویصرف الهالك الى العفو
اولاً ثم الى نصاب يليه ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اسکے متصل ہے پھر اُسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہے الخ یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصاب ہین اور کچھ شے زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابون کی زکوٰۃ اسکے ذمہ واجب ہو گی
اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہو گا اُس نصاب کی طرف جو اسکے قریب ہے یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوٰۃ
دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستهلك بعد الحول لوجود التعدی منه ومنه
حبسها عن العلف او الماء حتى هلكت فيضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اسکی
طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوٰۃ کا
ضمان دیگا بدائع والتوى بعد القرض والاعارة واستبدال مال التجارة بمال التجارة هلاك وبغير مال التجارة والسائمة بالسائمة استهلاك
اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ہم حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہے یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تا کہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ
زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولا اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہو گی زکوٰۃ اور
پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوٰۃ واجب نہو گی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو انکے ساتھ ملا کر سبکی زکوٰۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القيمة فی زكوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفی السوائم يوم الاداء اجماعاً

اجماعا ہو الاصح اور جائز ہی دینا قیمت کا زکوۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور اُس کفارہ مین جو سوا ے آزاد کرنیکے ہو
یعنے جائز ہی قیمت دینی اگرچہ شی واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان موٹی جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اُن چار کے
عوض دیدیوے تو جائز ہی لیکن نصاب کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اُنکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون
بدلے پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم بٹے کے دینے جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کر کے دے تو جائز ہی
قالہ الشامی اور قیمت وہ معتبر ہی کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کرتا ہی اور سوائم مین بالاتفاق یوم الادا
کی قیمت معتبر ہی یہی اصح ہی ویقوم فے البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہان کی چاہیے جس شہر مین وہ
مال ہی اور اگر جنگل مین ہی تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی
معتبر ہو گی نہ مالک کے شہر کی بجرو المصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیداً فجیداً اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے
مگر اوسط اور اوسط وہ ہی کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے ہم یعنے اگر بنت لبون مثلاً
واجب ہوئی ہی تو سب بنت لبونون سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بُری لیوے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقید اتفاقی ما
وجب من ذات سن دفع المالک الادنی مع الفضل جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضاء
ہو الصحیح سراج اور اگر زکوۃ کے مال مین مصدق اُس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ مین واجب ہوا ہی اور یہی حکم ہی اگر اُس عمر کا پایا اُس صفت کا مال مین
موجود ہو پس قید نپانے کی اتفاقی ہی تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصداق پر اسلیے کہ ادا ے قیمت ہی بیع نہین ہی یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کر لے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہی پس اُسکی رضامندی ضرور ہی یہی صحیح ہی کذا فی السراج
او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار اوسط بکریون کے دیدیوے
تب بھی جائز ہی والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل
ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوۃ دیجاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر ہم
سوائم مین بچون کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہی جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو
اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جو وقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اُس وقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہو گی بخلاف
اُس صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پھر بیچ مین ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہی یہان تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سر سے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب مین سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوۃ نقدہ ثم اشتری بہ
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہی اُسنے بعد ادا ے زکوۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملایا جاویگا
بلکہ اُنکا برس جدا ہو گا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دے کر نقد کے بدلے
بیچا بر خلاف اُسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہی کہ ثمن سائمہ کا مال زکوۃ کا بدل ہی اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہی پس اگر ملایا جائیگا تو تکرار زکوۃ

کا لازم آویگا ولو لہ نصابان سائمۃ وہم احدہما ثمن سائمۃ مزکاۃ والف درہم و ورث الفاضمت الی اقربہا حولا وربح کل یضم الی اصلہ اور اگر اسکے
پاس دو نصاب ایسے ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے ویہ
کو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہو کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہی بچے کا سوائم مین اخذ البغاۃ والسلاطین الجابرۃ زکوۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم و بین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارف
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا
بشرطیکہ انھون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنی فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھیر دینا لازم ہی سوائے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہو اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین م مال ظاہری وہ کہلاتا ہی جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہی
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ المفتی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف
ہی اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مفتی بہ عدم کفایت ہی م مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی
اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہی کہ مالک کی طرف سے کافی نہو گی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہی کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہی حالانکہ اسمین
بھی اختلاف ہی اور تفصیل اسکی شامی مین ہی وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بما علیہم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط مین ہی کہ اصح یہ ہی کہ درست ہی یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے م امیر بلخ یعنی موسے
بن عیسے بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کا کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہی مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہی کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوۃ لکونہا
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیودی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوۃ کو جبر تو زکوۃ نہو گی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہی لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباو دینا اختیار
کے منافی نہین م مختصر کرخی مین ہی کہ اگر امام نے صدقہ بجبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہی اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہی
تو اسکا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا بحر الرائق مین ہی کہ مفتی بہ تفصیل ہی یعنی اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہی اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

نہوگا وفی التجنیس المفتے بہ سقوطہا فی الاموال الظاہرۃ لا الباطنۃ اور تجنیس مین ہی کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت مین مفتے بہ یہ ہی کہ زکوۃ
ساقط ہوجاتی ہی اموال ظاہری مین نہ باطنی مین **ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوۃ ویورث عنہ**
لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمیزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملایا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے
مال مین تو اُسکا مالک ہوجاویگا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلیے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو
نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً ضائع کرنے کے ہی یعنے جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان اُسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا ضمان
کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول مین لوگون کے لیے سہولت ہی اسواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہی اور صاحبین کے
نزدیک ضمان نہین لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہی اور انہین سے
صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وہذا اذا کان لہ مال غیر ما استہلکہ بالخلط منفصل عنہ یوفی دینہ والا فلا زکوۃ کما لو کان الکل خبیثا
کما فی النہر عن الحواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوۃ واجب ہونا اس صورت مین ہی کہ اُسکے پاس جدا مال سوا اُسکے جسکو خلط سے
ہلاک کیا ہی اتنا ہو کہ اُسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ نہین لازم آویگی جیسا اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیۃ
ہم یعنے جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو زکوۃ لازم نہوگی کیونکہ اُس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہی بعض کا صدقہ دینا کیا کام
کرایگا کذا فی القنیۃ وفی شرح الوہبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہما
ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ بالخلط اور وہبانیہ کی شرح مین نقلاً عن البزازیہ یہ ہی کہ آدمی اُسی صورت مین کافر ہوتا ہی کہ
حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنے بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہی لیکن جب لیے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر
اُنکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہین اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اُسنے اُسکو ہلاک کردیا اور بوجہ وجوب
ضمان اُسکا مالک ہوگیا امام شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہی کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہین اگرچہ خلط
کی وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ مین ہی کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعادی
اور معطی نے آمین کہی تو دونون کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکا حال بھی یہی ہی اور آدمی
اس سے غافل ہین اور جہال اسمین مبتلا ہین شارح نے حرام قطعی کی قید لگاکر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کردیا اور ظاہر کردیا کہ مراد حرام سے
حرام قطعی ہی جسمین کافر ہوتا ہی کذا فی الشامی **ولو عجل ذو نصاب زکوۃ لسنین او لنصب صح لوجود السبب** وکذا لو عجل عشر زرعہ
او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوۃ ادا کردے تو درست ہی کیونکہ
سبب زکوۃ یعنے نصاب موجود ہی اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا اثمار کا پیشگی ادا کردے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہی ہم یعنے اگر کسی کے
پاس تین سو درہم ہین اور اُسنے دو سو درم کی زکوۃ سو درم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہی یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو
درم نصاب موجودہ و ۱۹ نصاب غیر موجود کے پھر اُس برس مین وے نصابین اُسکے پاس موجود ہوگئین تو درست ہی اور اگر اُس برس مین
موجود نہوئین تو زکوۃ علحدہ ضرور ہی اور وہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درم کی بیس برس کے لیے ہوجاوینگے جیسا پہلے مسئلہ
مین تھا کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ وتمامہ فی النہر اور اختلاف ہی اس
صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اُگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیون پر لگایا جاتا ہی

طلوع

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم ہندستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند
سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی دلو عجل ذو نصاب پر وان وصلیۃ الیسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک
لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے
یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اُسوقت معتبر ہی جب زکوۃ اُسکو دیجاوے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی
ارض الخراج کرما فالم یتم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بولے تو جب تک انگور پورے نہون اُسکے ذمہ
خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے
اُسوقت خراج انگور کا اسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دش درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و
خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعًا ذکر کر دیا ہی کذا فی الشامی **ولا شی فی مال صبی تغلبی** بفتح اللام و بکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری
العرب **وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک** اور نہین ہی زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی
منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصارے مین سے اور اُنکی عورتون پر بھی اُسی قدر لازم ہی جسقدر اُنکے
مردون پر یعنے نصف العشر اور اُنکے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے
اسی طرح صلح ٹھہری تھی **ویوخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم** اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت بڑھکا اور ایکا
مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی **ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ**
لفقد شرطہا وہو النیۃ **وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ** اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اُسکی وصیت کے
کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا
جائز رکھین **وحولہا ای الزکوۃ قمری** بحر عن القنیۃ **لا شمسی** وسیجیٔ الفرق فی العنین اور ادائے زکوۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی
بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اس سے گیارہ روز زیادہ
ہی شک انہ ادی الزکوۃ اولا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اُسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت
تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اُسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی اسمین اور نماز کے
شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس
صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوۃ المال

یہ باب ہی زکوۃ مال کے بیان مین **ال فیہ للعہد** وفی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم **فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا** الف لام
زکوۃ المال مین عہد کا ہی اسیا اس مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہی اسواسطے
کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ہم یہ جواب ہی اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہی جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور
اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفًا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی **نصاب الذہب عشرون**
مثقالا والفضۃ مأتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ

والمثقال مائۃ شعیرۃ فہو درہم وثلثۃ اسباع درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہی اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار

بیس قیراط کا ہی اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایکدرم

اور تین ساتوین حصہ درم کا ہوا ام نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ۷½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲½ تولہ

جسکے ۵۴⅔ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱¼ اور ۵۴ ½ روپیہ یعنی تقریباً بحساب ۱۱½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۲ رتی

کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہی اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھ مثقال کے دس درم

بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی مین اس مین زیادہ گفتگو کی

ہی وقیل یفتے فی کل بلد بوزنہم وسنحققہ فے متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ہر شہر مین اُنکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین

اسکی تحقیق آویگی ہم شامی مین لکھا ہی اسی فتوے کو تسلیم کیا ہی ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہی سرخسی نے اور پسند کیا ہی مجتبی ور جمع النوازل اور عیون المذاہب

اور خانیہ اور فتح القدیر مین پھر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درم رائج الوقت کمتر نہونا چاہیے اُس درم سے جو حضرت کیوقت مین کم سے کم وزن کا

رائج تھا یعنے وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہی کہ درم چودہ قیراط کا ہی اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درم کی تحقیق کی ہی اسکو

زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہی یعنے عرف مین کونسا درم مراد ہوتا ہی جب مطلق بولین والمعتبر وزنہما اداءً ووجوباً لا قیمتہما اور زکوٰۃ

کے نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہی باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونون کی ہم مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا

کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اُسکی قیمت دو سو درم کی ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دو سو درم کا نہو واللازم

مبتدا فے مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبراً او حلیاً مطلقاً مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ لانہما خلقا اثماناً فیزکیہما کیف کانا اللازم مبتدا ہی

اُسکی خبر آگے آتی ہی ربع عشر یعنے چالیسوان حصہ لازم ہی اُس مال مین جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا اُنسے کچھ بنا ہو

جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو ہر حال مین یعنی اُسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرائش کے

لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہین تو اُنکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ

قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا ما لیس بنقد واما عدم صحۃ النیۃ فے نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض

فقنبہ اور چالیسوان حصہ لازم ہی اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہی عرض کی اور عرض سے مراد

یہ ہی کہ نقد نہو اور زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہی وہ بسبب مانع کے ہی جیسا پہلے گذر چکا یعنے تکرار زکوٰۃ کا لازم آنا ہی نہ اس جہت

سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہین ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملاً

بالعرف من ذہب او ورق بیان ہی نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس

سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہی مقوما باحدہما ان استویا فلو احدہما اروج تعین التقویم بہ

قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انمین سے کسی ایک سے اگر دونون برابر ہون یعنے چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنے

کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصاباً دون الاخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے

کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہی قیمت کے تقرر کے لیے ہم مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہی تو ساڑھے

باون تولہ کا ہوتا ہی اور سونے سے کرتے ہین تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہی تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدہما نصاباً وخمساً وبالآخر

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو اُنکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج م یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دو چالیس
درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف
دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درم کو اور اگر دیناروں سے ۴۲ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھتیس ۱۳۶ کو تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع
مین دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شروع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قولہ اللازم

وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی
مسئلۃ الکسور ربع عشر خبر ہے اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب
ہے یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سکی اسی حساب سے زکوۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور کا
ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ من الکسور شیأ یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی **وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم**
کالعروض ویشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندی کا ہے اسمین
لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط مین زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہانتک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہو گا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو **الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنی نقد تجب کوتہ**
تجب والا فلا یعنے شرط ہے مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونون برابر ہین اسمین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے
تاکہ ربوا لازم نہ آوے **واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب والفضۃ نصابا وجبت** اور سونا چاندی مین مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے م شمنی مین اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر گھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ۱۲ ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہوا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اسمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ بقید طاص اُس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونے کی ہو گی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اُسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہی نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونون جدا جدا اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونومین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہو گی	چاندی غالب اور دونومین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونون برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہ خاص صورت متن مین آویگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول وآخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہو گیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اُسکو ملا تو اُسکے واسطے نیا برس شروع ہو گا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو م یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال

ہین ہو فلولہ مائۃ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما فافہم پس اگر مزکی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک (زکوۃ دینے والا ۱۲)
ہم یعنے نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اُنکی زکوۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہو امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت اُنکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوۃ ساڑھے تین درم ہوے پس کل زکوۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہو اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی
ہو تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ بتبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہو تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہو اور
یہان دینار[۵] چودہ درم کا مفروض ہو تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوے جسکو سو درم کی زکوۃ مین ملانے سے چھ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم
کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاے کے پورا ہونے سے ہو قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہو حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہو اور یہ قول کافی کا غلط ہو اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہو اور مثال بالا مین خیال
نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنالئے جائین تو دس دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہ غرض ہو کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہوجاے کذافی الطحاوی
نبھرف **ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ** اور نہین واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے یہ مراد کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملادین تو نصاب ہوتی ہو **وان صحت
الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا اوص من تشفع وبیانہ فی شرح المجمع** اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین بسبب
متحد ہونے سببون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہو جملہ اوص من تشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع مین ہو ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہو طرف خلاف
امام شافعیؒ کے کہ اُنکے نزدیک زکوۃ واجب ہو اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ ہین مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من تشفع مین ہمزہ اشارہ ہو طرف
اہلیت کے یعنے دونون شریک اہل ہون وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہو وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری
ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناہی واحد کیطرف یعنی دودہنی جسمین دودہ دوہا جاوے ایک ہو
ہی اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کیطرف یعنے
ایک ہی نر دونون پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ
اُنکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت (جہان بیچنے کی جگہ ۱۲) کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی **وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی**
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہو یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہو تو زکوۃ دونون پر واجب ہو ہر ایک کے
مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیرلیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہو ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہو اسکی صورت یہ ہو کہ ان دونون کے پاس ایک سو تیئس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ واجب
دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اُس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہو

[۵] کیونکہ اسکی قیمت یہ مفروض کی گئی ہو ۱۲-م

پھیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہے واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث
پس ایک تہائی مال والا اُسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہونچے حصہ ایک کا ان دونون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ دیوے
نہ دوسرا م اسکی صورت یہ ہے کہ اسّی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے امین سے ایک بکری لی یعنی دو
تہائی والے کی زکوٰۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ و بین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لاشئ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیون کی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنے نصف
نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہین آتا کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہین ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہو سکتا بر خلاف قول امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج م تجنیس مین ہے کہ اسّی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے
آدھی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہے تو اس چالیس والے پر زکوٰۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک
ہوتے دونون پر زکوٰۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت مین تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصف نصف ہے
تو تقسیم نہین ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس
زکوٰۃ دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علے الفور نہین بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہون
تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہا مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوٰۃ وقت قبضہ دو سو درم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اُنکے اُن چیزون کی کہ حوائج
اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی م املاک جمع ملک کی ہے بمعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف مین
اراضی کو کہتے مین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگائے جاوینگے برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین م دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے اور
ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اُسوقت زکوٰۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ اُسمین زکوٰۃ واجب نہین
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہ مال زکوٰۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اُس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت
کی یہ ہے کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہے
کہ وہ مال زکوٰۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدائے سال
وقت بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوٰۃ اُسمین اصل مال کے
برس سے واجب ہے مگر ادا اُسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کر لے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کے مثل ہے اگر وارث ہوا اُس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہے مع یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو ذکر
ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین اداے زکوۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہے کیونکہ ادا اُسکے ذمے ابھی لازم ہی نہین ہوا اور وارثا کے ذمے زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ ملک اسکی
وراثت سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف
وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف مگر جبکہ ہو
اُسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا مع یہ استثنا ہے اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اسکو کچھ حاصل ہوا اور
اُسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مر اشارۃ الی المستفاد
فے اثناء الحول مع کیف اور مراد یہ ہے کہ یہان جو مذکور ہے وہ اسی قاعدے مین داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون
بعد الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا اولا خانیہ اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہین برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو
کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو استہلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوۃ کو ابرار وائن کی صورت مین مقید کیا ہے مدیون مفلس کے
ساتھ اس صورت مین ابرار بمنزلہ ہلاک کے ہے الیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنے زکوۃ واجب ہوگی یاد رکھو
کذا فی البحر قال فے النہر وہذا ظاہر فے انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فے الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہ یعنے قول بحر کا وقیدہ الخ
ظاہر ہے اس باب مین کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا اولا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہین ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور صحیح
نہین ہے دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
مین اُسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہے کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی المرأۃ
زکوۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضے الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فے العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس گذرنے کے اُس ہزار مین سے کہ بعد مہر
قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنے سونا چاندی عقود مین یعنے
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنے اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین م نقد کے لفظ سے احتراز ہے سامنے سے اور
شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اُسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنے کل مہر اُسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہے مرد کے ذمے نہین کیونکہ عقود مین نقد معین نہین ہوتے اسنے جو قبض کیا تھا وہ اُسکی
ملک مین ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اُسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوۃ
اُسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہین کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ وتسقط الزکوۃ
عن موہوب لہ فے نصاب مرجوع فیہ مطلقاً سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب
ولذا لا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہے زکوۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت مین کہ واہب نے بعد برس گذرنے کے نصاب کو پھیر لیا ہو

[Right margin note:] لہ یعنی ادا کرنا ... ۱۲

بہرحال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شے معین موہوب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے بعد ہلاک موہوب کے
رجوع نہیں پہونچتا قید بہ لانہ الزکوۃ علے الواہب اتفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوٰۃ کے سقوط مین اسواسطے لگائی
کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہین ہے کیونکہ اُسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوٰۃ کے لیے ایک حیلہ ہے اور اتفاقا کے لفظ مین
ایما ہے کہ موہوب لہ سے زکوٰۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اسلیے کہ اُسنے اپنے اختیار سے
اسکو دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ مستہلک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہین ہے اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کر کے
بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ مستہلک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یہبہ لطفلہ قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ سقوط زکوٰۃ کا یہ ہے کہ مال ہبہ کرے
اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین
محیط مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ مین اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب مین
امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰۃ مین امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان مین من قبیل ہذا من تسمیۃ الشیٔ باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی
ای علم جنس کہا گیا ہے کہ یہ نام رکھنا ہے کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنے عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع
العشر پس چونکہ بعض حالتین وہ ہین کہ جنمین عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے اُسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہین بلکہ عشر
نام ہے اُس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنے یہ علم جنس ہے ہم شامی نے کہا کہ مناسب یہی
کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین علمیت بضرورت مانا کرتے ہین جیسا اسامۃ مین کہ معرفون کا استعمال ہوتا ہے اور کوئی آلۃ التعریف کا نہین اور
یہان کوئی ضرورت علم ماننے کی نہین ہو حر مسلم بہذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود علے الاعمال عاشر آزاد ہے مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا
کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہووے کیونکہ اسمین زکوٰۃ کا شبہہ ہے کہ ہاشمیون کو جائز نہین ہم غیر ہاشمی
کی شرط عنایہ مین لگائی ہے اُسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہین آئی اور یہ مخالف ہے اُسکے جو نہایہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر
کیا جاوے تو اسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے تو درست
ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چورون اور رہزنون سے اسلیے
کہ لینا مال کا تجار سے بسبب حمایت کے ہے یعنے امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علے الطریق للمسافرین خرج
الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ
ساعی وہ ہے کہ جو قبائل مین جاوے تا کہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا
اسکو امام نے مقرر کیا ہو تا کہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے خریہ تو تعریف مین صرف صدقہ کا
ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار بوزن فجار المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر
وصول کرے صدقے اُن تاجرون سے کہ اُسپر گذرین اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور
جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہین تعریف المارین باموالہم کے

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھرون مین ہین اگر تاجر
کو خبر بھی کرے تو امین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین شرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ
اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق کرنے
پر حالانکہ ان دونوں مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فے ذم العشار محمول علے الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت
مین وارد ہوا ہے (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنے نہ داخل ہو گا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علے دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ سراج وھو الحق بحر ولھذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغۂ زکوۃ لیتا ہے کذا فے المعراج اور یہی حق ہے کذا فے البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر آخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیتہا انا الی الفقراء
فے المصر لابعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فے الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چھٹی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فے البدائع حتے لو اتی لہا علے خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کالعدم شمار کیجاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لی جاوے اس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثناء ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر
سے نہ مانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ
نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ لاحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا امین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوۃ ہو گا اور پہلا دیا ہوا نفل
ویاخذ منہ بقولہ لقول عمر لا تفتشوا علے الناس متاعہم لکنہ یحلفہ اذا اتہم اور لیوے زکوۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ حضرت
عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق
فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا
ہے کیونکہ انکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الے فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر
کو دیا مقبول نہو گا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہین ہے اسواسطے کہ جو کچھ اس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے
کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا
فے الشامی لا یصدق حربی فے شئ اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت
کرے افادہ الکمال الا فے ام ولدہ مگر اسکے ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جاویگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

وہ ثابت النسب نہوا اور نہ اُسنے تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد المالیۃ بسبب نہونے مالیت کے م یہ علت دونون مسلون کی ہر یعنے دونون صورتون

مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہر کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق فے حق

غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اسکا بیٹا نہین ہوسکتا تو اُس قول سے وہ غلام اُسپر آزاد ہوجاویگا اور عشر لیا جاویگا اسلیے کہ حربی

نے اقرار عتق کا کیا پس اُسکے غیر پر یعنے عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی والا فی قولہ ادیت الی عاشر اخر وثمہ

عاشر اخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا ابھی ہو فلا یودے لانفصال لمال

جزم بہ ملاخسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر اُسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اُسکا مال جڑ سے نہ اُکھڑ جاوے

یعنے ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اُسکے پاس کچھ نرہیگا یقین کیا ہر ملاخسرو نے اور ذکر کیا اسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنے سزاوار ہر کہ مانا

جاوے یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قولہ ملاخسرو اسی طرح ہر بعض نسخ بحر مین بزیادت لفظ فے شرح الدرر اور دوسرے نسخہ مین ملا الشیخ فی شرح الدرر

ہر اور یہی صواب ہر اسلیے کہ عبارت ملاخسرو کی مانند عبارت کنز کے ہر اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہر وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود

بخاری مشہور بملا الشیخ کی ہر اُسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ لعدم تصدیقہ ورجحہ فے النہر لیکن جزم کیا ہر عنایہ مین اور

غایۃ البیان مین اُسکے قول نماننے کا اور نہر مین اسیکو ترجیح دی ہر واخذ منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا او لم یکن کما فی البرجندی

عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربی عشر اور لیا جاے ہمسے یعنے مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو

یا نہو جیسا برجندی مین ہر منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان حصہ بذلک امر عمر اسیکا امر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم یعنے ان تینون باتون کا امر اپنے

ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہر کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا ہر وہ زکوۃ ہر اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہ مال

جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین صرف کیا جاے بشرط کون المال الکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرط ہونے مال ہر واحد کے پوری

نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہر وبشرط جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان

علم اخذ مثلہ مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اُسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے ہم اینی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہر یہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ

اُنسے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آگئے تو اُنسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانونسے کفار کتنا

لیتے ہین تو اُسی قدر مسلمان لوگ بھی اُنسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اُس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم

ہو تو عشر یعنے دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور اعتبار مجازاۃ کا متعذر ہر پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا

کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہر وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان مگر اسصورت مین

کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر اُسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اسکو اپنے مامن تک

پہونچا دیوے واسطے ثبوت امان کے ولا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فے الاصح اور ہم نہ لیوین اُنسے کچھ جبکہ مال

نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہر اور ظلم

مین کسی کا اتباع نہین م اسمین اتنی بات ہر کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہر ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا

صریح ظلم ہر کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہر پھر اسمین لینا مقتضاے امان کے مخالف ہر جیسا

کل کا لے لینا کذا فی الشامی او لم یاخذوا منا لیستمروا علیہ یا جبکہ وہ نہ لیتے ہون ہمسے تو ہم بھی اُنسے نلیوین تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین ولانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ امام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یاخذوا یاخذون من اموال صبیاننا
شیئا کما فی الکافی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مین سے
کچھ لیتے ہون جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ
عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہین جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو م حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگاوے پھر دار الحرب مین نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتے دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما
مضے لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اُس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اُسپر
نہین رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانون اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر
یعنی عدم ولایت ۱۲
کذا اقر المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اُسکی مردار کی کھالون کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے م خمر مضاف ہے
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہے اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہ اشکال ہے کہ کھالین مثلی نہین
ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو اُنسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین
ہو سکتا اور اُس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے
انتفاع درست ہے اور اسلیے انکو علمانے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا کذا فی البرجندی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ
من المسلم شیء اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق م اسلیے کہ
مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اُس سے عشر لیا جائیگا تو اسکا قبضہ اُسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اُسکی قیمت کا لینا گویا اُسکا خود لینا ہے
م اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اُسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اُسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السعدی
یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اُسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اُسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہے کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اُسکا حق باطل ہو گا پس اُسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

سے مستثنی ہوتے ہین ذکر کیا ہی اُسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہان جواز حق العبد کے لیے ہی کہ وہ حاجتمند ہی اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع
مستغنی ہی کما بسطہ فی المعراج عن الکافی **ولا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا** اور نہ لیا جاوے اُس مال سے جو گذرنے والیکے گھر مین ہی مطلقا یعنی
خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو **ولا من مال بضاعۃ** اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے م بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہی اور اصطلاح
مین وہ مال جو مالک کسیکو تجارت کے لیے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہی اور عامل کا کچھ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانۃ کہتا
جیسا صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو ما بعد مذکور ہین اُنکی ضرورت نہوتی الا ان تکون لحربی مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جاویگا
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضارب کو نفع ہو
پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہونچے **و من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ و رقبتہ** اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اُسکے مال اور اُسکی جان کو م یہ قید اسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہی امام صاحب
اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکی کمائی کا مالک ہی جیسے اُسکی جان
کا بالاتفاق مالک ہی پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اُسکو مولی آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین
کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اُس سے کچھ نہ لیا جاویگا مولی اُسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت
سے کہ مولی کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین **او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ** یا عبد ماذون
قرضدار نہو لیکن اُسکے ساتھ اُسکا آقا نہین تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہی عبد مدیون کہ دین اُسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اُسکے ساتھ ہو
اور اُسپر دین نہین یا ہی لیکن محیط نہین اُسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہی اگر بمقدار نصاب ہو تو اُسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج **علی الصحیح فی**
الثلثۃ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے م معراج مین ہی کہ ایضاح مین مذکور ہی کہ لینے مین شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے **ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب** اور اسی لیے یعنے بوجہ
نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہی عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہی اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اُسکی ملک تام
نہین **مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم** سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر
پس انہون نے اُس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اُس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اُسی کا ہی **بخلاف ما لو غلبوا علی بلد** بخلاف اُس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کر لین بزور کسی شہر پر یعنے اس صورت مین اگر
وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہی نہ مالدارونکا کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ
شارح کا **مر بصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم** تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اُسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین کہ عاشر
کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ اُنکو دیدے م رطاب سے مراد جو چیزین سال بھر مین نر ہین شرنبلالیہ مین ہی کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اُسکے بدلے بقولات میوہ تر مین سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال مین سے اُسی جنس کے زکوۃ لے لیجاوے

ح
وہ غلام جب
مالک نے
اذن تجارت
دیا ہو ۱۲

کیونکہ اگر حمایت امام کی اسکو [illegible] کذا فی البحر [illegible]

اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہو تو اسکو اجازت ہو کذا فی الشامی نہر عنایہ مذکور ہی نہر الفائق مین بطریق بحث کے مہ نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہو اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہو سعہذا جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہو وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہو زیادتی یہ ہو کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہو کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انمین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطا قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہو اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہو دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکوز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہو مہ یہ جواب ہو اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے جو لیا جاتا ہو وہ زکوۃ نہین ہو کذا فے النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہو اور عشر ایک شقت ہو جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات بمعنے المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہو رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہو مہ شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہو کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہو درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنے مرکوز اور یہ اولے ہو اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہو مصدر نہین ہو وشرعًا مالٌ مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہو کہ موجود ہو زمین کے نیچے مہ ظاہر عبارت دلالت کرتی ہو کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور نہر مین مغرب سے منقول ہو کہ وہ معدن ہی یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہو انتہے اور ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی ہو اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہو کذا فے الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہو اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدنٍ خلقے خلقہ اللہ تعالے ومن کنزٍ اے مالٍ مدفونٍ دفنہ الکفار لانہ الذے یخمس پس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہو کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہو اور عام ہو کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہو اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہو وجدہ مسلمٌ او ذمےٌ ولو قنا صغیرا انثے پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہو پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا نہو کذا فے النہر معدنَ نقدٍ ونحو حدیدٍ پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اُسکے مثل کی وہ ہو کل جامدٍ ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہو ہر چیز منجمد کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی مین ہو پارہ مہ یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہو اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہو امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہو اور اُسمین خمس نہین ہو امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا جاتا ہو اور ڈھلتا ہو کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہو یعنے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہین ڈھلتی کذا فے الفتح اور معلوم ہر کہ خلاف
اُس پارہ مین ہر جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ مین ہر اُسمین بالاتفاق خمس لازم ہر کذا فے الشامی
فخرج المائع کنفط وقار وغیرہ المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کی قید
سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھرون کی یعنے فیروزہ وزمرد وغیرہ کی م قہستانی مین ہر کہ کان تین قسم کی ہر ایک وہ سخت چیزین
کہ پگھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ
یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فے المبسوط والتحفۃ نفط ایک روغن ہر کہ پانی پر آجاتا ہر اور قار ایک قیر
بالکسر ۱۲
اور زفت ہر جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فے ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفازۃ اذ حواھما بالاولے
کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے
داخل ہر م مراد عشری اور خراجی سے یہ ہر کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے مین ہو یا نہو تو جب عشر وخراج کے ہوتے خمس
لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فے الطحطاوی خمس مخففا اے اخذ خمسہ لحدیث د فے الرکاز الخمس
وھو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فے الرکاز الخمس ۵
اور یہ شامل ہر معدن کو جیسے پہلے گذرا و باقیہ لمالکھا ان ملکت اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ
زمین کسی کی مملوک ہو م حاشیہ ابوسعود مین کہا کہ ملک کہ سے مراد یہ ہر کہ غیر کی ملک ہو پانے والے کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی
تو اُسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہر و لاشئ نے ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا
مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہر وہ یہ کہ معدن تمام اجزا سے
مالک کی ملک ہر تو مصنف کے کلام مین تعارض یقینا ہر یہان باقیہ لمالکھا کہا ہر اور آگے لاشئ نے ارضہ کہا ہر شیخ رحمتی نے اس تعارض کو
یون دفع کیا کہ زمین مملوک کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل ہر کہ اُسمین خمس نہین کل مالک کی ہر اور جامع صغیر کی روایت
یہ ہر کہ اسمین خمس ہر اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہر اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فے
الشامی ملتقطا والا کجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ وجنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہر و المعدن
لاشئ فیہ ان وجدہ فے دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے اسکو اپنے گھر مین اور اپنی دکان مین م معدن کے
لفظ مین احتراز ہر دفینہ سے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہر اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے
نہین ہر جیسا بدائع مین ہر اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہر برخلاف قول صاحبین کے کذا فے
الشامی و ارضہ فے روایۃ الاصل واختارہ فے الکنز اور کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب
اور اسی کو اختیار کیا ہر کنز مین م غایۃ البیان مین کہا ہر کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق
ارض اور دار مین کچھ فرق نہین یعنے دونون مین کچھ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے
منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی شی کی ہر تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو اور لوگون کا
حق اُس سے ساقط ہوجاتا ہر اسلیے کہ وہ شخص اُسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہر یہی کہا ہر خصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

پانچوان کان اور دفینہ مین خمس ہر

کے موافق اسمین فرق ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ دار مین کسی طرح کی شرکت اور قبضہ اسمین ہو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا بخلاف
ارض کے کہ اسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہی پس اسمین خمس لازم ہی اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارہ کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل
کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اوس پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین
کا ہی جو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولی ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین سلاح اور ملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی **ولا شیء**
فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فی معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور انکی مثل
مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو **ولو وجدت دفینا جاہلیا**
ای کنزا **خمس** لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ اور حالانکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنی کنز جسکا علم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز
یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ
سے نرم ہو جاوے یعنی مائعات مین خمس ہی مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین **ولا فی لؤلؤ ہو مطر الربیع** اور کچھ نہین
لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہی یعنی سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اسمین موتی پیدا
کرتا ہی کذا فی الکرمانی **وعنبر** حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی
علم شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہی اسکو
دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فی الشامی **وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا** کان کنزا فی قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنی کسی کا رکھا ہوا دفینا
یہ ہی کہ اوسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اوسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا ام حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان **وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او**
غیرہ فلقطۃ یجی حکمہا اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہی کہ اسکا حکم آگے آویگا غیر
نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اوسکی طلب سے بیٹھ رہا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی **وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح** اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اوسپر علامت کفار کی ہو تو اوس مین سے خمس
لیا جاوے اور باقی اوس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام مین اسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے م قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

اسلیے کہ کنز اجزاء دارسے نہیں ہی تو خمس مقرر کرنا اُس مین ہو سکتا ہی بخلاف معدن کے اولوارثہ لو حیا والافلبیت المال سے علے الا وجہ
یا اصل مالک کے وارث کا ہی اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہی اور یہ اوجہ ہی ہم نہر مین کہا ہی اگر ورثہ مالک اول کے معلوم
نہون تو اقصے مالک زمین کا اُس کا وارث ہی اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ موجب ہی تامل
کے بعد انکا اسلیے کہ بحر مین مذکور ہی کہ کنز زمین مین امانت ہی پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اُسمین رکھا ہی اُسکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو وہ بیچ ڈالے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہی اُسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
وہذا ان ملکت ارضہ والافللواجد یہ اس صورت مین ہی کہ زمین اُسکی ملوک ہو اور اگر ملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہی م یعنی خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہی باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہی اور ہدایہ وغیرہا سے اُسکی ترجیح معلوم ہوتی ہی
لیکن معراج مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہی جیسا حال غیر ملوکہ زمین کا ہی اور اسی پر فتوے ہی شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہی کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہی ولو ذمیا وقنا صغیرا انثے لانہم من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو غلام
ہو صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہی شامی عن رحمتی خلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنے پانے والے کا ہی سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹایا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اُسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فے المفاوز باذن الامام علے شرط فلہ المشروط مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اُسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان فے طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب
مین تو وہ اُسکا ہوگا جسنے پایا ام ظاہر اسکا دلالت کرتا ہی کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا
اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون شترک ہون اُسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
پکانا انیٹون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہی وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ انمین
سے کسی نے حاصل کیا وہ اُسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہی اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسی کا ہی اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اُس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اُسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا وان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلے علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہی یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہی اُسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہی اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فے الطحطاوی اور ایک قول یہ ہی کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہی م ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہی کہ اُسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنے ظاہر یہ ہی
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہی جب تک اُسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہی کہ اِس ظاہر ہونے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت
اہل حرب کی ہی اور اہل اسلام مین رائج ہی ظاہر یہ ہی کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن مین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہی

۱م
یعنی حق مالک
معلوم ہون تو
جو سب سے اول
مالک ہو اُسکا ہوگا
بعد مالک اول
کے جو معلوم
نہین اور واللہ اعلم
۱۲

دیکھا اُسمین لکھا ہر کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہر اسلامی ہی ہونے چاہئیں
ولا خمس رکاز اسعد ناکان او کنزا وجد فی صحرا دار الحرب بل کله للواجد ولو مستامنا لانه کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہر اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہر ولذا لو دخله جماعة ذو منعة وظفروا بشئ من کنوزہم وسعدنہم خمس لکونه غنیمة اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا اور کچھ خزانہ یا معدن اُنکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہر یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہر وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکة لبعضہم ردہ الی مالکه تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اُسکو اُسکے مالک کو ہٹاوے غدر سے بچنے کے لیے م یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجه منها
ملکه ملکا خبیثا فسبیله التصدق بہ پس اگر نہ ہٹایا اُسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا
تصدق کرنا واجب ہر فلو باعه صح لقیام ملکه لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہر کیونکہ اُسکی ملک ثابت
ہر لیکن مشتری کو اچھا نہین م بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہر کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکة لہم حل له فلا یردہ ولا خمس لما تر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اُسکو حلال ہر پس نہ ہٹاوے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے
وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہر کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنون مین فقہا
کا اختلاف ہر صحیح یہ ہر کہ متاع وہ ہر جس سے نفع لیا جاے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی
النقایہ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہر کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہر م نقایہ
کتاب ہر صدر الشریعہ کی اور یہی ہر وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعہ کی کتاب ہر درر مین کہا ہر کہ یہ صحیح نہین ہر کیونکہ شراح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہر کہ خمس واجب ہوتا ہر اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہر وہ اس طرح کی صورت نہین ہر کیونکہ مستامن مثل چور کے ہر اور
زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہر الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسه واصله وفرعه واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہر خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنے وہ خود اگر محتاج ہوا اور چار خمس مین اُسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اُسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہر کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہر کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہر کہ جسکو رکاز کا مال ملے اُسکو گنجائش ہر کہ صرف کرے خمس

مساکین پر ہو اگر امام کو اطلاع ہو تو اُسکے کیے ہوے کو قبول کرے اور اگر اُسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہو کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اُس عشر کے نہین ہو کہ زمین پر لازم ہوتا ہو کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہو دہ یکی کے احکام مین م عشر کہتے ہین دس مین کے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہو جو عشر کی طرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ مین اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہو جو زکوۃ کا ہو **یجب العشر فی عسل** وان قل واجب ہو دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو م شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہو تنوین نہین کیونکہ مضاف ہو ارض کی طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہو **ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ** عشر واجب ہو اُس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل **بخلاف الخراجیۃ لئلا یجمع العشر والخراج** بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اُسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج م ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ ہو کہ یہ شامل ہو زمین عشری کو اور اُس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہو کہ پہاڑ عشری ہو یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی **وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود** اور ایسا ہی عشر واجب ہو پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اُسکی حفاظت کی اسلیے کہ وہ مال مقصود ہو م امام کو اُنکی حفاظت اسلیے مقصود ہو کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہو تو یہ علت اشتراط کی ہو یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہو کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہو تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی **لا ان لم یحمہ لانہ کالصید** عشر واجب نہوگا اگر امام نے اُسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اُسمین بھی عشر نہین **ویجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنہر** اور واجب ہو عشر اُس زمین مین جو مینہ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے م سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب **بلا شرط نصاب راجع للکل** بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہو گا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہو یعنے شہد و پھل و غلہ **وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ** اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مونتہ الارض کے ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا م اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ[له] یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اُسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہو تو وہ برس روز مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہو مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی **ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویؤخذ من الترکۃ** اور اسلیے امام کو گنجائش ہو کہ ان چیزون کا عشر زبردستی لے اور ترکہ سے لیا جاسکتا ہو **ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف** اور واجب ہوتا ہو یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین م زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہو اسلیے کہ عشر پیداوار زمین ہو زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہو کہ اہل وقف نے اُسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصراً

[له] خراج کی دو قسمین ہین مقاسمہ اور ایک موظف مقاسمہ اسکو کہتے ہین کہ پیداوار کا آدھا یا تہائی وغیرہ بانٹ کر لے لیا جاے اور موظف وہ ہے کہ فی بیگھہ کچھ مقرر کر دیا جاے ۱۲

وتسمیتہ زکوٰۃ مجاز اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجاز ہے م ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر میں اسی کی تقویت کی ہے لیکن عنقریب اس باب میں
کچھ گفتگو ہو چکی ہے الا فی ما لا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین کے محاصل میں مقصود نہ ہوں نحو حطب وقصب
فارسی جیسے لکڑی اور نے م قصب لغت میں نبات ساقدار گرہ والی کو کہتے ہیں اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے اور قصب الذریرہ سے
جسکو قصب السنبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہے کما فی الجوہرہ اور معراج میں ہے کہ گنے کے رس میں عشر ہے نہ خود گنے میں کذا فی
الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہے اور سوکھا م فتح میں کہا مگر اتنی بات ہے کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اسمیں عشر
واجب ہے کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی
واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے کپاس کا
درخت اور بینگن کا درخت م یعنے ان دونوں کے درختوں میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بینگنوں میں عشر ہے کذا قال الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء
وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل میتھی اور کلونجی کے م کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریاں ہوتی ہیں انمیں
عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہے کہ دواؤں میں عشر نہیں ہے جیسے کیایہ اور ہلیلہ اور کندر میں کذا قال الشامی حتی لو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انہیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہوگا م یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی میں
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہیں اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب اے
دلو کبیر ودالیۃ اے دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنے بیسواں حصہ واجب ہے اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے م یہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور
ہے یا اس صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنے اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر م اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسواں حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں م غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونوں
وظیفوں کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسویں حصہ کا
آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوائم پر قیاس کرکے
جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے م یعنے عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری
کمیروں اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقاً واجب ہے دونا عشر کا یعنے پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں م بنی تغلب قوم نصاریٰ میں سے ہیں

حضرت عمر رض سے صلح اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانون کا دونا اُنسے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علمانے فرق نہین بیان کیا زمین کے دولاب سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے مین اور بمقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہی کہ مسلمانون کی نسبت اُنسے دوچند لیا جاوے ہر صورت مین وان کان طفلا او انثےٰ او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان سے م تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہی وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری ہو جاتی ہی اور یہی حال ہی جب خریدا ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہی پس متبدل نہوگی م ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہی کذا فی الحلبی اور شراکا ذکر بنا بر کثرت ہی ورنہ سب انتقالات مین یہی حکم ہی اسمعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف مین امام ابو یوسف کا اس صورت مین خلاف ہی کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے یا اس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی جیسا پہلے بیان ہو چکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی اشترے ارضا عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اُس ذمی سے جو تغلبی نہو اور خریدا ہو زمین عشری مسلمان سے اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر مین اور کفر مین منافات ہی م ذمی سے خراج لینا اس صورت مین مذہب شیخین کا ہی اور امام محمد کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اُسپر مضاف ہو جاتی ہی شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اسلیے لگا کہ خراج واجب نہین ہوتا اگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہی عشر کے اسلیے کہ عشر مین معنی عبادت کے ہین حاصل یہ ہی کہ زمین عشری ہوتی ہی یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہی یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہی اور امام ابو یوسف رح کہتے ہین کہ عشری ہو جائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائیگی اگر ٹھہرے اُسکی ملک مین امام اعظم کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ او۔ لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے م یعنے گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیع مین سے اُٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ اور ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے م اور ردت عطف ہی اخذہا پر یعنے جبکہ خرید اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشرا فاسد پھر وہ زمین بجہت شرا فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری نہوگی بدستور بحر مین کہا ہی کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھر لینے کا اُسکو ثابت ہی او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے م یعنے جس صورت مین کہ بائع کو خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہی اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہی زوال ملک کو قالہ الشامی او رؤیۃ مطلقا یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہرحال یعنے رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اُسکے کذا فی الشامی او عیب بالقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

حکم سے ہم تو ان پانچوں صورتوں میں مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ بقیت خراجیہ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر روکی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو رہیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہے نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہے غیر متعاقدین کے حق میں کذا فی الشامی واخذ خراج من دار
جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقًا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت
میں ہم یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بماء الخراج
یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اسنے خراج کا پانی
اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنے وہ نہریں کہ عجمیوں نے کھودیں جیسے گنگا اور جمنا کی نہریں اور اسی کے مانند ہے سیحون اور جیحون و دجلہ و فرات
برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینھ اور کنواں اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت میں نہو کذا فی الملتقی وشرحہ عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہاں
مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہے شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہاں مسلمان نے جو کہ
خراجی زمین سے پانی دیا تو خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا
قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہا لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونوں طرح
کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمیں عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں ولا شئ فی دار و مقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہیں لازم گھر میں
اور مقبرہ میں اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہے کہ رہنے میں نمو اور زیادتی
نہیں اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر میں رکھیں اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے میں کچھ فرق نہیں لیکن علمانے
تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہے خانیہ میں ہے اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا
خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت میں کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ میں ہے پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث میں ہے کہ جب کہ زمین خراجی زمین کو مقبرہ
یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیروں کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین
قیر اے زفت اور کچھ نہیں رال کے چشمے میں ہم اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہیں ہے یعنے زمین سے نہیں پیدا ہوتی ہے بلکہ چشمہ ہے جوش مارتا
جیسے پانی کا چشمہ تو اسمیں عشر اور خراج نہیں کذا فی البحر ونفط دہن یعلو الماء مطلقا اے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہیں نفط میں کہ ایک عین
ہے کہ جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت میں یعنے رال وغیرہ زمین عشری میں ہو یا خراجی میں ولکن فے حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج
خراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے گرد و نواح میں جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہے خراج لازم ہے لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ
خراج نہیں خود چشمہ میں اسلیے کہ خراج متعلق ہے کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہے الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف میں بن سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم
مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فے حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح
میں بشرطیکہ بو دے اور نہیں تو نہیں لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہے ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ و بدو صلاحہا بان تامن
امن فسادہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونیکے کذا فی البحر
اور نہر میں شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ میں کہا ہے کہ اختلاف ہے عشر کے وقت میں جو کھیتوں اور پھلوں میں سے لیا جاتا ہے پس
امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہیں کہ اسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اسدرجہ کو پہونچے کہ اس سے
انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہیں کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

ف اور نمک میں بھی کچھ نہیں کذا فی الکافی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل اداء خراجہا اور نہین حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اُسکی آمدنی خراج کے ادا سے
پہلے م بعضون نے کہاکہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اُسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی
کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام یعنے حاکم کو حبس کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھاجاوے تو امام خراج کہان سے
لے کذا فی الذخیرۃ طحطاوی نے کہاکہ واقعات مین ہی نقلا عن البزازیۃ کہ پیداوار سے کھانا درست نہین قبل اداکرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل اداکرنے
عشر کے مگر جبکہ مالک عزم اداء عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید مستحسن ہی کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یؤدی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کھاوے ماکولات عشریہ سے یہانتک کہ اداکرے عشر اور اگر کھاویگا تو اُسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی م شرح
ملتقی مین مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اُسپر کچھ نہین فقیہ ابواللیث نے کہاکہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا
فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہونچتا ہی کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یؤخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ اداکیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیاجاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیہ م اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شے زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اُس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا
کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا و فیہما من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل
یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے لیاجاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہوجاتا ہی اور اول ظاہر الروایۃ ہی م شامی نے کہاکہ ذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے
دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایت مین اور ابن المبارک نے ابوحنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہوجاتا ہی پھر دو ورقون کے بعد ہی کہ ساقط ہوتا ہی
خراج اُسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہی جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہاکہ ساقط ہوجاتا ہی پس معلوم ہوا کہ ظاہر دونون
روایتون کے فرق ہی درمیان عشر و خراج کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا مانند
عشر کے ظاہر الروایۃ مین انتہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا
تو خراج واجب ہی نہ عشر م یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذرچکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر
کریگا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہوجاتے ہین دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو ساقط ہوجاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون م خانیہ مین ہی
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اُسکو غصب کرلیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج
بائع پر ہی اگر زمین اسکے قبضہ مین رہے م بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہی اسمین شرط ہوتی ہی کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہی جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع
اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی م اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور
مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی
کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر
اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمین کھیتی کر سکتا ہو تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر پھر یا
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنے کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی
کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا افادہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے
کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی م یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر
امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر کا
تعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی
تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی کمستعیر مسلم مانند
عاریت لینے والے مسلم کے م یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہی کیونکہ جب اسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ موجر نے منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اسنے
(عاریت دینے والا)
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی
وفی الحاوی وبقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما
بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہی تو دونون پر حصہ رسد ہی م
واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت
کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح
نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک
دونون پر حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو وجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا
لے لینا اسکو دیانۃ جائز ہی م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اس خاص مین سے
نہو جو اسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک
مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اسکو اسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو

دیدینا جائز ہی پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اُس مد کے سوا جسمین اُسکا حق ہی دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لیے جائز ہی اسلیے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتی ہین کذا قالہ الشامی وللمودع صرفُ ودیعۃٍ مات ربہا ولا وارث لنفسہ او غیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسیکی ودیعت رکھی پھر مالک مرگیا اور کوئی وارث نہین تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون ہم امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال مین دیگا تو ضائع ہو گی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہ شخص مصرف زکوۃ ہی تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی ودفع النائبۃ والظلم عن نفسہ اولی الا اذا تحمل حصتہ باقیہم دفع کرنا تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اُس صورت مین کہ اسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے ہم نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ مین ہی منقول عن البزدوی اور مراد یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اسمین یہ بھی ہی کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق لگائی جاوے تو بعض کو اُنمین سے پہونچتا ہی کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اُسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہ ہی کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وتصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہی ہم نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین اسیر ہین اُنکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق مین یہین کہ کفیل نے جب اُسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اُس سے کر سکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قالہ الشامی ویؤجر من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو ہم یعنے ہر ایک پر بقدر اُسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اُسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہو گی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم پہ ظلم ہو گا اگر کوئی شخص انصاف سے اُسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اُسکو اجر ہو گا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہی قالہ الشامی وہذا یعرف ولا یعرف کفا لمادۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادۂ فساد کے ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر اُنکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی وہ دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگون پر اُنکی مصلحت کے لیے اُن سب کا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اُس صورت مین ہی کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اُس کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اُسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اُسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہی اور حاوی مین جو راجح کر کے بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اُسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج و بحٰی تمامہ مع بیان بیوت المال و مصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی ع بیوت المال اربعۃ لکل ٭ مصارف بینتہا العالمون ٭ بیت المال
چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف جدا گانہ ہی کہ اُنکو علما نے بیان کیا ہی م شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہی کہ علما نے کہا ہی کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپسمین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ مین مال
نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اُس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ پھیرنا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی ع فاولہا الغنائم والکنوز ٭ رکاز بعدہا المتصدقون ٭ چار قسمون مین کا پہلا
بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطفہ ضرورت شعر کی جہت
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہی مگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن
البدائع ع وثالثہا خراج مع عشور ٭ وجالیۃ یلیہا العاملون ٭ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوے ہین اسکے کارپردازان
حاکم کے م بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ
کیا ہی کہ ہدیہ حربیون کا اور جو اُنسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اُس سے کہ لشکر کی اُنپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانو نسے
لیا جاتا ہی اُسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ مین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرب مین
جزیہ کو کہنے لگے ع ورابعہا الضوائع مثل مالا ٭ یکون لہ اناس وارثون ٭ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنے لقطون کا ہی مانند ان اشیا کے
کہ نہو انکا کوئی وارث م ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنے لقطہ وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اُس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اُسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ الا یکون بحذف حرف عطف معطوف کہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اُسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسی وجہ سے اسکا دین اُسمین سے ادا کیا جاتا ہی کذا
قالہ الشامی ع فمصرف الاولین اتی بنص ٭ وثالثہا حواہ مقاتلون ٭ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہی قرآن شریف مین مصرف الاولین
مین حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین
اور اُسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہی
اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اسکو مقاتل ع ورابعہا فمصرفہ جہات ٭ تساوی النفع فیہا المسلمون ٭ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہی م یہ موافق ہی اسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہی یعنے یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباطون مساجد اور ثغور یعنی اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیون اور علما کے روزینے

اور مجاہدون کی قوت اور ان سبکی اولاد کی قوت مین اور جو اُسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہی اُسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہی یعنے ہدایہ اور اکثر کتب مین یہ ہی کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہی وہ تیسری قسم کا ہی اور چوتھے کا مصرف جو مشہور ہی وہ یہ ہی کہ لقیط جو فقیر ہو اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو اس قسم سے انکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ مین ہی حاصل یہ ہی کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہین پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکھتا یعنے ورابعہا خواہ عاجزون وثالثہا مصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوۃ والعشر یہ باب ہی مصرف زکوۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ہم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہی یعنے عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی مین ہی کہ جو مصرف عشر کا ہی وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہی واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہی ہم یہ جملہ اقتصار زکوۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہی یعنے خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہہ مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہی اور اولے یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تا کہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بھی مثل معدن کے ہی کذا فی الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنی شئی ایک مصرف زکوۃ وعشر کا فقیر ہی اور فقیر وہ ہی جسکے پاس تھوڑا مال ہی ہم فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلیے کہ فقیر شرط ہی جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شئی سے مراد نصاب نامی ہی اور ادنے سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ کہتا لا یملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہی نہ غنی مین اور فقیر مین اور مسکین کے معنی یہ ہین کہ اُسکے پاس کچھ نہو تو اُسکے مقابلے کی جہت سے فقیر کے یہ معنی ہوے کہ اُسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصراً بتصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنے کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو مثل حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو اُنکی ضرورت ہو پڑھانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزین مستغرق بالحاجۃ ہین تو مالک کو مباح ہی زکوۃ کا لینا نہین تو حرام ہی بلکہ اُس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنے صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شئی لہ علے المذہب دوسرا مصرف زکوۃ وعشر کا مسکین ہی یعنے وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنے مذہب یہ ہی کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہی فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہی لیکن پہلا اصح ہی کذا فی البحر اور یہی قول ہی اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہین مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہی اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونون ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالی او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالے کے یا مسکین خاک مین ملا ہم یعنے اپنی جلد مٹی مین گڑھا کھود کر چھپا رکھی ہی کہ قائم مقام ازار کے ہو ازار نہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہی بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر موقوف ہی کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہی احترازی نہین ہی اور آثار اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہی وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیۃ سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہی ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ اُنکے پاس کشتی تھی پھر اُنکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ اُنکو مساکین ترحماً کہا ہی اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہی کہ وہ کشتی اُنکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بعاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہی اور یہ عام ہی ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ

یعنے کو شرک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لایمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام مین لگا دیا پس اسکو ضرورت ہی
خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہین ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل اپنے عمل کی
اجرت لیتا ہی اسلیے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا تبع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو
لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبہ شرافت کو
نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہی اور نہایہ مین ہی کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہی نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہی کیونکہ علما اسکو لایحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی و بہذا التعلیل یقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہی یہی
ذکر کیا ہی مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوۃ لینا اسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے پاس ہی
وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر ذہن سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر ہی کہ
طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ
پر م اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو دے
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م کیونکہ
جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور
مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اُسکے مولی کو حلال ہی
اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور
ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ جسطرح
حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اسکو نصاب حاصل ہو تو

جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہو کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہو اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی
وسکت عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مؤلفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وے ساقط ہو گئے حضرت ابو بکر رض
کی خلافت مین باجماع صحابہ رض یا تو اس جہت سے کہ وجہ اُنکے دینے کی نرہی م مؤلفۃ القلوب وہ لوگ کہ اُنکی خاطر داری سے مال صدقہ اُنکو ملتا تھا اور وہ
تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت اُنکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے اُنکو
دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا
اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اُنکے دینے کی حاجت بھی نرہی کذا فی الشامی او نسخ بقولہ صلے اللہ
علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اُنکے اغنیا سے اور دے اُنکے فقیرون کو م الفاظ اس حدیث
شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہ ہین فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ توخذ من اغنیاءہم فترد علے فقرائہم الخ اور جن
لفظون سے کہ شارح نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہو سو حافظ ابن حجر نے کہا ہو کہ مین نے کسی مسند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائہم کی
مسلمین کیطرف پھرتی ہو تو مؤلفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہو پس نسخ حضرت کی حیات مین
حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اُسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کی ناسخ ہو سکے
اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہو جسکو حضرت عمر رض نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء
فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع
نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہو قالہ الشامی **ومدیون لا یملک نصابا فاضلا
عن دینہ** پانچوان مصرف زکوٰۃ کا مدیون ہو کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے م شامی نے کہا کہ آیت
شریف مین جو غارم کا ذکر ہو اُس سے مراد مدیون ہو وفی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ مین ہو کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت
زیادہ مناسب ہو کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہو **وفی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ** چھٹا مصرف زکوٰۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنے جو
غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اُنکو صدقہ لینا حلال ہو اگرچہ وہ
کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجائینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہو کہ فی سبیل اللہ
سے مراد منقطع الحاج ہو یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہو لیکن بمعنے حجاج ہو اور یہ قول امام محمد کا ہو اور پہلا
قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اُسکو اختیار کیا ہو کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہو کہ یہی اظہر ہو اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہو وقیل
طلبۃ العلم اور کہا گیا ہو کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ
کی تفسیر کی ہو کل تقربات اور خیرات سے سو داخل ہو اسمین ہر شخص کہ خداے تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو
کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہو اوقاف وغیرہ مین م یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط
احتیاج ان سب کو دینا جائز ہو خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہو کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت
کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی بتصرف **وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ** ساتوان مصرف مسافر ہو

یعنے وہ شخص کہ اسکی ملک مین مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہین م یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اُسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اُسکے
لینے پر قادر نہو کما فی النہر عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہ ہو کہ قرض
لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور نہ بچے ہوے کا صدقہ کرنا واجب ہو جب اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے
زیادہ لینا بھی درست ہو قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ موجلا او علے غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر ہو
اُسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ یعنے اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر م یعنی
اگر مال موجل ہو اور اُسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت مقرر کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہو کذا فی النہر عن الخانیۃ اور اگر مفلس پر
اُسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال مین زکوٰۃ لینا جائز ہو کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا تو انگر ہو تو نہین جائز کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر
مین ہو کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہو اور خاوند مالدار ہو اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو
زکوٰۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہو بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہو اور اخذ زکوٰۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی نیز
یصرف المزکی الی کلہم او الی بعضہم ولو واحدا من ای صنف کان زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہو کہ زکوٰۃ ان سب اقسام مین صرف کرے
یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلیے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کھو دیتا ہو م حلبی نے کہا کہ یہ
علت ہو ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہو کہ مراد آیۃ شریف مین
بیان اُن اصناف کا ہو جنکو دینا جائز ہو نہ اُنکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہو کہ مزکی ہر قسم مین سے
تین تین شخصون کو دیوے ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہو کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا
گذرا اول کتاب الزکوٰۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہو **لا یصرف الی بناء نحو مسجد** خرچ نکرے زکوٰۃ
مسجد وغیرہ کی بنا مین م مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ
الشامی عن الزیلعی **ولا الی کفن میت** اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین م اسلیے کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر
میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر **وقضاء دینہ** اور میت کے دین کے ادا کرنے مین
نہ صرف کرے م اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین
تو ادا کرنیوالا اپنا دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہو اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولی نہوگا
کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہو مال زکوٰۃ سے اگر اُسکی اجازت سے ہو م یعنے اسوجہ سے
کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب
یفید عدم الجواز وہو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہو عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہو کذا فی النہر م
کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق رکھا یعنے امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہو ہدایہ کی شرح مین
کہ کہا ہو کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہو اور ظاہر خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہو لیکن ظاہر اطلاق
کتاب کا مفید ہو عدم جواز کو نیت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہو کہ اسمین کہا ہو اگر ادا کرین دین زندہ کا یا مردہ کا
بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہو پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور رد ہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوٰۃ مین تملیک ضروری ہو

اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ جب مامور نے قبضہ کیا اُسوقت مدیون مردہ ہی تملیک کے لائق نہین حالانکہ مامور کے قبض کے وقت
اُسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی **ولا الی ثمن ما ای قن یعتق** اور نہین جائز صرف کرنا زکوۃ کا قیمت مین اُس غلام کی جو آزاد ہوگا
ہم یعنے زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہو گی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہو گی لعدم
التملیک وہو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہی یہ علت ہی سب مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق
علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لیے یہ ہی کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور یہ کہدے کہ
امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اُس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس خیرات مین صرف کرنے کا
کذا فی البحر وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہی یا نہین مین نے
اس مسئلہ کو کہین نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ یہ مخالفت پہونچتی ہی اسلیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر
ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اُس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہی کہ اُنمین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو م اسلیے کہ منافع املاک کے
آپس مین ملے جلے ہین تو تملیک پوری پوری نہو گی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہی سب اصول کو یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی
وغیرہم اور شامل ہی سب فروع کو یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ
جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہی بلکہ مستحسن ہی کذا فی البدائع مان باپ کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے
اور کہے کہ اُنپر صرف کردے مکروہ ہی کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ یہ مسئلہ مشہور ہی اور اکثر کتابون مین مذکور ہی **ولو مملوکا
لفقیر** اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنے اُسکو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہی **او بینہما زوجیۃ ولو مبانۃ** یا دینے والے اور لینے والے
مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنے عدت مین ہو اگرچہ مین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ
وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دے سکتی ہی اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن
مسعود کی زوجہ کو جب اُنھون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی **ولا الی مملوک المزکی**
اور نہین جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو م یا ایسے ناتے والیکے مملوک کو جنمین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہی
کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ **ولو مکاتبا او مدبرا** اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر م
یعنے اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہی
کذا فی الزیلعی **ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ** اور نہین جائز زکوۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اُسکے بعض کو یعنے نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سوار کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لایدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہی کہ ہووے غلام
بتمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اُنمین اور اُسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوۃ نہین دے سکتا
اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہی یا اُسکے بیٹے کا م کیونکہ جب غلام بتمامہ اُسکا ہی یا اُنمین اور اُسکے بیٹے مین مشترک ہی اور باپ
توانگر ہی اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اُسقدر
ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہی یا توانگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے
مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اُس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہین ہی پھر

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ
علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اُسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے مع بحر مین ہی کہ اگر غلام مشترک
دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اُسکو
زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اُسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اُسکو زکوۃ دے کیونکہ اُسکا مکاتب ہی اور اگر معتق
توانگر ہوا اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب
اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ او غیرہ
اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اُسکا خود کا ہی یا غیر کا ہی اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہی وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے مین
کہ جائز ہی ہر صورت مین مع یعنے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام بتمامہ اُسکا ہو یا مشترک درمیان اُسکے اور اُسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا
قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی بتمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ع بتمامہ آزاد ہی یعنے غیر مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اُسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اُس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اُس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہی چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموائے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اُس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین
بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ ہمنے تحریر علتون کی
اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ
کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجۃ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ
دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو مع واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو دیون سے
زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ توسب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہی مثل زکوۃ وکفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب
کے مالک کو بھی حرام ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غذا
ایک روز کی ہی اُسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اُسمین
رہتا ہی لیکن اُسکی قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اُسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور یہی اُسمین
یہ ہی کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اُسکو بوتا ہی یا دکان کہ اُسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اُسکا تین ہزار ہین اور
اُسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اُسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اُسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر
فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر
واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اُس
شخص کو کہ اُسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسی کو مصنف

نے ثابت رکھا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہو گیا ضعف اُسکا جو وہبانیہ اور اُسکی شرح مین مذکور ہی یعنے اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسکے اوپر زکوۃ
دینا لازم ہی انتہی بحر مین کہا ہی کہ نصاب نامی مین داخل ہی پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال
مین سے ہو تو اُسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ دو سو درہم کو اُسکی قیمت پہونچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح
کی کذا قالہ الشامی لکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوہبانیۃ وحرر وجزم بان ما فی البحر وہم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہی
اور جزم کیا ہی کہ بحر مین جو مذکور ہی وہ وہم ہی شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہی سو وہ وہم ہی پس اس سے متنبہ رہو
حالانکہ صاحب بحر نے اُسکے مخالف اشباہ و نظائر کے الغاز مین ذکر کیا ہی پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا
ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ اُنکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی اور اکثر کتابون مین اُسکی تصریح کی ہی
کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہی اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اُسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہی کہ مرغینانی نے
کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اُنکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسپر زکوۃ واجب بھی ہی
اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہی کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی ما قالہ المرغینانی
یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہی شامی مین اُسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہی اور بحر کے کلام مین اور اُسمین تطبیق کی ہی جو چاہے
وہان ملاحظہ کرے ولا الی مملوک ای الغنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو اس سے معلوم ہوا کہ
فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہی کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہی قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ
غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اُسکا غائب ہو تب بھی اُسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب
صحیح کے ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہی ابو یوسف سے کہ اُسکو زکوۃ دینا جائز ہی فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہی کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہی کہ
زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولے کی ملک ہوتی ہی اور وہ غنی ہی اور اُسکا جواب اسطرح دیا جا سکتا ہی کہ جس صورت مین کہ مولے
غائب ہی اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہی کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہی کذا فی الشامی لان المانع وقوع
الملک لمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوۃ اس جہت سے ہی کہ جو عبد کو دیا جاتا ہی وہ اُسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہی غیر المکاتب والماذون
المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوائے مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اُسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو
سو انکو زکوۃ دینا جائز ہی مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اُسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولی
نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے
لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے م یعنے بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہی اور بعد تقرر کے
امام محمد کے نزدیک جائز ہی برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہی
اور صحیح جواز ہی اور یہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامراتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء
المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اُسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اُسکا باپ نہو
کذا فی البحر سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہی واسطے نہونے مانع کے م یہ سب کی علت ہی یعنے چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہی اپنے باپ کے غنا سے
بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہی حلبی عن البحر

ولا الی بنی ہاشم اور نہین جائز ہی زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کو معلوم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی
اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہو گئی
عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوے سو زکوٰۃ ان سب کو دیجا سکتی ہی بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور
حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنے حضرت علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق
بیان کرنا نچاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام نہین ہی بلکہ بعض پر حرام ہی کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب
فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہی کہ جسکی قرابت بنص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب کی اولاد
ہین پس جو انمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوٰۃ جائز ہی جیسا حلال ہی مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو مع نص سے مراد قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ اثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہی اور یہی درست ہی
کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہی کہ بنی ہاشم کو مطلقاً
ممنوع ہی یعنے خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہی اور عینی نے جو کہا ہی کہ جائز ہی ہاشمی کو کہ زکوٰۃ دے
اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہی کذا فی النہر م ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہی کہ فے زماننا بنی ہاشم کو
زکوٰۃ دینا جائز ہی اسلیے کہ زکوٰۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے
باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا
کذا فے البحر اور نہر مین کہا ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہی اور عینی مین جو یہ
کہا ہی کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہی کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لایجزے
چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کو دوسرے ہاشمی کا دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہی قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فارقائہم اولے
اور نہین جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین
جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہی لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث
شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہی م اسکو روایت کیا ہی ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولے
القوم من انفسہم وانا لاتحل لنا الصدقۃ م ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ حکم صدقہ کی حرمت وحلت کے باب مین ہی جمیع
وجوہ مین کیونکہ مولے اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہی اور تغلبی کے آزاد
کیے ہوے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فے النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فے النہر حلہا لاقربائہم لالہم
اور باقی انبیاء علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہی اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہی اُنکے
اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف
اولا علے ماہو الحق کما حققہ فے الفتح اور جائز ہی نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہی کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام
لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہی جیسا فتح القدیر مین اُسکو تحقیق کیا ہی م شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہی

کہ نفل صدقہ اُنکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہی جیسا محیط اور کافی مین ہی لیکن
زیلعی مین اسکے خلاف ہی یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہی اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ وقف کو بجاے نفل
کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اُسکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی مثل نفل کے اور
اس سے معلوم ہوتا ہی سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہی اور وقف اُنکو
حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہی اُسمین علے ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہی وقیل لا مطلقا تو اس
زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہی اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع ما بعد کے ولا تدفع الے ذمی تک ساقط ہی انتہے
ما قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لا قلت وقد جعلہ محشی الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہی کہ اگر
بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح
بیری نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محل ٹھرایا ہی م یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز
اور وجہ یہ ہوسکتی ہی کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب اُنکا نام لے دیا تو تبرع
اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قالہ الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وہل تحل الصدقۃ
لسائر الانبیاء قیل نعم وہذہ خصوصیۃ لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقراباتہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا لفضیلتہ
صلے اللہ علیہ وسلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اُسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہی صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول
یہ ہی کہ ہان جائز ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ اُنکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ
اُنکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
یاد رہے م یہ مسئلہ مکرر ہی سابق اُسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قالہ الشامی ولا تدفع الے ذمی لحدیث معاذ اور
نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے م یعنے وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہی
اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہی تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی
المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سواے زکوۃ کے اور سواے
عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج اُن صدقات مین نہین ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ اُنکا مصرف مصلحت عامہ
مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ
خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ
واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر
دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی وبقولہ یفتے حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے
ہی کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون منعقد ہین کذا فی الشامی واما
الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اُسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین
بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہما لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہی م یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی
ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد سے
ذکر کیا ہی کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی
کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کر دین
اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قالہ الشامی **دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا**
فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا **لما مر** صدقہ دیا اٹکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین
مصرف جانا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہی یا اُسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ
سابق مذکور ہوئی م یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب
کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہی کہ دوبارہ نہ دے
کذا فی الشامی **وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید** اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو
دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اُسکی بی بی ہی یا اُسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ
کر چکا جسقدر اُس سے ہو سکتا تھا م یعنے تملیک کر دی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہی
اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن تھی
پوری ہو جاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی حتی لو دفع
بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو **وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر** اور مکروہ ہی
دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہی
اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہی کذا فی الشامی **الا**
اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ
فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے
نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ
رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال
ہی پر ہی جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج **وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ** اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہی تو یہی اولے ہی زیلعی اور اُس سے متبادر یہ ہی کہ کراہت
تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدرر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہی جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی
بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتے یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ
قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہی
قہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر پڑوسی پھر اُسکے کوچہ والے پھر شہروالے او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانون کو نفع پہونچاوے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہم کیونکہ دار الاسلام کے فقراے مسلمان دار الحرب کے فقراسے افضل ہین کذا فی البحر مین
کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو استثنا کرنا چاہیے جبکہ ان لوگون کے دینے مین اعانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قالہ الشامی او
الے طالب علم وفی المعراج التصدق علے العالم الفقیر افضل او الے الزہاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خاصہ
اور مکروہ نہین نقل کرنا زکوۃ کا طرف طالب علم کے اور معراج مین ہی کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہی جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین
نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہین کذا فی الخلاصہ **ولا یجوز صرفہا**
لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہین جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیۃ ہم عبارت بزازیہ کی یہ ہی کہ نہین جائز صرف کرنا
کرامیہ کیطرف پس مراد بدعت سے وہ ہی جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہی منسوب عبد اللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہی کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہی اور اسم جوہر کا اُسپر اطلاق ہو سکتا ہی کذا فی المغرب لانہم
مشبہۃ فی ذات اللہ تعالے وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہی خداوند تعالے کی ذات مین
اور یہی حکم ہی اُس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ہم یہ وہ فرقہ ہی کہ قیام حوادث کا خداے تعالی کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ
من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوے اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین
یعنے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہی اُسکے ساتھ جسنے فوت کردی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات
ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوے کما **لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ** اے من الزنا وکذا الذی نفاہ احتیاطًا
جیسا نہین جائز ہی زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہی اور ایسے ہی اُسکو جسکو نفی کرچکا ہی خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو
نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہی **الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف**
فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین م عمادیہ مین اسکی وجہ
یہ لکھی ہی کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہی تو یہ شرعًا بیٹا ناکح کا ہوا اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہی
والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ مین مذکور ہین **ولا یحل ان یسال**
شیًا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس
اُس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلًا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو م شیًا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی
چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہی قالہ الشامی ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علے المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا
اگر اُسکا حال جانتا ہی کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہی م اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہی لیکن اگر اُسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ مراد علما کی اُس
سے یہ ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہی سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہی کہ ایسی باتون سے توبہ کرے

دیتھا

م
یعنی جس عورت سے لعان کیا ہو اور اسکی صورت باب اللعان مین مذکور ہی ۱۲

کذا فی الشامی **ولو سال للکسوۃ** اولاشتغالہ عن الکسب بالجہاد اوطلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد مین یا طلب علم مین مشغول ہونے سے کمائی نہین کر سکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہو م یعنے اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السوال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہی حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے م مستحسن یہ ہی کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہو م یعنے اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوٰۃ اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے جہان مال ہی قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالیکا م ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوے سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ اُنھین پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہی وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین م بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا البحر مین ہی کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید اوالی مبشر او مہدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنے عقلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز نہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملی مقر ولو طلبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص توانگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نہ کرے تو اُسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم ندیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست م اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا ہی اور اسمین یہ خدشہ ہی کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا علی کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہی م اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُسکو اٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہی اگر اُسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فی الخلاصہ م پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہو گا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ میں تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی بیان لوکہ صدقہ وہ مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

اگر تنگی پر صبر نہ کرسکے اسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہی کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ اُنکو ثواب پہونچے اور اُسکے اجر مین سے کم نہوگا

واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہی صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوٰۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہی تو یہان حذف مضاف کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہی اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہی نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہی اور سبب راس ہی قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی ہم ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام روز مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنے اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی یا مراد اسکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین اسلیے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور غالباً ماخوذ ہی فطرۃ سے جو معنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوٰۃ ہی بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوٰۃ ۱۲ اور حکم کیا گیا ہی ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوٰۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے ہی یہی صحیح ہی قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علے ان منکرہا لا یکفر واجب ہی صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو اُسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہی اُنکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوٰۃ علے قول کما مر واجب ہی صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہی ہمارے تینون اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہی ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنے وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع مانند زکوٰۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا وثواب فادا ہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اُسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی ہم جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مرجاوے
تو اسکے ترکہ سے نلیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے انپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین
وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی **وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا** اور کہا گیا ہی کہ ادا اسکا مقید ہی خاص عید کے روز ہم یہ قول حسن بن
زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہوجائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدایۃ
و شروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم
فی ہذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی
کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا
مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہوجاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر
پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا
اسواسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا
فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہودیگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی
کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہوچکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے
ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہوچکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی **علی کل حر مسلم ولو صغیرا**
او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے علوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اس صورت مین ہی
کہ ان دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابوحنیفہ اور ابویوسف
کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون و صغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے انکے مال مین سے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ نہین واجب
ہی پس اگر ولی صدقہ انکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی **حتی لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ** یہانتک کہ اگر نہ نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا **ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ**
کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت
اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا **وبہ ہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب**
الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ
محارم کا بنا بر قول راجح کے ہم یعنے انکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو
کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ انکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی **وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ**
اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی **ای یجب بمجرد التمکن من الفعل**
فلا یشترط بقاؤہا للبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس
نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی ہم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

دو قسم ہی ایک وہ کہ توانگری اُسکے ساتھ معتبر نہوا اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنے قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی ادائے
مامور بہ پر قادر ہوجاتا ہی جیسے نصاب صدقہ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ توانگری بھی معتبر
ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے
جو تعریف کی ہی وہ خود قدرت کی نہین بلکہ اُس واجب کی ہی جو قدرت مذکور پر مشروط ہو اور بقاے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے
یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ
الیسر فغیرۃ من العسر الی الیسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہی کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت
کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے آسانی کیطرف م اس تعریف مین بھی وہی خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین
گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہی تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اُسمین معنی علت کے نہین پس اُسکا بقا بھی شرط
نہین بقاء واجب کے لیے کیونکہ بقا مغایر ہی وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط
ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہی کہ اُسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اُسنے فعل
واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنے ہو سکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت
دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اُسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین
باقی رہسکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہی بقاے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہی
علت کے معنی مین م یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہی وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اُسکو منقح بیان کیا ہی
منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اُسپر جو سابق مین مذکور
ہی یعنے قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون
مین قدرت ممکنہ میسر ہی کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنے تمام
یعنے اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے ادا کی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس
صورت مین تقدیرًا قدرت باقی ہی کہ اسمین زجر ہی تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق یجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
ہی یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو م یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود
اُسکا نفس ہی اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اُٹھائے ہوئے ہی اور اپنے راس کا آپ متولی ہی تو اُسی کے معنون مین ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنے
اُسکے توابع جنکی مونت اُسکے ذمہ ہی اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا
مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے م یعنے
جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال مین سے ہوگا امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا م اسکی صورت یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے

بیتہ پر دونون مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو زوج طفلۃ الصالحۃ بخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہی پس فطرہ لازم نہین آتا م نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ مین ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اُسکے باپ پر فطرہ نہین ہی کیونکہ اُسکی مؤنت اُسکے ذمہ نہین رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسلہ مین دو قیدین ہین خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہوتے جیسا اختیار مین اسکو اختیار کیا ہی م یہ حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایت کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم مین ہی مگر چند مسائل مین انھین سے ایک مسلہ یہی ہی اور فتح القدیر مین بھی اسی کو اختیار کیا ہی کیونکہ سبب وجوب کا تحقق ہی یعنے راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی اسی واسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہی اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو م یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ مین ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی مین ہی کذا فی شرح ملتقیہ والا الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اُسکی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ اُنکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت کے بدلہ مین اسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہین ہی خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح م زیلعی مین ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شبلی محشی زیلعی نے اُسکو محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وہو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی راس جسکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور اُسکا وہ ولی ہی م یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکلگئی جو بلا اپنے ذمہ رکھنے واجب اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اُسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اُسکی مؤنت مطلقہ نہین بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہین جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو م زوجہ کی طرف سے اسلیے نہین واجب کہ اُسپر ولایت تامہ نہین کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہین ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش مین اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اُنکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط ملخصا اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہی یعنے اگر اُسکے عیال مین ہو ورنہ نہین کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو م للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکما موجود ہی ورنہ بدائع مین تصریح کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف سے جو اُسکے عیال مین ہین یعنے جنکا خورد و نوش اُسکے متعلق ہی بدون اُنکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہین

قالہ الشامی وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المجحور ان لم تکن علیہ بینۃ خلاصہ نہ بھاگے ہوے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اُسپر قائم
نہین اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہی جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوے کیطرف سے جبکا غاصب منکر ہو اگر غصب
پر شاہد نہون کذا فی الخلاصہ م مقتضی اُس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوئی یہ ہی کہ واجب نہو اگرچہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی عادل
نہین ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحطاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہاے گذشتہ
کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنار اجع ہی آبق کی طرف جیسا نہر مین اور منح مین ہی اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہی حلبی نے کہا کہ ظاہر
یہ ہی کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہی کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لان ما فی یدہ لمولاہ اور نہین واجب ہی مکاتب کیطرف
سے اور نہ واجب ہی اُس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہی مولی کی ہی م اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہی جبتک اُسپر ایک درم بھی
باقی ہی اور عبد خود مملوک ہی تو مالک نہین ہو سکتا کذا فی البدائع وعبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کیطرف سے م کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مونت قاصر ہی اور یہ امام صاحب کا قول ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اُسکے حصہ مین
آوین ٹکڑون کا نہوگا جیسا ہدایہ مین ہی یعنی اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام
ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہی اور یہی اصح ہی
جیسا حقائق اور فتح مین ہی الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ ووجد الوقت فی نوبۃ احدہما فتجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون
مین اور نوبت بنوبت اُس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب پایا جاوے یعنے طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین
واجب ہی م یعنے قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہی اور وجہ اُس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہی کہ سب متون و شروح کے اطلاق
کے مخالف ہی قالہ الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باق تلزم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب
موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اُس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار
پاویگا م بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہی پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر
کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر اگیا یا خیار رویت
کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ
او سویقہ نصف صاع فاعل ہی یجب کا یعنے فطرہ کا مقدار واجبہ آدھا صاع گیہون کا یا اُسکے آٹے کا یا اُسکے ستو کا م اولے یہ ہی کہ آٹے اور ستو
مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہی کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد
مین سلیمان بن ارقم ہی جو متروک الحدیث ہی پس احتیاط واجب ہی یعنے اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے
کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کو اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون
کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کے
برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہی اور فتح القدیر مین بلفظ وجب
کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کہا
ہی یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہی امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہی اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے م یعنی اختیار مترجم میں

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام
نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتے اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ
اسی پر فتوی ہی **او صاع من تمر او شعیر** ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو وہم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی
اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بو دار یا عیب دار تو اسکا نقصان بھی بھر دے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک
صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسمین تصریح وار نہین ہوئی اسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی م بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو شلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیوے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیوے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجاے نصف صاع
کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وہو ای الصاع المعتبر ما یسع
الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعا معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین
م صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر
ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا
چوتھائی اور رطل ایک سوتیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف
نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے
کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا $5\frac{1}{3}$ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ
بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس
کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار $4\frac{1}{2}$
مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم ۳۰٬۲ تولہ دہلی
۲۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ ثار ۲ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہا التساویہما کیلا ووزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے
ہین یعنی بعضے چھوٹے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ اسمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنکا مختلف ہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس معین کے دینے
سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع مین قیمت زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بنابر مذہب
مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ م اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین
ایام شدت کے ہون یا نہون اسلیے کہ یہ موافق سنت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی
وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ارزانی کے دنون مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود
اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین م ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہی
باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی اور نہر مین کہا ہی کہ یہ مستحسن ہی کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق
بیجب یہ متعلق ہی یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار ہونے پر م اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے
آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لاتجب علیہ پس جو شخص مر گیا اُس فجر سے
پہلے یا پیدا ہوا اُسکے بعد یا اسلام لایا تو اُسپر واجب نہوگا م کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم
ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیۃ وندب اخراجہا قبل الخروج الی المصلے بعد طلوع
فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے م اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اُسکو
بیان کیا ہی قالہ الشامی وصح ادارہا اذا قدمہ علے یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور
پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہی م اولی یہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال
کیا جاوے کہ صحابہؓ عید سے ایکدو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہی کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا
بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قالہ الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ
بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر
فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان
ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون
نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی مین کہتا ہون بس یہی ہی مذہب م طحطاوی نے
کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علے ما علیہ الاکثر
اور جائز ہی دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط
وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فے البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط
مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی کے باب الظہار مین بدون ذکر اختلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی بس یہی ہی مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم
درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لایکرہ التاخیر ای تحریما والامر حدیث
شریف اغنوہم الخ استحباب کے لیے ہی پس مفید ہی اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما م یہ حدیث دارقطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمرؓ سے ان لفظون سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث
سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ ندیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضاے
امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جوابدیا کہ امر استحباب کے لیے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین
مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہو گا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ
تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل ہوگا بخلاف اسکے
متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف
یعتد بہ جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ھم یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص
خلاف کے ہے کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے
اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو
دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہے قالہ الشامی **خلطت امرأۃ امر ہا زوجہا باداء فطرتہ**
حنطۃ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اُسنے بلا اجازت خاوند کے
اُسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہے اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے
دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملا یا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت
ہو گئی اور عورت کے ذمہ اتنے اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان
اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کردیتا ہے
اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ھم یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس
قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ
دیا) تو نہر مین کہا ہے کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہما بلا اجازتہا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزأ) وہ
مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز رہے بدون عورت کی اجازت کے بھی **ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام**
لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع ھم یعنی یہ ثابت نہین
ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کر لاوے قال الشامی **وصدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف فی کل حال** اور فطرہ
مصارف کے باب مین مانند زکوٰۃ کے ہے سب حالات مین ھم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقاً اور ہر وجہ سے مراد نہین ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی
شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلاً زکوٰۃ مین شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل و بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے بلکہ یہان مراد
تعمیم احوال کی ہے مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو
مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی **الا فی جواز الدفع الی الذمی** وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر مگر زکوٰۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے
اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہے کہ ذمی کو فطرہ
دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسفؒ سے جائز نہین اور حاوی مین ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قول پر ہو قالہ الشامی **ولو دفع صدقۃ الفطرۃ الی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید** اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہو اگرچہ اُسکی بی بی کا نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی للشہید ھ یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعًا ہو کہ اُسنے اپنے ذمہ کر رکھا ہو اور اُسکو منجملہ عیال کے سمجھ لیا ہو ورنہ اُسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہو اسیلیے نفقہ کے عوض بی بی اُسکو بکوا سکتی ہو قالہ الشامی **خاتمہ واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا حدادی** خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی ھ صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہو اور اصول مین ثابت ہو کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہو یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہو اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی یہ ہون کہ یہ سات جو مذکور ہوے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید اُنکو کوئی خصوصیت ہو کہ اُسمین یہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہو کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہو کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہگئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین وحج وغیرہما مین بہتیرے واجبات ہین۔ اور واجب سے مراد وہ ہو کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اُس قول کے بموجب ہو جنکے نزدیک عمرہ واجب ہو اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہو روزہ کے بیان مین ھ ایضاح مین ہو کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہو اور شرع متین کا مضبوط قانون ہو اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہو اور یہ مرکب ہو دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچہی خصلت ہو مگر نفس پر البتہ دشوار ہو پس حکمت الٰہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنے روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین **والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات** اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمائے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان** اسیلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی **قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام** کہا گیا ہو (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہو کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجہپر صوم ہو تو اس صورت مین اُسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہو **ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک** یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا ھ وجہ استشہاد کی یہ ہو کہ یہ فرع جو ظہیریہ مین ہو دلالت کرتی ہو کہ لفظ صیام جمع ہو اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہو جیسا آیت شریف مین ہو پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی **وتعقب بان الصوم لہ انواع** اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہو یعنے صاحب نہر نے کہا کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ھ یعنی صوم اسم جنس ہو اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہو خواہ انکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام یصوم صیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہو اور اسیلیے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہو کہ یہ بیان ہو جنس فدیہ کا اور مقدار روزون کی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہو ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہو لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف مین یہ معنی مراد ہوسکتے ہین **علی ان ال تبطل معنی الجمع** علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کردیتا ہو ھ یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہو پہر بہی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

لہ اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتین اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتین اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتین ۱۲

کتاب الصوم ھ قائم کرنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور روزہ رکھنا ماہ رمضان کا اس حدیث مین بہی اول نماز پہر زکوۃ پہر روزے مذکور ہین ۱۲

وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی ہی نہر کے موافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہو اگرچہ نہر مین کہا ہو کہ شاید اسکی وجہ یہ
ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اُسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے
قالہ الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہی ہو کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملائے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہو ہم بعضون نے کہا ہو کہ صحیح وہ ہو جو
محمد نے مجاہد سے روایت کی ہو اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہو بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار الٰہی سے ہو اور اکثر مشائخ اس بات پر
ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہو کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہو جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ماتقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری جا ارشاد ہو
عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماے الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسما مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم
کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسوین
شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقاً صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہو مطلق ہم یعنے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر
یہ ہو کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہو اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہو اور مغرب مین ہو کہ وہ باز رہنا ہو انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و
شرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکماً کمن اکل ناسیاً فانہ
ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھولکر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہو ہم یعنی شارع نے اُسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی
فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہو ہم یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد
اول زمان طلوع ہو یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہو جیسا نماز صبح مین اختلاف ہو اور پہلے مین احتیاط ہو اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی
نے کہا ہو اور محیط مین ہو کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک
ہو نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دارالاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دارالحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض
ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین ہم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہو فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دارالاسلام مین ہونا شرط ہو فقط
وجوب رمضان کی ہو جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہو صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہو کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ
والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی
شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہو اور دوسرے روز کا روزہ
جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہو اُس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص
مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہو کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہو اور وہ اُسکا
رکن کے ذکر کرنے یعنے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہو اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان
ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس موقع
بیموقع ہو قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہو اگرچہ منہی عنہ ہو
مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہو جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہو بحر کا قول
رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہو قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین
اور نذر کیے ہوے روزہ کا سبب نذر ہو اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اُسکے بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہو

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی م اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتہ کے دو شنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اُسکے
بدلے دوسرے دنون مین بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر مشروط کیا ہو چنانچہ قبل اعتکاف کے آویگا قالہ الشامی والکفارات الحنث
والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا صید کا احرام مین م شامی نے کہا کہ اولی وہ
عبارت ہی جو فتح مین ہی کہ کفارون کے روزہ کا سبب اُنکے اسباب ہین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب مین یہ بھی تو ہین عود پر عزم کرنا ظہار مین
اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر مونڈنا احرام مین قالہ الشامی ورمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی الخبازیۃ اور سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہی واختار فخر الاسلام
وغیرہ انہ الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
م یعنے صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو
صرف نیت ہی نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہی اس بات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہی جیسا اور علمانے بھی اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی حتی لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہو یا آخر
روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اُسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر مین منقول ہی درایہ سے وصحح غیر واحد
وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ مین ہی م یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور عنایہ اور
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح ملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین
نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونون قول
کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون اسی پر منعقد ہین قالہ الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین
کصوم رمضان اداء وغیر معین کصومہ قضاء وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا
لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسلیے اُسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے م
ایضاح الاصلاح مین کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اُسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اُسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے
نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہی کہ اسکا منکر کافر ہو
جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی
قالہ الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق م معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور واجب
کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کر کے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم
فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اسمین سے مخصوص ہی

پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالہ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہو کہ نذر فرض ہو شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہو اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہو م پس اسمین یہ شبہہ ہو کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہو مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو
اور بحر وغیرہ مین مذکور ہو کہ اُسکا قائل کمال ہو تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہو بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر
مین یہ ہو کہ فرضیت اس سے مستفاد ہو کہ اجماع ہو اُسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہو قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ
لاتودی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہو اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لایفید الفرض القطعی
کہا گیا ہو کہ نذر فرض ہو بنا بر اظہر قول کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہو کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا م فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہو
کہ خود بھی اسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہو وہ فرض قطعی کہتا ہو نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہو اور اسی لیے فتح
مین اعتراض کیا ہو کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہو اور صدر الشریعہ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہو کذا افادہ
الشامی کما ابسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہو خسرو نے م یعنے درر مین صدر الشریعہ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہو اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہو پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہو جسکا منکر کافر ہوتا ہو چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہو
اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور
مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہو نہ فرضیت کو قالہ الشامی
ونفل کغیرہما اور ایک روزہ نفل ہو چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے م یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین
دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہو کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا با عتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہو اور اس
اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہو منع ہو پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ
کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہو سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے م جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاے
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہو پھر وہ دو قسم ہو ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہو جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زائدہ
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہو کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہو اسلیے ہدایہ
مین اسکو مستحب کہا ہو اور ایسا ہی بدائع مین ہو تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہو مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے م بیض صفت ہو لیالی کی جو محذوف ہو یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور
مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہو جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہو جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو م نہر مین اسکی تصریح کی ہو اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہو کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہو
اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے مکروہ کہا ہو اور اسکی مثل محیط مین ہو اور یہ سبب بیان کیا ہو کہ ان ایام کی فضیلت
ہو اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہو پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہو سو وہ قول بعض کا ہو اور
خانیہ مین ہو کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اُسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہی اباحت پر کہ لاباس سے مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا ہی کہ حدیث اسکی کراہت مین بھی وارد ہی پس احتیاط
یہ ہی کہ ایکروز پہلے یا پیچھے ملالے قالہ الشامی وعرفۃ ولو لحاج لم یضعفہ اور نفل مین ہی عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہو ہم یعنے
نوین ذیحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات مین خلل انداز نہو اور دعاؤن کا حارج نہو تو مکروہ نہین کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو
مکروہ ہی کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہی مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم یعنے اور ایام تشریق کا کذا فی النہر والمکروہ نصب
کے علامت سے عطف ہی سنتا پر یا مرفوع ہی اور کالعیدین خبر اور اس صورت مین جو تکلف نفل کے معنون مین کیا گیا مکروہ کے شامل کرنیکو اسکی ضرورت
نہین قالہ الشامی وتنزیہا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہی مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ہم یعنی اسطرح کہ نوین یا گیارھوین کو اسکے ساتھ ملایا جاوے قالہ
امداد اسلیے کہ مشابہت ہی یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا ہم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہی کذا فی البحر اور یہ علت کراہت
تحریمی پر دلالت کرتی ہی مگر یہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ہوتی ہی ونیروز ومہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً رکھے
اسکو ہم نیروز معرب ہی نوروز کا اس روز کا نام ہی کہ آفتاب برج حمل مین آتا ہی اور مہرجان معرب ہی مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان مین آتا ہی اور یہ دونون
فارسیون کے عید کے دن ہین قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط مین کہا ہی کہ مختار یہ ہی اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہی کہ روزہ رکھے ورنہ افضل
یہ ہی کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہوجاتی ہی اور یہ حرام ہی قالہ الشامی وصوم دہر وصوم صمت ووصال وان افطر الایام الخمسۃ
اور شامل ہی نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنے یہ کہ روزہ مین کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہی کہ
مجوس کے ساتھ مشابہت ہی کہ وہ روزے مین نہین بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہی وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ مین افطار کرے
اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہی اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونون عید کے دن اور تین ایام تشریق مین افطار کرے ہم خلاصہ مین ہی کہ جب ایام منہیہ مین افطار
کرے تو مختار یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین قالہ الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی جیسا محیط مین ہی ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر
کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہی کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری مین ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت
ہوجائیگی مشقت نرہیگی کذا فی الحلبی فہی خمسۃ عشریۃ تفریع ہی لیعم السنۃ الخ یعنی جملہ مذکورات جو نفل مین داخل ہین پندرہ ہین ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار
کرین اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخون مین موجود ہی اسمین شامل رکھین لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رکھنے اور مکروہ تنزیہی سے
عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون متاجر کی اجازت کے باقی رہگئے اور
مندوبات مین سے دو شنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤدی یعنی ایکروز صوم اور ایکروز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئے قالہ الشامی انواعہ ثلثۃ عشر
اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہین سبعۃ متتابعۃ سات قسمین بلافصل روزہ رکھے جاتے ہین رمضان وکفارۃ ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین
واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچوین کفارہ افطار رمضان کا
چھٹے نذر معین ساتوین اعتکاف واجب کے وستۃ یخیر فیہا نفل وقضاء رمضان وصوم متعۃ وفدیۃ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمین وہ ہین جنمین رکھنے والے
کو اختیار ہی فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج متمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج
مین اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچوین جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جسمین معین مہینے
یا پیاپے رکھنے کی قید نہین لگائی اور نہ نیت کے اذا القرر ہذا فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہ ثابت ہوچکا پس صحیح ہی
اداے رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کا اور قضاء نذر معین اور نفل

ع
مثلاً کوئی شخص
جمعرات کو روزہ
رکھتا ہی اتفاقاً جمعرات
کو نوروز ہوگیا تو یہ
روزہ مکروہ نہین ہی
اگر جمعرات ہی کی
نیت سے رکھے ۱۲

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین شرط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر
والنہر اختیار مین کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ مین یعنی دل مین جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات مین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان
سے نیت کا کہنا شرط نہین اور بحر مین ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے
اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ مین کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ کل دن
آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا
لاکثر الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی نام ہے
صبح صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع
آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا
اکثر روز مین ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی بمطلق النیۃ
ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہم مطلق
نیت یہ کہ اسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزون کے لیے پورا وقت ہے اسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس
فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمین تعین کی ضرورت نہین اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعین سے
متعین ہے اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونون مین مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگون نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت
سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم
اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہو چکا و بخطاء فی وصف لکنیۃ واجب
فی ادار رمضان فقط لتعینہ بتعین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف ادائے
رمضان مین ہے (نفل اور نذر معین مین نہین) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے
تو پھر کوئی روزہ نہین سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا
اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیۃ نفل و بخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے
تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی
طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان
بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل یا واجب جب
اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق مین ہے اور مسافر کے حق مین
یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو
امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض وقتی مین زیادہ ہے قالہ الشامی وہو الاصح
سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو
اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوا ما اسافر نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح

بعض شارح نے فرض قصور اس مسئلہ کی یوم الشک مین قرار دی ہے تاکہ گمان نفع ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہین رکھتا اسپر کفر کا خوف ہے ۱۲

لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سب صورتونمین رمضان ہی سے واقع ہوگا سوائے اسصورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسیکو ابن کمال
نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ یہی صحیح ہی م کل سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے
یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اُسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان کے
روزہ نرکھنے کی تو وہ اُسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہی کہ مریض کے باب مین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ مین
یہان مذکور ہی اسیکو فخر الاسلام اور شمس الائمۃ اور جماعت نے اختیار کیا ہی اور مجمع مین تصحیح کیا ہی اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہی کہ جسکی نیت کی اُس سے واقع ہوگا اور ہدایہ
مین اسیکو اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی لیکن نفل کیصورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول
مین تفصیل ہی یعنے اگر صوم اسکو ضرر کرتا ہی تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہی تو اسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اُسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر
صوم اسکو ضرر کر نہین کرتا جیسے سو ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اُسیکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی
والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب
کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلیے کہ شارع کی تعیین مین (جیسے رمضان مین ہی) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے
نذر معین مین ہی) فرق ہی م مطلقا کے یہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اُس دوسرے واجب
کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول پر جیسے بحر مین منقول ہی ظہیریہ سے **ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجھلہ بہ ای برمضان
فھو عنہ لا عما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان** اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ
رمضان ہی کا ہوگا نہ اُسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا **ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی
نیۃ ولو صحیحا مقیما تمییزا للعبادۃ عن العادۃ** اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
متمیز ہو م یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہین **وقال زفر و مالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ** اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہی م اور امام زفر رح سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور
اگر مسافر ہی تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو
یا مسافر کذا فی السراج **قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ** ہم کہتے ہین امام زفر رح کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہی سبکے
فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین **والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما** اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو م باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضا نذر معین اور قضا نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین
افطار اور انکے لحقات یعنی جزاے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی **وھو تبییت النیۃ للضرورۃ** اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت
کی جہت سے م یعنی صبح کے وقت کی اٹکل شاق ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی **وتعیینھا لعدم تعین
الوقت** اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ اُنمین وقت معین
ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی **والشرط فیھا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ** اور شرط نیت معینہ
مین نہ مطلق نیت مین یہ ہی کہ اپنے دلمین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی **قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بھا** حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے
م سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنے رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

ه
فرق مسافر اور مریض مین یہ ہی کہ مسافر کو سفر کے باعث رخصت ہی وہ موجود ہی اور مریض کے لیے عجز حقیقی چاہیے
جب روزہ دوسرے واجب کا رکھا تو نذر کا ادا کرنا رخصت نہین ہوئی
۱۲ اسواسطے کہ جن روزون مین تعین شرط نہین انمین صرف اتنا کافی ہی کہ یہ جانے کہ روزہ رکھتا ہون ۱۲

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہ لے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیئۃ بل بالرجوع عنہا بان یعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا ہم نہین
باطل ہوتی یعنی استحساناً یہی صحیح ہے اسواسطے کہ یہ حقیقت مین استثنا نہین ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے تاہم بتحقیق
تو صائم نہوگا جیسا تتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنے ان کو صرف نیت افطار سے روزہ نجائیگا
ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسدہا بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا
فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دارالاسلام مین جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اُس صورت
مین ہے کہ جانتا ہے کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دارالاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوص اُس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہے بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اُسنے
اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور نرکھا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا انتہی یعنی اُسنے
مقید کیا ہے کہ یوم الشک اُس صورت مین ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہے اور ایسا ہی معراج مین ہے کذا فی الشامی لے
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک
کا روز بنا بر اُس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہے اور روزہ بالکل نرکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا
نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج **ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا** اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کر کے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے ہم اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ اُنھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو دن
پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر **ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ** اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے ہم سراج مین ہے کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اُس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے
کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون
کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان
مین مجرا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قالہ الشامی **والا بان ظہرت فعنہ لو مبقیا** اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگر یہ شخص مقیم ہو کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ اداے رمضان
اُسکے ذمہ واجب نہین **والتنفل فیہ احب** ای افضل اتفاقا **ان وافق صوما یعتادہ** او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر لا اقل اور نفل کی نیت سے
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہی اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کمتر یعنے مثلاً
اُنکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہی اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان مین چھبیوین یا چھبیسوین سے برابر روزہ
رکھنے شروع کیے اسمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین
وارد ہی کہ رمضان سے پیشدستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رضؓ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہی اسطرح کہ نہ سبقت
کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھلے اور اِس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہی
اور ہدایہ اور اُنکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایکدو روزہ
کی یہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایکدو مہینے مین ہوتا ہی پس ایکدو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اِسکو احتیاط تصور کرے یہ مکروہ ہی کذا فی الشامی
مختصراً واما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ لیکن یہ حدیث کہ جسنے روزہ رکھا روز شک مین اُسنے نافرمانی کی ابو القاسم صلعم
کی تو اِسکی کچھ اصل نہین ہم زیلعی نے بھی یہی کہا ہی پھر کہا ہی کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہی اور وہ اس جیسی صورت مین مرفوع کے مانند ہی
مین کہتا ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہی مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور اُسکو بخاری نے تعلیقاً بیان
کیا ہی اسطرح کہ قال صلۃ بن زفر عن عمار من صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح والا یصومہ الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیا لتہمۃ النہی اور اگر
نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُسدن کا روزہ رکھین اور عوام بعد زوال کے افطار کرین اسی پر
فتوی ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ہم فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو خبر نہو تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی
زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اما المعتاد فحکمہ مر اور
نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہ ہی کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی اور جو عادی ہی اُسکا حکم سابق مین گذر چکا
کہ مکروہ نہین ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دلمین اِس بات کا خطرہ ہی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہی تو
روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت مین تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ
فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور رمضانیت کا خطرہ دلمین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہی کذا قالہ الشامی ولیس
بصائم لو ردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم غدا ان کان من رمضان والا فلا اصوم لعدم الجزم فی العزم اور اُس شخص کا روزہ نہین ہی جسنے
اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی ان لم یجد
غداء فہو صائم والا فمفطر جیسا اُس شخص کا بھی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہی نہین تو افطار ویصیر صائما مع الکراہۃ
لو ردد فی وصفہا بان نوی ان کان من رمضان فعنہ والا فعن واجب آخر او نفل ہوجاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت
کے وصف مین تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہی نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان
من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہی للتردد بین مکروہین او مکروہ وغیر مکروہ کیونکہ نیت مین

کیونکہ اصل نیت مین تردد نہین ۱۲

تردد ہی درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض ونفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر
رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصداً پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا
نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً نفل نہین تھا اسلیے کہ من وجہ اسقاط ذمہ کا
قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مدنظر ہی نہ التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا و ہو الصحیح شرح
وہبانیہ منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھولکر کھانا اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح وہبانیہ م یعنی یوم الشک مین ایک شخص
نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ
بھولکر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہی کہ نہین جائز ہو جیسا قنیہ مین ہی اور اسی کا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قالہ الشامی راے
مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا یعنی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول
حجت شرعیہ کی رو سے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبا اور کہا گیا ہی
کہ روزہ رکھے ندبا م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگون کو
نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہو گئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے
تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہی فان افطر قضاہ فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ
مسترد ہونے شہادت کے م اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہی ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اسکے
نزدیک وہ عید کا دن ہی کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین
فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راٰہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی
اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اسی کی تصحیح
کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اسنے کہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو م حضرت عمر رضی سے منقول ہی کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوون کو دھو پانی سے پھر کہا
اب بتا چاند کہان ہی اسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھو مین قائم ہو گیا تھا تونے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت
ہلال رمضان مین تو ہو سکتی ہی اور عید مین یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قالہ الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت
کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر م کیونکہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہیے کہ
وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہی کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی
کیونکہ قضاءً فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہی کذا قالہ الشامی وقیل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم
مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے
اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہی شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل معدول الم سیم
فاعلہ ہی قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنابر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہی ظاہر
الروایت کے خلاف م اور معراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہی اور
نور الایضاح والا بھی اودھر ہی گیا ہی مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہی کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمد رح کے اقوال انکی

کتابوں سے جمع کیے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتے ہیں کافی میں یہ کہا ہی کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور
غیر عادل سے مراد مستور ہی قالہ الشامی لافاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق م اسواسطے کہ فاسق کا قول ایسے
دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہوسکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اُسکی
خبر مین اٹکل کیجاتی ہی اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزونکا ملنا عادلون سے میسر نہین ہوتا قالہ الشامی وہل لہ ان لیشہد مع علمہ بفسقہ قال البزازی
نعم لان القاضی ربما قبلہ اور آیا فاسق مجاز ہی اِسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہی م حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہی اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہ کہین لوگ
صبح کو افطار نہ کرلین اور یہ شہادت فرض عین ہی لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اُسپر اداے شہادت واجب ہی اور مستور مین دو روایتین
ہین کذافی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب درست کے م برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل
کی خبر جبب مقبول ہوتی ہی کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکھا ہی یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکھا ہی اور بدون ایسی تفسیر کے
مقبول نہین کذافی الظہیریہ قالہ الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہی گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہی شہادت غلام و
عورت کی م یعنے بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد نہون کذا قالہ
الحلبی ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو م اِس تعمیم سے یہ نکلا کہ اِن دونوکی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہی اور
اِسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہی اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما
فی الحافضیۃ اور واجب ہی لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمدرفت نہین رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا حافضیہ مین ہی م اور یہی حکم آزاد عورت کا ہی کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہ کہ
اِسکا محل وہ ہی کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد
فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہی
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہی کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہی م یہ علت ہی اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر
دینی ہی اُسمین یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہی پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لاتشترط
الدعوی کما لاتشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہین شرط ہی دعوی جیسا نہین شرط ہی لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین م لونڈی کی آزادی
مین دعوی اسلیے شرط نہین کہ اِسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہی یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہی لیکن اُسمین بھی حق اللہ
تعالی کا ہی یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہی
کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہی اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہی کذافی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ ۱۲ اور
اگر لوگ ہووین ایسے شہر مین یا گانون مین کہ اُسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہی ایسا معلوم
ہوتا ہی مصنف کی شرح سے م مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہی کہ گانون والو نپر روزہ لازم ہو تو توپونکی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہی
اور غلبہ ظن کو مفید ہی اور غلبہ ظن حجت ہی عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہی اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہی کیونکہ یہ سبب

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے گر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور افطار کرین دو عادل کے خبر دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا ان دونون کے ساتھ قالہ الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگون کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے چاند کے کہ اسمین ایک آدمی کافی نہین ہے کذا فی الجواہرۃ م نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر ایہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہے کہ اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اُسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہ معنی کیے اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخون درمختار مین نصب نائب ہے بدلے نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنابر مذہب صحیح م یعنے وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہے کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہے کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ سے وقول اولی التوقیت لیس بموجب ✣ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ✣ وہبانیہ مین کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والونکا روزہ رکھنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہے کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون م یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہے اور قنیہ مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار وصاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضایقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور انکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجمون کا قول ماخوذ نہین پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ رح سوائے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمونکے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنے غالبہ ظن انکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہو گی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کیطرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہون اسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہے مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو مین نے اسمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط ہونے مین نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہے کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اسمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اسمین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنو نہین ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے علم بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی رائے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنابر مذہب صحیح کے م سراج مین کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت مین معین نہین ہے اور ایک روایت مین ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ ۵۰۰ بلخ مین قلیل ہین

اور اِن سب مین سے صحیح یہی ہی کہ امام کی رائے پر مفوض ہی اگر اپنے دلمین اُنکی درستی اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب مین اسی کو صحیح کہا ہی اور
شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہی اور بحر مین فتح سے نقل کیا ہی کہ حق وہ ہی جو محمد اور ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہی کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہی ہر طرف سے
اور نہر مین کہا ہی کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہی قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ اکتفا
کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسی کو اختیار کیا ہی ہم بحر مین کہا ہی کہ اس زمانہ مین چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے
کاہلی کرتے ہین پس علما نے جو لکھا ہی کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین یہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہی پھر اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ
اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہی اور اسی کو صادق رکھا ہی نہر مین اور
منح مین قالہ الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا
نام ہی) تصحیح کی ہی کہ ایک شخص کفایت کرتا ہی اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی اور فتاوی صغری
مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور یہی قول طحاوی کا ہی اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہی اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہی کہ
ظاہر الروایت یہ ہی کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہی کذا فی المعراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہی کہ مبسوط مین ہی کہ امام اُسکی شہادت
رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول
ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہی کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہی اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہی
پھر ذکر کیا ہی کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ رویت مختلف ہوتی ہی باعتبار ہوا کی صفائی وکدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے
ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہی شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہی تو اُس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ
ظاہر کے موافق ہوا الخ سوا اس کلام مین تصریح ہی کہ یہ ظاہر الروایت ہی اور حقیقت مین ایسا ہی ہی کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہی پس
معلوم ہوا کہ دونون روایتین ظاہر الروایت ہین کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر
بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برویۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے
اثبات کا طریق یہ ہی کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہی رمضان یا عید کے
آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دین پس
حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین ہم یدعی مجہول ہی یا معلوم
ہی اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر درا ہم ہین اور
مجھکو اسنے کہدیا ہی کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہی کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت
بھی واجب ہو سکتا ہی یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہی اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا
بطریق مذکور یہ ہی کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہی بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت
دو گواہون سے ثابت ہو سکتی ہی حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ
واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہی اور بعض نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہی اس سے مراد

مافوق الواحد ہو یعنی اگر دو گواہون نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہی
اور وہان کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہو اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اس قاضی کو جائز ہو کہ انکی گواہی پر حکم لگادے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہو اور یہان کے گواہون نے اسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہو حکم نہین یعنی نہ انھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہو اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے
لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہو اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجمع شرائط کی قید لگائی نعم لو
استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ام ذخیرہ مین ہو کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہو کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے
شہر مین تو اُن کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہان کی خبر کہ انھون نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بعلمی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کین
چنانچہ حدیث مین وارد ہو کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہو اسکو پس اس قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہو اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہو اوا استفاض
وتحقق کذا افادہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے
روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہو بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہو صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہو فعل حل کا م یعنی
اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہو اور یہی حکم ہو اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہو درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہو مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہو دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے
اور کہا ہو کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہو اور خلاف جو منقول ہو سو بعض مشائخ کا ہو اور فیض مین ہو کہ فتوی افطار کی حلت پر ہو کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہو
اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمدؒ کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہو م حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہو
یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اُنہین سے ہو جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی
شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو
اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور وغم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہو اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہو جیسا مصنف نے ذکر کیا ہو قالہ الشامی لکن
نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہو کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہو م یہ استدراک ہو اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اُسوقت ہو کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہو
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہو اور خلاف اس صورت مین ہو کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمدؒ کے نزدیک
حلال ہو ایسا شمس الائمہ نے کہا ہو اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہو غایۃ البیان مین کہا ہو کہ محمدؒ کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہو یہ ہو کہ افطار ایک
شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہو اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمدؒ

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا و احد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہوگیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اور زیلعی مین ہے کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہے اور جو نہو تو نہین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینونکا مانند عید کے ہے صحیح مذہب پر م قولہ والاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر مین ثابت نہوگا مگر دو مردون سے یا ایک مرد و دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اُسکی شروح اور تبیین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہے کہ وہ مذہب ہے کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی اُنمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد و دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہے کہ اِن مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیرالدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان ثبوت شرعی ثابت ہوگیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہوجاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اُسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہے جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاندونکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اُسکو حدادی نے م یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ رح و محمد رح کا ہے بدائع مین کہا ہے پس وہ دن رمضان کا ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہے ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت صلعم نے امر فرمایا (صوموا الرویتہ وافطروا الرویتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت مین امام ابو یوسف رح کا قول مخالف نص کے ہے انتہی ملخصاً فتح القدیر مین ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک صحابہ اور تابعین ومن بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ رح و محمد رح کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصہ م جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہے یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بُعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف ہے کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا

اعتبار لازم ہی اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہی یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہی کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہی کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ اُنکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہی اور وہی ہمارے یہان معتمد ہی اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرویتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اُن لوگون کی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا م یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہی قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہی کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہۃ مین م یعنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ

یہ باب ہی اُن چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین م مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہی دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین م اور معاملات مین فرق ہی اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوئے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہی تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ م علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین فطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کرسکتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اُسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہی صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہی اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور اُدھر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہی جیسا تاتارخانیہ مین ہی منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھالیوے تو عبادات کو اچھی طرح
ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح م بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بھولکر کھاجاوے تو اُسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ
نہین ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو
یا مکھی یا دُھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اِس سے بچاؤ ناممکن ہے م اور قیاس مین فاسد ہوجاتا ہے یعنی مکھی کی صورت مین کیونکہ مفطر پیٹ
مین پہونچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھوان حلق مین پہونچاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار ہو اِس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے م یعنی کسی صورت سے
دھوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اُسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت مین روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اِس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اِس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نچاہیے کہ کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناک مین جاوے اور
اسمین کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہونچاوے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین
اِسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
اپنے حلق مین پاوے م اور ایسا ہی اگر تھوک مین اُسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پھر اُسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور امام
نے جو پانی مین داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اِس فعل سے عبادت کی بجاآوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر کر رہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صور تو نمین روزہ نہین ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا مُنھ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اُسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا م فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی مُنھ سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوک مین
ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا م یعنی دوائیونکے کوٹنے سے
اُنکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا محیط مین ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید الفارابی یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور
تھوک حلق مین اُسکا جاوے لیکن اُسکے اجزا مین سے کچھ نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف جیسی چیز کے کہ اُسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اُسکے کان مین اگرچہ اُسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا
مذہب مختار پر م ہدایہ اور تبیین مین اُسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور دلوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان مین چلا گیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اُسکے فعل سے جوف مین پہونچا تو اسمین صلاح بدن کا اعتبار
نہین ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق روزہ
جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلا یا پھر اسکو نکال لیا اور اسپر میل تھا
پھر اسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو مہ اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ
اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ
ولو قدرہا افطر کما سیجیء یا نگل گیا جو دانتو مین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر مین کہا ہی کہ اتنی چیز
قلیل ہی اُس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا متن کے اطلاق سے ظاہر اسلوم
ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج مین ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز
ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہی
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وہو ما علیہ الاکثر وسیجیء اور اسکو
مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اُسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر
پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ہم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع منیر
کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی
دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی
انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک پہونچا ہوا ہی یعنے غیر
شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اُس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی
تو روزہ ٹوٹ گیا ہم یہ ایک ہی دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہی فتح القدیر مین تصریح کی ہی
کہ خلاف دونون مین جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہی کہ پہلے مین صحیح قول نقل آیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدتہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان یفصل منہا شیء اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہوجایگی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اسمین سے کچھ جدا ہوجاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ
جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین
شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع یعنے جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا
نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہی کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجہا

ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکھی انگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہوگا ادخل کی ضمیر شخص صائم

کیطرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت

نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء

حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داءً عظیما اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ[له] کی جگہ تک پہونچ گیا تو

روزہ فاسد ہوگیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے م موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہان

دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا مین گرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام

یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پھر نکال لیا

فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر

ٹھہر رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور

کفارہ دونون لازم ہین م حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا

ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونون روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہے کہ عدم الفساد اُس صورت مین کہ نکال لے

بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اُسی حالت پر باقی رہا تو اُسپر قضا ہی کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسفؒ

سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتدا جماع قصداً تھی اور جماع ابتدا و انتہا ایک ہی ہے تو جماع بالقصد

سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع مین

مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب

کفارہ یاد آنے کیصورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتدا جماع اس صورت مین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ

یہ ہے کہ اسمین شبہہ ہے خلاف امام مالکؒ کے یعنی اُنکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو اُنکے نزدیک

کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر

تحریک مین کچھ فرق نہین ہے قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا م یعنی دونون مسئلون مین کیونکہ خلاصہ

مین ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور مین چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم

ہوچکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالکؒ کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ

او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے مُنھ مین سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہین

جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منھ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر مُنھ سے نکال کر اُگلے ہوے کو کھا گیا تو

کفارہ لازم نہین م کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے منقول ہے قالہ الشامی او جامع

فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ مین مثل

ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا م یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونون ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو

شامل نہین لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے

[له] بعض نسخون مین حقنہ لکھا ہے یعنی اگر حقنہ کرنے کا مرد [illegible] وہ منی اگر جو اسمین ہو پہونچجاوے تو نکلی ہوئی بیمار ۱۲

پھر کہا ہو کہ قبل اور دبر دونون فرج ہین حکم مین قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہو اگرچہ مکروہ تحریمی ہو بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے م یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا مفطرات مین تصریح آویگی اور یہی مختار ہو مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہو بقرینہ مابعد کے پس یہ مبنی ہو غیر مختار پر قالہ
الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہو خدا سے کہ اس فعل کا اُسپر کچھ وبال نہو م
سراج مین ہو کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہو جو دل کو احاطہ کر رہی ہو اور یہ شخص بے نکاح ہو نہ بی بی ہو نہ باندی یا ہو لیکن
اُس تک پہونچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہو کہ مین توقع رکھتا ہون کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت مین کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو
گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا
یا اُسکا منھ چوم لیا پھر انزال ہوا م یعنی باوجود انزال کے اس صورت مین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور
زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہو کہ روزہ نہین جاتا اس صورت مین اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر م یعنی اس سے بھی
روزہ نہین جاتا یہ قول ہو ابو حنیفہ رح کا اور محمد رح بھی اُنکے ساتھ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہو اور
اختلاف مبنی ہو اس بات پر کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہو یا نہین اور ظاہر یہ ہو کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اسمین براہ مسامات مثل
عرق کے جمع ہوتا ہو اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہو بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہو
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب مین رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہین جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل الراس انفہ یا داخل ہوا اُسکی ناک مین یعنی مغز سے اُتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے م یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہین ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ
او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہو جاوین ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ مین پھر اُسکو نگل جاوے یا پہونچ
جاوے لعاب اُسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا لیوے م بعض نسخ مین فاستنشقہ ہو
استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہو ولو عمدا خلافا للشافعی فی انقادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی انسے روزہ نہین جاتا بر خلاف امام شافعی رح کے اسمین جو قدرت رکھتا ہو کھنکار کے پھینک دینے
پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے م کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہو اور
یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے منھ مین
آگیا ہو تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منھ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہو
لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہو شرط کا جو شروع باب مین
مذکور ہو یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہو اگر دھاگا بانٹا تھوک مین

ط تھوڑے بار نیوالا ... عدن ہو ۱۲ / ع پینے حلق مین نجاوے ۱۲ / ع سکوئی عذر ہو تو ... بانٹ ہو ۱۲

ترکرکے چند بار اگرچہ اُسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو یعنی جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اُسکو بھگو دے پھر اُسکو منھ مین چند بار ڈ اسلے
اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کی نظم مین ہی کہ روزہ جاتا رہتا ہی کذا فی القنیۃ قالہ الشامی الا
ان یکون مصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وابتلعہ ذاکرا مگر جبکہ ہو تاگا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اُسکو نگل جاوے اور روزہ یاد ہو
تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنہ فقال ؎ مکرر بل الخیط بالریق فاتلا ✤ بادخالہ فی فیہ لا یتضرر ✤ اور اسکو ابن شحنہ
نے نظم کیا ہی اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک مین بانٹتے ہوے نہین نقصان اُٹھاتا ہی تاگا مُنھ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہین ہوتا مکرر مبتدا مضاف ہی اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہی ؎ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعدذا ✤ یفر کصبغ لونہ فیہ
یظہر ✤ اور بعض مشائخ سے مروی ہی کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہی جیسا رنگ کہ اُسکی رنگت تھوک مین
ظاہر ہو یعنی جیسا گلنار رنگ کا روزہ توڑتا ہی اور اسمین خلاف نہین ہی اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہی اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یہ متعلق ہی یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور مُنھ مین پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی م ان افطر الخ شرط ہی اسکی جزا
آگے مذکور ہوگی یعنی قضٰی فقط اور یہان سے شروع ہی قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق مین
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہی تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے مین یہ کلام ہی کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہی کہ
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہی کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کہنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سوا اسی طرح مفطرات مین نسیان عذر ہوا
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہی اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہی اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق ہوا قالہ الشامی او جبر
مکرہا یا اُسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزورہم حلق مین ڈالنا شرط نہین ہی بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ او جبر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہی تاکہ شامل ہو صورت مکورہ کو اور شامل ہو اِس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہی پس اُس سے مراد
رفع گناہ کا ہی ع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین کہ
مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہی کیونکہ وے مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہین اسکے جواب کی تقریر یہ ہی کہ حکم یہان سے تصحیح کلام کے لیے مقدر ہی
تو اقتضاء ثابت ہی اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم آخروی ہی تو دوسرے معنون کا ارادہ یعنے حکم دنیاوی کا
کہ فساد صوم ہی درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہی تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہی کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھاوے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلا پلا دیا ورنہ قیاس
اُسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہی وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور
تحریر مین ہی کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہی (یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا
او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القیٔ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا یا انزال ہو گیا نظر سے

ع اٹھالیا گیا ہے میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس چیز پر مجبور کیے جاتیں ۱۲

یا قے آگئی اور اِن صور مذکورہ مین اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے
ہم یعنی کفارہ اِس جہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت مین ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہی کھانے پینے
جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہی کیونکہ امام مالک
کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہی بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہی قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہی شہوت سے پس
قضار شہوت عمداً کے مشابہ ہی اور اگر وہ جانتا ہی کہ اِن امور سے روزہ نہین گیا پھر کھا لیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ خلاف کا ہی نہ اشتباہ
کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا لہما کما فی المجمع وشروحہ فقید الظن انما
ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہی کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہی مگر متن کے مسئلہ مین یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھاوے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورت مین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک متن
کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہی جب جانتا ہی کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شروح مین ہی پس ظن کی قید واسطے بیان مسأئے متفق علیہ کے ہی۔ واسطے
احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیأ او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھائی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پہونچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہین جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور
دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہی پس جو چیز سر مین پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہی اور
حقیقت مین دوا پہونچنے سے اشارہ ہی اِس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہی کہ فساد دوائے تر کے ساتھ مقید ہی یہ عادت پر مبنی ہی کہ دوائے تر
پہونچ جاتی ہی نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہی یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوائے تر نہین پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اِس صورت مین ہی کہ معلوم نہو یقینا تو تر کی صورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظر اللعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یأکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین کھاتا ہی یا مکروہ جانتا ہی
یا نفرت کرتا ہی ہم کنکر وغیرہ کے کھا لینے مین قضا واجب ہی کیونکہ صورۃً افطار موجود ہی اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ معنی فطار نہین پایا گیا یعنی جوف مین پہونچنا
ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ ومستقذر مع غیر مأکول مثلنا ❊ نفی اکلہ
التکفیر لیثنی وبہجر ❊ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا جو شے کہ طبیعت اِس سے نفرت کرتی ہی اور غیر مأکول ہی نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے مین کفارہ
نہو اور متروک ہی او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہی ہم یعنی صرف قضا لازم ہی کفارہ اسواسطے نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہی کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہی کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت واقامت وامساک چاہیئے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی یہ ہی کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو اُسکے تحقق کے بعد ہوتا ہی جیسا مسئلہ آیندہ مین ہی قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اِس حال مین کہ نیت صوم کی نہین کی پھر جانکر کھا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہی
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہی تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہین
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم بمطلق النیۃ کذلک اور اِس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہی

او دخل حلقہ مطر او ثلج بنفسہ لامکان التحرز عنہ بضم فمہ بخلاف نحو الغبار والقطرتین من دموعہ او عرقہ داخل ہو حلق مین مینھ یا برف از خود کا مین بھی قضا لازم ہی کیونکہ اُس سے احتراز ہو سکتا ہی منھ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ اُنسے بچنا ممکن نہین اسلیے قضا بھی نہین واما الاکثر فان وجد الملوحۃ فی جمیع فمہ واجتمع شی کثیر وابتلعہ افطر والا لا خلاصہ اور دو قطرون سے زیادہ مین اگر شوریت تمام منھ مین پاوے اور بہت سی جمع ہو جاوین اور اُنکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ م یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ اُنکا مزہ منھ کی کسی جانب مین پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہین پہونچ سکتے متفرق ہو جاتے ہین قالہ الشامی او وطی امرأۃ میتۃ یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ م اور اسمین اور اسکے مابعد مین کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت والا ضرور ہی کذا فی البحر او صغیرۃ لا تشتہی نہر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمۃ او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلۃ فاحشۃ بان یدغدغ او یمص شفتیہا یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگداوے یا عورت کے ہونٹون کو چوسے م مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل مین ہی کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹونکا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس مین ہی کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہی بغل اور تلوے وغیرہ مین قالہ الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہو م آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور آڑ مین قید مانع حرارت نہونکی اسلیے ہی کہ اگر عورت کو چھووے کپڑون سمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرأتین یا منی نکالی اپنے اتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتون مین ہو م مباشرت فاحشہ یہ کہ دونون ننگی ہون اور دونون کی فرج ملی ہون اور یہ قید احترازی نہین ہی اور یہی حکم تقطع الذکر کا ہی عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہو گیا یہ قید ہی سب مسائل مین یعنی وطی امراۃ میتہ سے آخر تک۔ یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہین ہوا جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوا رمضان کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہی نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہی یعنی رمضان مین روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہی اور روزے وجوب کفارہ مین اسکے ساتھ ملحق نہین ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسمین وارد ہوا ہی خلاف قیاس قالہ الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت صائمۃ فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزے سے تھی پھر مجنون ہو گئی م حلبی نے کہا یہی حکم ہی جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبریٰ کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم یغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس گمان سے کہ ابھی رات ہی حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہی شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت مین لف ونشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے ترجمہ اُسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہی جسمین روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی اور کافی ہی اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت مین یعنی سحر کھانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلیے کہ اول صورت مین رات کا ہونا اصل ہی اور اُسکے خروج مین شک ہی اور دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہی اور غروب مین شک ہی تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین کافی نہوگا چنانچہ شارح کہتا ہی عملا بالاصل فیہما یعنی دونون صورتون مین اصل پر عمل کرنے سے م اسلیے کہ اول صورت مین اصل بقاے شب ہی سو کفارہ واجب نہوا اور

ثانی مین اصل بقار روزہ ہی پس انمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا
لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ
اصل یہ ہی کہ شب باقی ہی پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہی ۳۶ طور پر
اُسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم نہر مین مذکور ہی کہ صور مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزون کی یعنی
رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک ہین یا گمان غالب ہی یا صرف گمان ہی یا شک ہی تو یہ چھ ہوئین پھر
انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک
یا ابتداے صوم مین یعنی سحر کے وقت ہی یا انتہاے صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہی کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہی
ظن مین اور غلبۂ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو
ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہووے تو اسکو غلبۂ ظن اور اکبر راے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور
بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ شک کو دو بار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہی کہ مباح کرنیوالی چیزین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب
ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقیناً ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح
کرنی چاہیے کہ با وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہوا اور ہر ایک انمین سے یا ابتداے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھون صورتین یا کہ
منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سواے اٹھارہ
کے اور نہین ذکر کین اور انھین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور
اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اُسپر صرف قضا ہی اور یہی حال ہی جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تب
اُسکے ذمہ صرف قضا ہی ہی اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہی کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہی تو اُسکے
ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اُسپر صرف قضا ہی اور اگر
غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اُسپر قضا ہی اور لزوم کفارہ مین دو
روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہین اور
اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اُسپر قضا اور کفارہ دونون ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین
اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہی کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہی یعنی نہ قضا لازم ہی نہ کفارہ اور چار صورتون مین
صرف قضا لازم ہی اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی تقضی فی الصور کلہا فقط تمام صور
مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین دان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے
بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہی اگر شہادت دی
دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اُسنے شہادت
غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضے وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر
یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ کر سکتی شہادت

ک اسمین تین صورتین داخل ہین یعنی رات مین ... تھا اور ات ہی نکلی دوم یہ ... معلوم ہوا ... یہ کہ صبح نکلی

اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنے والے کی کذا فی البحر واعلم

ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیۃ وہذا احسن نہر اور جان تو کہ جس صورت مین کفارہ لازم نہین سو مخصوص اُس محل مین ہے کہ اُس شخص سے وہ فعل بہ تکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اُسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اُسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہرون کے اماموں نے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونون پچھلے (یعنی جسنے سحر کھالی یا افطار کیا رات جانکر) امساک کرین باقی روز براہ وجوب اصح روایت پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور نفساء اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدًا یا یوم الشک مین پھر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہے کہ اُسپر امساک بقیۂ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعًا واجب ہے ہم فطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہوچکا قالہ الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور حائضہ اور نفساء پر کہ پاک ہوئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا ہم مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی الخلاصہ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہے اور اسی طرح حال ہے اُس شخص کا کہ اُسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اُسکا پورا کرنا متعذر ہوگیا ہو جیسے جانکر افطار کر ڈالے یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی ان صورتون مین بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قالہ الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اُسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قالہ الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الآخرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر دونون پچھلے یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطرا لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونون پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزء مین روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض ومسافر ومریض کے کہ اُنکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزء اول سبب ہے صوم مین ہم سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اُسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہے لکن لو نویا قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیہ عن الخانیۃ لیکن اگر وہ دونون پچھلے روزہ
کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اُسکے قضا لازم ہوگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہے اُس سے جو اُسکا
سے مفہوم ہوا کہ دونون کا روزہ صحیح نہین ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہین ہوا ظاہر الروایت مین برخلاف امام ابو یوسف کے اور نفل صحیح ہے اگر نیت
کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اُسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر والمجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اور
اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہے بجائے فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہ لفظ اسی طرح معتبر
ہے کتب مین متعدد جگہ واقع ہے تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر
حائض نے یا نفسا نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہے بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہے اور صوم عبادت واحد ہے تجزی
نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحطاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے صحیح روایت پر
م یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امر واجب ہے اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور
اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہے نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے
تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء لما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اسوجہ سے ہے کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہے اور قضا مین ہتک رمضان نہین م قسم ثالث
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتون مین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہے پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل او لا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو م جومع شامل ہے اُسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی مین ہے کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ ہے صبی یا مجنون کے جماع سے اور دہ نو صورتون مین
مشائخ کا اختلاف ہے کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت مین بھی قضاء شہوت متحقق ہے اُس سے حد لازم ہوتی ہے جو عقوبت محضہ ہے پس کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین بطریق
اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے
غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت
اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہے کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہے گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ
صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ درایہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہے کہ پہونچنا ایسی
شی کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کہلاتی ہے اور اسی مین ہے لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین کفارہ لازم ہے
کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی الدرایۃ وغیرہا وما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا
اُسکو نہر مین رد کیا ہے م شرنبلالیہ مین ہے کہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش
دفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور رفق اسطرح کا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر مُنہ سے نکالا

پھر اُسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اُسپر کفارہ لازم ہی نہ اول کے اور اِسکے برعکس حکم بھنگ مین ہی کیونکہ اُسمین بدن کا نفع کچھ نہین ہی بلکہ عقل کم ہوجاتی ہی تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اُسکی طرف میل کرتی ہی اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہی تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہی کہ یہ تحقیق سے بعید ہی اسواسطے کہ اِس تقدیر پر فقہا کا قول او دوا لغو ہوجاویگا اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہی کہ فطر کے معنی ہین جوف مین پہونچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغو ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہی اول قول کو اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہی انتہی مین کہتا ہون کہ اِسکا حاصل یہ ہی کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین ہی بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہی اِس سے یہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہووے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی نہ فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہی کہ یہ کفارہ واجب نہین ہی مگر جس صورت مین کہ افطار صورۃً و معنیً ہو پس اکل مین افطار صورۃ موجود ہی یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ کہ اُس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اِس سے یہ نکلتا ہی کہ کفارہ واجب نہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہی اور نہ حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسی طرح معلل کیا ہی اور بدائع مین ذکر کیا ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی اُس چیز کے جوف مین پہونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو مُنھ کی راہ سے بخلاف غیر اِس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر بادام یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اُتار لیا کیونکہ اکل صورۃً ہی معنیً نہین اسواسطے کہ اِن اشیا کو اِسطرح کھانے کی عادت نہین تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے اور سوکھا آٹا پھانکنے مین یا تر آٹا کھانے مین بھی نہوگا کیونکہ اُس سے مقصود تغذی اور تداوی نہین ہی اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً ماکول ہین تو کفارہ واجب ہی ورنہ صرف قضا لازم ہی اور ایسا ہی اگر تھوک مُنھ سے نکلا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اِسکو طبیعت مکروہ جانتی ہی اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہی تو کفارہ واجب ہی کما ذکرا لحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہی اور اِس سے ظاہر ہوا کہ مراد اُنکی مایتغذی بہ سے وہی ہی کہ جسمین اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصر **اعمدا راجع للکل لفظ عمدا** سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہی یعنی اکل و شرب و جماع قصداً ہو تو اِس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہی اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہی لیکن افطار کا قصد نہین کرتا قالہ الشامی **او احتجم ای فعل مالا یظن الفطر بہ کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر و نحو ذلک** دیا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد مین دینی وغیرہا شارح نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ حکم خاص پچھنون کا نہین ہی اور اِس سے احتراز ہوگیا اُن اشیا سے جنمین گمان افطار کا ہوسکتا ہی مثلاً اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمداً کھا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی **فظن فطرہ بہ فاکل عمدا** پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پھر جان کر کھا لیا **قضی فی الصور کلہا و کفر** قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتون مین ہم یعنی وان جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہی جیسا امام محمد رح کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہی اور ابو حنیفہ رح سے دو روایتین ہین کذا فی التمرتاشی **لانہ ظن فی غیر محلہ** اسواسطے کہ یہ گمان بےموقع ہی یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہین تو اُنکو مفطر سمجھنا بےموقع ہی **حتی لو افتاہ مفت یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا و لم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ** یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اِسپر فتوی دیا یا حدیث سُنی اور اُسکی تاویل نہین جانتا تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے مم غرض یہ ہی کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ مین کہا ہی کہ شرط یہ ہی کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر مین اُسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اِس صورت مین اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور اُسکے غیر کے

فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہو پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہو کہ پچھنے لگانیوالا
اور جسنے لگوائے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہو امام محمدؒ کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمدًا کھالیگا تو کفارہ لازم نہین
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہو مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہو اور امام ابو یوسفؒ
اسکے خلاف کہتے ہین اُنکا قول یہ ہو کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہو تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا
سننا اُسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہو کہ وہ منسوخ ہو یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمدًا بعد پچھنون کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطاوان اخطاالمفتی ولم یثبت الاثر
اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین اھ م مراد یہ ہو کہ سواے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہو
کیونکہ یہ تو صحیح و ثابت ہو قالہ الشامی الافی الادہان یہ استثنالم یکفر سے ہو یعنی اگر تیل لگایا پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمدًا یہ کام کیا بدون کسی
دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ مین ہو
اسی طرح کمال نے نقل کیا ہو بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہو جو خانیہ مین ہو کہ جو شخص سرمہ لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھون کو پھر کھالیوے
قصدًا تو اسپر کفارہ ہو مگر اُس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اُسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ راجح یہ ہو کہ استثنا نہ چاہیے پس
شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہو کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ
توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہو اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی م کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہو اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے
کی بالاجماع تاویل کی گئی ہو یعنی مراد یہ ہو کہ ثواب جاتا رہتا ہو بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اُسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہو جیسے امام احمدؒ
اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہو بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے
کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کے مانند کہا ہو اور اسی کو بحر مین ترجیح دیا ہو شبہہ کی جہت
سے م تمکو معلوم ہو چکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اُس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اُسپر ہو جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار
الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارۂ ظہار کے لیکن کفارۂ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہو اور کفارہ روزہ کا
سنت سے م یعنی اُسکی مثل ہو ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی
طاقت نہو تو ۶۰ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہو پس اگر پیہم روزہ رکھنے مین افطار کرے اگرچہ
عذر سے ہو تو از سرنو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سرنو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہو اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اُسمین عتق مشروع
ہو کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین قالہ الشامی ومن تم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے
کفارۂ صوم کو کفارۂ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین م یعنی چونکہ کفارۂ ظہار ثابت بالکتاب ہو تو اعلی درجہ ہوا کفارۂ صوم سے کہ ثابت
بالسنۃ ہو اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہو اسکو کہ کفارۂ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارۂ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ
تشبیہ مین اشارہ ہو کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اس واسطے کہ جماع اثناء کفارہ مین
تتابع کو قطع کر دیتا ہو کفارہ ظہار مین مطلقا عمدًا ہو یا نسیانًا رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارۂ صوم و قتل کے کیونکہ جماع
تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ماسواے حیض کے ہو

حاصل یہ ہی کہ اس جگہ تتابع کو وطی قطع نہین کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارۂ ظہار کے قالہ الشامی ثُمَّ انما یکفران نوی لیلا ولم یکن مکرہا ولم
یطرء مسقط کمرض وحیض پھر کفارہ اُسی صورت مین لازم ہی کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت مین شافعی کا خلاف ہی پس شبہہ سے
کفارہ لازم نہوگا اور اُسپر کسی کی طرف سے اکراہ نہو اور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کردے جیسا مرض
جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جانے اور اکراہ کی صورت مین بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہا
والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہی اُس صورت مین کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اُسکو سفر مین لیجاوے اور معتمد یہ ہی کہ کفارہ
لازم ہی ہم سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہین ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ
واجب نہین کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اُسپر حرام ہی اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وفی المعتاد حمی وحیضا والمتیقن
قتال عدو لو افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہی اُسمین جسکو عادت مقررہ ہی تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہی دشمن کے مقابلہ کا
اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہی کہ کفارہ ساقط ہی ہم اسی کی تصحیح کی ہی بزازیہ مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور
شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہی لیکن یہ مخالف ہی بحر کے کہ اُسمین کہا ہی کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اُسکے حیض کا دن ہی اور
اُسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا تاتارخانیہ
مین منصوص ہی اور اسلیے سراج اور فیض مین وجوب کا جزم کیا ہی دونون مسئلون مین اور حاصل یہ ہی کہ تپ اور مرض کی عادت والون مین تصحیح کا
اختلاف ہی اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اُسپر سے سقوط کفارہ مین مین نے کسی کا خلاف نہین دیکھا اور فرق یہ ہی کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہی تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین مین یہ فرق لکھا ہی قالہ الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدة
ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور اگر اُسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہین کیا تو اُسکو ایک ہی کفارہ
بس ہی گو دو رمضانون مین کے روزے ہون امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور بحر مین اسکو اسرار سے
نقل کیا ہی اور جوہرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر دو رمضانون مین کے ہون تو دو کفارہ لازم ہین اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی
صحیح ہی مین کہتا ہون کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہی کہ ظاہر الروایۃ ہی قالہ الشامی واختار بعضہم للفتوی ان افطر
بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہی کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور
اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ہم کیونکہ جماع بڑا قصور ہی اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی مین کفارہ ہی کھانے پینے مین نہین قالہ الشامی ولو اکل عمداً شہرة بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان
بے عذر رمضان مین تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ مین اُسکو پورا بیان کیا ہی ہم وہبانیہ مین کہا ہی ؎ ولو اکل الانسان عمداً وشہرةً + ولا
عذر فیہ قیل بالقتل یومر + شرنبلالی نے کہا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے
ساتھ تمسخر کرتا ہی یا منکر اسکا جو دین مین بالضرورة ثابت ہی اور اسکے قتل کی حلت مین اور حکم دینے مین خلاف نہین ہی پس قیل جو مولف وہبانیہ نے
کہا ہی ضعف کے سبب سے نہین ہی قالہ الحلبی وان ذرعہ القئ وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملاء اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور مُنہ مین آکر پھر حلق
مین نہین گئی تو روزہ نہین ٹوٹتا ہر صورتین یعنی مُنہ بھر کے آوے یا نہین ہم یہ مسئلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہی کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونون
صورتین بھر مُنہ ہو یا کم اور چارون صورتین یا خارج ہو جاوے یا خود حلق مین عود کرے یا بقصد گلے مین اُتارے اور ان بارہ صورتین یا یہ کہ روزہ یاد ہی یا نہین

ع
اور اگر کھاوے انسان
قصداً اور علی الاعلان
اور اسکو کچھ عذر نہو
تو حکم ہی کہ اسکو قتل
کیا جاوے

اور روزہ نہین ٹوٹتا سب صورتون مین بنابر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قے کرنے مین بشرطیکہ بھر منھ ہو اور روزہ یاد ہو
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو مُنھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو
تو روزہ نہین ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف رح کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اُسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے مُنھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہے
اور اگر قے ملاء الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہو گا اور یہی مختار ہے م اور خانیہ مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی البحر
اور قدر حمصہ مین اشارہ ہے کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے مُنھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہے کہ مبنی خلاف کا یہ ہے
کہ ابو یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمدؒ اُس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اُس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اُسکا ضبط
ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلو نمین ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف رح کے نزدیک
اس جہت سے کہ اُسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہین ہے اور اسکو اعادہ کیا
تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے بری دہن نہین ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے ملاء الفم ہو
اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف رح کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان استقاء ای
طلب القئ عامدا ای متذکرا لصومہ ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہے اگر قے ملاء الفم ہے تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت مین م یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہے کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جاری
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے کم ہو
یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد رح کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح مین نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین اُنمین اصح یہ ہے
کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط م یعنی ابو یوسفؒ سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قئ طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے مین ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی م ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہین تو کیا فرق ہے
اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اُسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزا معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور
ہوا فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقا یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو
بخلاف ابو یوسف رح کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اُسکے نے م کمال نے
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہان حسن ہے اور ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول نقض وضو مین حسن ہے کیونکہ افطار مین یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اُسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین بلغم و غیر بلغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر
قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور چنے سے

کم مین روزہ نہین جاتا مم چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہی کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے
اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہی اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہی جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اُسی صورت مین ہی کہ خود تھوک کے ساتھ جوف مین جاوے
نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوے **الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ** مگر جبکہ مُنھ سے نکال لے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا **و لا کفارۃ**
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اُسکو مکروہ سمجھتا ہی **و اکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر و یکفر الاصح** اور کھا لینا مقدار ایک تل کے
بھی خارج سے روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہی صحیح روایت پر **الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ** مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اُسکے اجزا متفرق
ہوجاوین منھ مین م یعنی اسواسطے کہ دانتون مین چمٹ جائیگا اور جوف مین کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا
الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا **و استحسنہ الکمال قائلا و ہو الاصل فی کل**
قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شی مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا
ورنہ نہ جائیگا **و کرہ لہ ذوق شئ و کذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی** اور مکروہ ہی صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید
دونون مین ہی قالہ العینی م ظاہر یہ ہی کہ یہ کراہت تنزیہی ہی قالہ الرملی **کلون زوجہا او سیدہا سیئ الخلق فذاقت** مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے م یہ مثال چکھنے کی ہی اور چبانے کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص بچے کے مُنھ مین کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو **و فی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان** اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے مین دو قول ہین **و دفق فی النہر**
بانہ ان وجد بدا و لم یخف غبنا کرہ و الا لا اور نہر مین دونون قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح لے سکتا ہی اور غبن کا
خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہی اور اگر بدون چکھے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین م نہر مین کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہی کہ چکھنے
کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہی البتہ والا لا نہر کے موافق ہی
قالہ الشامی **و ہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا و فیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ** اور چکھنا فرض مین مکروہ ہی نہ نفل مین
اسی طرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہی کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر مکروہ ہی صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی م رملی نے کہا ہی کہ
فرض مین مکروہ ہی اسکی قوت کی جہت سے کہ اُسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو
نوبت نہین پہونچاتی اُسکو نفل مین جائز رکھا نہ فرض مین قالہ الشامی **و کرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم و الا فیفطر** اور مکروہ ہی چبانا گوند کا جو سفید
ہوتا ہی چبانے کا ڈلی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا م علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتین اُسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادۃً نہین پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پسا ہوا جوف مین چلا جاتا ہی
پس اگر یہ بھی جوف مین پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف مین نہ پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا **و کرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ**
بعذر اور مکروہ ہی استعمال علک کا مفطرون کو مگر خلوت مین عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتون کی مشابہت مقتضی ہی کراہت کو
مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی **و قیل یباح** اور ایک قول یہ ہی کہ
گوند کا چبانا مباح ہی م فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد رح کے کلام مین اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہی لیکن مردون کو اسکا
ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سے مثلاً منھ مین بدبو ہو **و یستحب للنساء لانہ سواکہن فتح** اور مستحب ہی عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی

مسواک ہی ہم یعنی بہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ
ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان آمن لا باس اور مکروہ ہی بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ
اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر
دبانا مطلقًا مکروہ ہی خوف ہو یا نہو الا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین
مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنے
ایک مشت موجود ہو ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا
اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اُسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا
کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصًا وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ یک مشت سے
ہو اُسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہی اور فتح القدیر مین اسکو
نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یحب بجائے مہملہ ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا
مضائقہ نہین شیخ اسمٰعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت
مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مؤید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار و دوام پر
دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمٰعیل مین اور فیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے
مجتبیٰ مین ہی اور مجتبیٰ اور ینابیع وغیرہما مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کتروانے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے
مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈوادے اور ایک
روایت ابو یوسف رحمہ سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہا احد واخذ کلہا فعل یہود الہند
ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اُس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور
کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ
لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اُس روز مین ضعیف ہین
نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوادے
تو اللہ تعالی تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۔۵ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت
کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہی کہ
صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز
اور اُس روز کے روزہ کیطرف بھی ہی نہر کما کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا چونکہ روافض نے
بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور و طعام و اکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت
کین اور قول ابن عبد العزیز کا رد دو ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہی جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہی

اور ابن عبد العزیز شخص ہی جسنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہی ولا سواک ولو عشیا او رطبا بالماء علی المذہب اور نہین مکروہ ہی مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو یا پانی مین بنا بر مذہب صحیح کے ہم ابو یوسفؒ پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بے ضرورت تری مُنھ مین جاتی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ آخر کُلی کرنے سے زیادہ تو نہین ہی اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہین ہی وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہی مسواک کو بعد زوال کے وکذا لا یکرہ حجامۃ وتلفف بثوب مبتل ومضمضۃ واستنشاق واغتسال للتبرد وعند الثانی وبہ یفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایسا ہی مکروہ نہین پچھنے لگوانے اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمرؓ کپڑا تر کرکے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت مین اور اسوجہ سے کہ ان امور مین اعانت ہی عبادت پر اور دلتنگی کا دفع ہی اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ عبادت مین ملالت کا اظہار ہی کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہی سحر کھانا اور سحر مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہی تین چیزین رسولونکی عادت مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کھانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا م بحر مین کہا ہی کہ مین نے فقہا کے کلام مین تصریح نہین دیکھا کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہی کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہی اسپر دلالت کرتی ہی کہ سنت ادا ہو جاتی ہی چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہی تو تم اُسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہین سحر کھانے والونپر اور تاخیر اُس مقام تک مستحب ہی کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہی صحیح روایت پر اور تعجیل افطار مستحب ہی مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہی کہ تارونکے چھٹکنے سے پہلے ہو کذا فی الشامی تنبیہ فیض مین کہا ہی کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اُسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اُس سے پہلے افطار کر سکتے ہین اگر اُنکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہی طلوع کا فجر مین یا سحر مین فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہی کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یون کرے کہ آدھے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفاف کے لیے بس نہین ہی تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہی م رملی نے کہا ہی کہ جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر معیشت مین اشتغال کی جہت سے روزے سے ضعیف ہو جاوے تو اُسکو افطار جائز ہی اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اُس صورت مین کہ اور دنون مین گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے مین قادر نہو اور تاخیر مین کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچھ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہی کہ جیسا کھانے کا ذکر جو شارح نے کیا اُسمین نظر ہی اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت مین دخل نہین پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا کہ اُسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح مین جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اُس شخص کے لیے بیان کی ہی جسنے ہمیشہ کے روزے نہ رکھے ہون اور ہمارا کلام روزۂ رمضان مین ہی پس حرفہ والے کے باب مین یون کہنا چاہیے کہ جب اُسکے پاس اُسکے اور اُسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اُسکو افطار حلال نہین ہی کیونکہ اُسکو سوال حرام ہی تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اُسکو عمل کرنا اُس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہی اور بغیر افطار کیے اگر عمل نہ ہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہین کر سکتا جسمین روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی آدمی ایسا نہ ملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اُس کام کو کر سکتا ہی تو افطار جائز ہی اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہی قالہ الشامی فان جہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی آزاد نے مشقت اُٹھائی یہانتک کہ مریض ہو گیا پھر

ع تسحروا فان فی السحور برکۃ رواہ جماعۃ الا ابو داود ۱۲

افطار کیا تو اُسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القنیہ بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کرین تو انپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور ہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہان انکو یہ پہونچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہی اُن عوارض مین جنمین روزہ نہ رکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک ونقصان عقل ولو بعطش اوجوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہم لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہی اور بحر الفائق مین ہی کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہو گا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصر المسافر سفر اشرعیا ولو بمعصیۃ للمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہی اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہی اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہی اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت مین واجب ہی اور قضاء جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حلت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو مع ظن غالب کی روسے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البھنسی تبعا لابن الکمال بان تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع کے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمار داری کرتا ہی بیمارونکی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمارونکی خبرداری نہ کر سکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ ولو کانا خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبۂ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبۂ ظن ہو خبر دینے سے طبیب ماہر مسلمان مستور الحال کے ہم حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب مین ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اُسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر اور مستور سے

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ غرض کہ فاسق نہو مین کہتا ہون کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمین یہ شروط موجود نہو وین تو ظاہر اکفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون علامت
وتجربہ کے کیونکہ غلبہ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہین قالہ الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبیب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر مین تبعا
للبحر کہا ہو کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہین ہو جائز ہو قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم کفر فانی یتطبب بہم مین کہتا ہون کہ
اسمین کلام ہو کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہو پھر انسے کہان علاج کرایا جاسکتا ہو وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمنع عن امتثال امر المولی
اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاہ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہو ظہیریہ سے کہ لونڈی کو یہہ پہنچتا ہو کہ مولی کے فرمان کو
نہ مانے جب کہ امر مذکور اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب مین اسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہو مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ
ہوجاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ
لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہو جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی
جس روز سفر کرے اس روز کا اتمام واجب ہو کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہا جسقدر روزے
افطار کرین بدون فدیہ کے اسمین اشارہ ہو امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہو ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون
کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونے کے اسواسطے کہ قضاے صوم
فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہو اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہو اسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص کسی نماز سے سوجاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہو قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے
اور ظاہر یہ ہو کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاے فوائت مین ہم بیان
کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین اگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر
خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہو برخلاف امام شافعیؒ
کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر
بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہو مسافر کو روزہ بمقتضاے آیہ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہو تمہارے لیے
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر معنی نیک کے ہو نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہو اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہو نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس
اگر دشوار ہو روزہ اسپر یا اسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہو بسبب موافقت اپنے گروہ کے رفیق اسم جنس ہو شامل ہو واحد اور جمع کو اور
بعض نسخون مین رفقتہ ہو یعنے جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہو جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہو اور جماعت کی موافقت
یعنی انپر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اسکا ساتھ دینا شاق ہو قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مرجاوین معذور مذکور اسی عذر مین تو انپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہو کیونکہ انکو نہین ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہو یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوگی کہ وصیت وجوب کی فرع ہو اور
معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہو جب اسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

۱؎ جیسا رمضان کے ادا روزے میں بالاتفاق تتابع واجب ہے ایسا ہی بالاتفاق تتابع منسوخ ہے اور جن موارد میں تتابع شرط نہیں کذا فی النہر ۱۲

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرین زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُنکو ملے واما من افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس
شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی م رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت ادراک زمانہ قضا کی شرط
نہین کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھودیا وفدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ
دیوے وجوبا میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہی مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت
کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور
الذی یتصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادائے قیمت کے جواز مین ہی یہان تک کہ
تملیک بیان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی نہ عدد
شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای
علی قضاء الصوم وفوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد ایسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی او نظرت یعنی بعد لم متعلق
فدی کے ہی او رفوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداہا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اُسکو پانچ روز کی قدرت ملی
تو پانچ ہی کا فدیہ دے م اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزونکا واجب ہی
اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے
ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے
ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
کے حق کے سبب ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی
زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب
للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م
اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تودی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور
کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ
مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب
مین کچھ کمی نہو گی قال الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز
پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا
دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل باطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے
کفارہ مین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنے کے م اسیطرح ہی زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا
کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی اُسمین
فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارۂ قتل کو کفارۂ یمین کے شریک کرنا سہو ہی انتہی ما فی الشرنبلالیہ وکذا فی العرفیہ اور علامہ اقصرائی
نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہی نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ صوم قتل الصید مین

اصل نہین ہی بلکہ وہ بدل ہی اسواسطے کہ واجب اُسمین یہ ہی کہ اسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جو حرم مین ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک روز کا روزہ اور کافی کا ملخص یہ ہی کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہی غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات مین اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہین صحیح ہی دونون کفارون مین اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہی دونون مین اور اگر اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل مین صحیح نہین کیونکہ اُسمین واجب عتق ہی اور تبرع اُسکا درست نہین اور کفارہ یمین مین صحیح ہی لیکن کسوت اور طعام مین نہ اعتاق مین جیسا ہمنے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت سے افہام کے قدم لغزش کھاگئے ہین قالہ الشامی وبسطہ لمافیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضاۂ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہین کہ اُسمین میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہی بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے صحیح کہا جاوے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا درصورت نہونے اُسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہی مانند علاقہ نسب کے علاوہ برین ولا مین نفع خالص نہین کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہی کہ اُسکی طرف سے خونبہا دیتا ہی اور ایسے ہی اُسکے عصبات بعد اُسکی موت کے اور یہان نہین وارد ہوتا ہی جو ہدایہ مین مذکور ہی کہ انسان کو جائز ہی کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہی کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت کے ہی میت سے روزے کے بارے بخلاف اُس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ عتاق معتق کیطرف سے اصالۃً ہوا اور ولا اُسی کی رہی صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوۃ واطعام کے کہ نیابۃً ہو سکتا ہی واسطے نہونے الزام کے قالہ الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولو وترا لکما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضاے فوایت مین مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہی صحیح مذہب پر م اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولًا روایت کیا ہی کہ ہر روز کی پانچون نمازون کے لیے نصف صاع ہی پس اُنھون نے اُس سے رجوع کیا ہی اور کہا ہی کہ ہر نماز فرض ہی جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ م یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہی چنانچہ پہلے معلوم ہوچکا اور ممکن ہی کہ یہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہی کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قالہ الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ ولو الجیہ اور اعتکاف واجب مین کھانا کھلایا جاوے میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذا فی الولوالجیہ م اگر میت نے وصیت کی ہی تو لزومًا ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازًا والحاصل ان ماکان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال میت بحر اور حاصل یہ ہی کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اُسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہی جیسے زکوۃ تین نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہی بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہی افطار جائز ہی اور فدیہ دیوے وجوبًا اگرچہ مہینے کے شروع مین دیدے م فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہین ہی کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے مین رمضان کا اول و آخر برابر ہی کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ مین تعدد فقیرون کا شرط نہین ہی اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر توانگر ہو ورنہ اللہ تعالی سے استغفار کرے م استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر مین مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہی جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت مین مشغول ہوجاوے پس ظاہر یہ ہی کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہی نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اُس سے پہلے ہی کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہین پائی گئی بخلاف ناذر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت مین مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا اسلیے کہ اُسمین حظ نفس کی ترجیح ہی قالہ الشامی ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب باداۂ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اُس صورت مین ہی کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو م جیسے رمضان اور اُسکی قضا اور نذر کے روزے مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہی کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

لکفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یہانتک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہین ہی کیونکہ صوم
یہان غیر کا بدل ہی ہم یہ تفریع ہی اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہی کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز
ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہی کہ ۶۰ مسکینون کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین مین صیام کا بدل نہین
بلکہ صیام بدل ہی اطعام کا کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اسیطرح اگر منڈا ڈالا سر حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے اور ذبح
کی مقدور نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھہ مسکینون پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہی روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہوا
کیونکہ صوم بدل ہی قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم تجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین
ہم یہ تفریع ہی خوطب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہی عاجز کیطرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اسکو بقدر فرصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا
کرتا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہی) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہی خلیفہ ہونے فدیہ
کا صوم مین ہم بحر مین کہا ہی کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہی
صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ مین کافی ہی یا نہین اسمین دو قول
ہین مشہور یہ ہی کہ کافی ہی اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہی ہم جسمین فقط اطعام وارد ہوا ہی اسمین اباحت اور تملیک دونون جائز ہین بخلاف اسکے جسمین
لفظ ایتاء یا ادا کا ہی اسلیئے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہی قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوٰۃ اور لازم ہی وہ روزہ
نفل کہ شروع کیا ہی اسکو قصدا جیسا صلوٰۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب
ذمہ پر نہین ہی پھر افطار کیا اسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہین ہی اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ
فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبیٰ لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اسنے
نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبیٰ اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء
لازم ہی نفل ادائً یا قضاءً یعنی واجب ہی پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح
روایت مین قضا واجب ہی الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور
ایام تشریق مین کہ انمین اتمام لازم نہین نہ ادائً نہ قضاءً اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا پس اسکی
حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہی پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ
ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہی اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب معصیت کا نہین ہی بلکہ
شروع صوم معصیت ہی پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوٰۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور
نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہی جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہی ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہی کہ اوقات منہیہ مین
چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہی کہ نماز مین معصیت کا مباشر صرف
شروع سے نہین ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع
سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل مین یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر
ایک روایت مین یہی روایت صحیحہ ہی ہم یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نچاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون نیتہ القضاء

له یعنی حالت حیات مین کفارہ یمین کی صورت مین فدیہ کی وصیت کرے جیسا سابق مین گذرا

واختارها الكمال وتاج الشريعة وصدر الشريعة في الوقاية وشرحها اور دوسری روایت مین توڑنا حلال ہی بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہی اور تاج الشریعۃ نے وقایہ مین اور اُسکی شرح مین ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہی اس عبارت مین حالانکہ تصریح اختیار کی : قایہ اور شرح وقایہ مین نہین

والضيافة عذر للضيف والمضيف ان كان صاحبها لا يرضى بمجرد حضوره ويتاذى بترك الافطار فيفطر والا لا هو الصحيح من المذهب

اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے مین نہ فرض و واجب مین بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہو اور ترک افطار سے اُسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہی کذا فی الظہیریہ م اور ایک قول یہ ہی کہ قبل الزوال عذر ہی بعد الزوال نہین اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہی کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکھ دونگا تو توڑے ورنہ نہین شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہی مین کہتا ہون کہ قول صحیح مین یہ پچھلی تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہین حاصل ہی تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہی غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قالہ الشامی ولو حلف رجل على الصائم بطلاق امراته ان لم يفطر افطر ولو كان صائما قضاء ولا يحنثه على المعتمد بزازيه اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی درصورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مذہب کے اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم مین حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغيرها هذا اذا كان قبل الزوال اما بعده فلا الا لاحد ابويه الى العصر لا بعده اور نہر مین ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہین مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے وفی الاشباه دعاه احد اخوانه لا يكره فطره لو صائما غير قضاء رمضان اور اشباہ مین ہی کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہین ہی اگر روزہ ہو سواے قضاے رمضان کے م اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہی کہ اسکو رمضان کا حکم ہی کذا فی الظہیریہ اور قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر مین بعذر ضیافت افطار مکروہ نہین ہی اور یہ روایت ہی ابو یوسف سے لیکن اُنکے نزدیک قضاے رمضان مین بھی استثنا نہین جیسا کہ محیط مین ہی کہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر مین افطار کرے تو ظاہر یہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہی اس صورت مین قضاے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قالہ الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأة نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر به اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہی م یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اُسکو منع نہین پہونچتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات مین روزہ سے اُسکا کچھ ہرج نہین کذا فی السراج اور ظہیریہ مین منع کو مطلق رکھا ہی اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو دُبلا کرتا ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر مین کہا ہی کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہی کیونکہ ایک روز کا روزہ دُبلا ہونیکا باعث نہین ہی پس باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہی قالہ الشامی ولو افطرها وجب القضاء باذنه او بعد البينونة اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہی مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے م اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر مین خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اُسکا کھلوانا جائز ہی اور یہی حال نماز دن کا ہی کذا فی الشامی ولو صام العبد وما في حكمه بلا اذن المولى لم يجز وان افطر قضى باذنه او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اُسنے جو اُسکے حکم مین ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہین جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے م نہین جائز یعنی مکروہ ہی خانیہ مین کہا ہی مگر اس صورت مین کہ مولی غائب ہو اور اُسکا کچھ ضرر نہو یعنی اُسکا حال مانند عورت کے ہی لیکن محیط وغیرہ مین ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ مکروہ ہی اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہونچاوے کیونکہ اُسکے منافع ملک مین مولی کے ہین بخلاف عورت کے کہ اُسکے منافع زوج کے مملوک نہین ہین صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر مین اسی کی تقویت کی ہی اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہین کیا سو سراج مین ہی کہ اگر اُسکا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہی

تو نفل روزہ بچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اُسکو روزہ جائز ہی **ولو نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام ونوی الصوم فی وقتہا**
قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار
شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہی ہر صورت مین م یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا ے رمضان اِس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہی جسمین
رات سے نیت کرنی نہین ہر پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہی تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی **ویجب علیہ الصوم لو کان**
فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت
اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگیا **کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ** ای رمضان **سافر فیہ** ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہی مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان
کا جسمین سفر واقع ہوا ہی م اسواسطے کہ سفر روزہ شروع کرنے کو مباح کرتا ہی نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ یہی حکم ہی
اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہین توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین **ولکن لا کفارۃ**
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اُسکے اول و آخر مین م یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہی اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہ لف و نشر مرتب ہی قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیء نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اُس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اِس صورت مین کفارہ دے م اِسواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہی کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہی نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھالیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی **ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطراً کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم** شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اہ
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہو یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ
ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہی شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہی ہی کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی **وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا**
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہی م یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جیتا رہے یہ نادر ہی اور نادر واقعات مین حرج نہین ہی کذا فی الزیلعی **سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ** سواے
اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات مین سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہین کی م قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہی کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہی تو بطریق اولی اسپر حمل کرسکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین کھانے کی عادت
رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی **وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی** اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر
ایام گذرے ہون اُنکی قضا کرے م اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قالہ الشامی **وان یستوعب الجمیع بما یمکنہ انشاء الصوم فیہ**
علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہو سکتا ہی جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے م انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہی وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہی ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہی
یعنی اگرچہ نیت اُسمین ہو سکتی ہی لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہی مصنف کی مراد کو کہ اُسنے استیعاب کو
مطلق کہا ہی یعنی وہ مقتضی ہی کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور ہمنے اول کتاب الصوم
مین اختلاف کا بیان کیا ہی اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون مین مذکور ہی اور مطلقاً سے مراد یہ ہی کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہی اور امام محمدؒ سے ایک روایت ہی کہ ان دونون مین فرق ہی اسلیے کہ جب بالغ ہوا

حالت جنون مین تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اُسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اُس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پھر مجنون ہو گیا اور یہی مختار ہی بعض متاخرین کا کذا فی الھدایہ اور شرنبلالیہ مین برہان سے اُسنے مبسوط سے نقل کیا ہی کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہی اصح روایت مین یعنے اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرے قالہ الشامی **ولو نذر صوم الایام المنہیة او صوم ہذہ السنة صح مطلقا علی المختار** اور اگر نذر کیے روزے ایام منہیہ کے یا اِس برس کے تو نذر صحیح ہی مطلقاً مذہب مختار پر یہ بیان سے شروع ہی اُن صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق مین اُن روزون کا مذکور تھا جو خدا تعالی کیطرف سے لازم ہوے ملتقی کی شرح مین کہا ہی کہ نذر عمل زبان کا ہی اور اسکی صحت کی شرط یہ ہی کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نہ اُسپر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہو چکے ہین نہ آیندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز و روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہی کہ اُسکی جنس کا کوئی واجب بعینہ مقصود موجود ہو اور اُسمین قضاے قاضی کو دخل نہین ہی اور مطلقاً کے یہ معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریحاً ہو یا نہو جیسا بحر مین ہی اور جو زبان سے بولا ہی وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھ کا کچھ کہدیا تب بھی نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہی کہ کسی شخص نے کہنا چاہا کہ للہ علی صوم یوم اور اُسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اُسپر ایک مہینے کے روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسیطرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اُسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر مین ہزل بمنزلہ جد کے ہی مثل طلاق کے کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہی کہ یہ نذر نہین صحیح ہی اور یہی قول زفر کا ہی اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہی کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہی تو صحیح ہی کذا فی الشامی

وفرقوا بین النذر والشروع فیہا بان نفس الشروع معصیة ونفس النذر طاعة فتصح اور نذر کرنے اور اُسمین شروع کرنے مین فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہی کہ شروع کرنا گناہ ہی اور نذر بنفسہ عبادت ہی پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی **ولکنہ افطر الایام المنہیة وجوبا تحامیا عن المعصیة وقضاہا اسقاطا للواجب** لیکن ناذر ایام منہیہ مین افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر اُنکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو **وان صامہا خرج عن العہدة مع الحرمة** اور اگر

انھین دنون مین روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہ فعل حرام ہی **وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیة فلو بعدہا لم یقض شیئا وانما یلزمہ باقی السنة علی ما ہو الصواب** اور یہ اُسوقت ہی کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھوین ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اُسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے لازم ہونگے اور یہی صواب ہی **ہم ہذا** کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہی کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہی اور بقیہ ایام سال کے روزون کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہی کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہی محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنة کا اشارہ دلالت کرتا ہی کہ وہی مدت معینہ مراد ہی جسمین وہ شخص ہی پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوئی اسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہی کذا فی الشامی **وکذا الحکم لو نکر السنة او شرط التتابع فیفطرہا** اور یہی حکم ہی یعنی جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنة کو نکرہ کہا یا پیاپے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو ہم اور اگر انھین ایام مین روزہ رکھے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا **لکنہ یقضیہا ہنا متابعة** لیکن یہان ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے ہم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہووے بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو **ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینة** اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہی اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اُسمین قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہین ہی اور اُسمین تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہی اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی **ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسة وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسة فی ہذہ الصورة** اور اگر تتابع شرط کیا ہو تو ۳۵ روز کی قضا کرے اور اِس صورت مین صرف پانچ روز کے روزے نہین کافی ہین ہم پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

اور پچھلے روزوں سے متصل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا
کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہی قسم کا بھی پس اسلیئے چھ صورتین ہوئین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے
فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا
عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینوں صورتوں مین نذر ہی
ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے م یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے مین بطریق اولی وان نوی الیمین ان لا یکون نذرا کان
فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی
بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا م یعنی قول ناذر کا علی صوم دلالت کرتا ہی التزام پر
اور یہ صریح ہی نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور ملزوم مراد
لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہی اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہی قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان
فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم
کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا
واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف رح کے م امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورتین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلیئے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہی
اور قسم مین مجازی اول صورتین حقیقت کو ترجیح ہی اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہی اور چونکہ نذر وقسم کا ہونا بظاہر جمع ہوجانا حقیقت ومجاز کا ہی ایک
لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیئے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہی کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر
بنفسہ وجوب کو چاہتی ہی اور یمین بغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونوں جمع کردیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہی قالہ الشامی
والطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہی کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ
نہین ہی مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف رح کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان
کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ومسنون ہی قالہ ابن کمال چنانچہ
جامع ترمذی مین وارد ہی کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے اُنکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شہر غیر
معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پدرپے رکھونگا
پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سرے روزہ رکھے کیونکہ اُسنے کھودیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین
ایام نہی واقع نہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزوں کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اُسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے م یہ جواب ہی اسکا
کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اُس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا لا یستقبل فی نذر
شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے بتمامہا غیر وقت مین واقع نہوں
م کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہی کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلاً تو نہین ظاہر ہوتی کیونکہ
اگر گیارھوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی والنذر من
اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج

یا نماز یا روزہ یا سواے اِنکے اگرچہ معین ہو (تعینات آیندہ) نہین خصوصت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ

بمکۃ بھذہ الدرہم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ مین یہ درم فلانے شخص پر پھر اسکے مخالف کیا تو جائز ہی یعنی بعض مین مخالفت کی یا کل مین اسطرح کہ کسی روز مین سواے جمعہ کے غیر مکہ مین کوی اور درم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہی کہ نذر مین وہ چیز داخل ہی جو عبادت ہی اور اصل تصدق ہی نہ تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج مین ہی کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر اُسکو پرسون رکھا تو جائز ہی اور چاہیے کہ کچھ بُرائی اِسمین نہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر مین دیا تنبیہ ابن نجیم نے کہا ہی کہ خانیہ مین ذکر کیا ہی کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہوجاتی ہی اور یہ دلالت کرتا ہی کہ قول فقہا کا کہ دینار و درہم کی خصوصیت لغو ہی عام نہین بلکہ یہ صورت اسمین ہی مخصوص ہی کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اُسکے ذمہ پر رہتا اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہی یہ بھی مطلق نہین ہی کیونکہ بدائع مین کہا ہی کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو کچھ کھلاؤنگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہین کیا تو ضرور ہی کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شی منذور کو معین نہین کیا تو تعیین فقیر کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہین قالہ الشامی وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہرا للاعتکاف او للصوم فعجلہ قبلہ عنہ صح اور اسیطرح جائز ہی اگر وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اُس سے پہلے اُسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہی بخلاف قول محمد و زفر کے اتنا فرق ہی کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہین رکھتے اور زفر اُس صورت مین کہ زمان معجل مین فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے رجب کے روزون کی نذر کی پھر اُس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہونا چاہیے یہی صحیح ہی جیسا سراج مین ہی اور اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذران یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلوٰۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب وہو النذر فیلغو التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن مین حج کرے گا پھر اُس برس سے پہلے حج کرلیا تو درست ہی یا نذر کی نماز کی فلانے روز پھر نماز پڑھ لی اُس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہی بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ ناذر کا نذر کرنا ہی پس تعیین لغو ہوجاویگی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو

م یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہوگئی اور اِس مسئلہ مین بھی خلاف محمد و زفر کا ہی کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لایجوز تعجیلہ قبل وجود الشرط کما سیجی فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اُسمین تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہین ہی جیسا ایمان مین مذکور ہوگا مراد ہی کہ تعلیق کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھون یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ یہ قدر لازم ہی اتنا فرق ہی کہ پہلی صورت مین اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہی اور دوسری صورت مین اختیار ہی نذر کے پورے کرنے مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معلق مین تعجیل اسلیے جائز نہین کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہی وہ بالفعل سبب نہین ہی بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول مین مقرر ہوچکا ہی پس اگر اسکی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ اُسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہی اور اِس سے ظاہر ہوتا ہی کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہی لیکن تاخیر صحیح ہی واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اِس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اسمین مکان اور درم اور فقیر متعین نہین ہین کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد سبب کا موخر ہوگیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہی اسواسطے کہ تعلیق اِنمین اثر نہین کرتی قالہ الشامی ولو قال مریض لله علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لاشئ علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہی کہ ایک مہینے کے روزے رکھون پھر مرگیا اچھا ہونے سے پہلے تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین ہی وان صح ولو یوما ولم یصمہ لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہوگیا اگرچہ ایک ہی روز ہو اور اُس روز روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہی صحیح مذہب پر یہ شیخین کا قول ہی اور محمد کہتے ہین کہ جسقدر قوت ہووے اُسی قدر کی وصیت لازم ہی

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کا الصحیح اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الجنازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ

اور اک العدۃ مانند تندرست کے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس اثنا مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت جمیع مہینے کی لازم ہی بالاجماع جیسا جنازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اُسقدر مدت کا ہی یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہوجاوے کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اُسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ فوت کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی کے کہ اُسنے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا اصوم علیہ بل ان صام حنث کما سیجی فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا اس جہت سے کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق کرتے ہین پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہی قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کر رمضان نذر کی رجب کے روزون کی پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت مین مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد رحکے ہم فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد رح کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سواے محمد رحکے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح فرع ثانی مین اسی پر چلا ہی ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اُسکی رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ بر بالنیۃ ووقع عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس ادا ر نذر کی نیت کرلی تو نیت کی جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا م اس مسئلہ کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ مین اسطرح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نپائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے م اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے اعتبار سے مقصور ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیۃ یا نذر کی اُس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا م اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اُسکو بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت ثمانیۃ ایام صام ستین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ شنبہ کا روزہ سات روز مین دو بار نہین آتا اسلیے دوسری صورت مین سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ہم یعنی آٹھ روز مین دو شنبہ مکرر ہو سکتا ہی تو عدد مذکور مین جو مکرر ہو سکتا ہی وہی مراد ہو گو یا یون کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز مین واقع ہی اور وہ دو ہین کذا فی المنح اور مخفی نہین ہی کہ یہ اُسوقت ہی کہ نذر والے کی نیت معلوم نہو نہین تو جیسی نیت ہو گی وہی لازم ہو گا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردون کے لیے واقع ہوتی ہی اور جو کچھ لیا جاتا ہی پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاے کرام کی قبرون پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہی ہم اسکا بطلان کئی وجہ سے ہی منجملہ اُنکے ایک یہ ہی کہ یہ نذر ہی مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہین کیونکہ یہ عبادت ہی اور عبادت مخلوق کی نہین ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہی وہ مردہ ہی اور مردہ مالک نہین ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہی کہ مردہ امور مین تصرف کرتا ہی سوا خداے تعالی کے اور اُسکا یہ اعتقاد کفر ہی ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین تیرے لیے نذر کرتا ہون کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کر دے تو مین اُن فقیرون کو کھانا کھلاؤن جو دروازے پر فلانے سید یا امام کے ہین یا اُنکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدون یا اُنکی مسجد کے خدمتگارون کو اتنا روپیہ دون یا اور سوا اسکے جسمین نفع فقیرون کا ہو اور نذر خاص خداے تعالی کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ رباط مین یا مسجد مین جو لوگ مستحق مقیم ہین وہ مصرف نذر کے ہین پس اس اعتبار سے نذر جائز ہو گی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہین ہی جبتک کہ محتاج نہو اور شرع مین ثابت نہین کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہی یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہی اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہی اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہی اُس بزرگ کے خادم کو اُسکا لینا جائز نہین مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اُسکے عیال فقرا عاجز ہون تو اُسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہی اور اُسکا لینا بھی مکروہ ہی جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نہ کیے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم مالم یقصدوا صرفہا الفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہی اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہین حرام ہین جب تک کہ قصد نکرین اُنکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمین لوگ مبتلا ہین خاص کر ان ایام مین اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار مین بسط سے بیان کیا ہی ہم یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہی کہ صیغہ نذر کا خداے تعالی کے لیے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہون اور نہین مخفی ہی کہ اُس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہی جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی ضرور ہی کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہی جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اُسکے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغون کے لیے قبر پر یا منارون مین جیسے عورتین حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہین اور مشرقی منارون مین اُسکو روشن کرتی ہین سو یہ باطل ہی اور اس سے زیادہ قبیح ہی نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا متاخرین کہ اُسمین راگ اور لعب ہوتا ہی اور اُسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہی قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد رح لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمد رح نے کہا ہی کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو مین اُنکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہین ہوتے پس سب لوگون کو اُنسے عار ہی ہم ولا کے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ اُنسے مواخذہ بالکل نہ کرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتی جیسے نسب نہین ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہی اعتکاف کے احکام مین وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکد فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی

باب الاعتکاف

رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب موکدہ عشرہ اخیر مین ہم یعنی اعتکاف واجب مین صوم
شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اُسپر ختم ہی تو مناسب ہوا کہ
کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قال الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکرو لو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت مین
اعتکاف کے معنی ٹھہرنا (یعنی کسی مقام مین ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہو گو لڑکا عاقل ہی ہو
مسجد جماعت مین م بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اُسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی
گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین مکروہ ہی
جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وہو مالہ امام وموذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور موذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اُسمین
پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط ہی اور بعض
فقہا نے اِسکی تصحیح کی ہی م بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہی وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور
اسی کی تصحیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد مین تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا
نہوتی ہو بالاتفاق م یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اُسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تاکہ اُسکو نکلنے کی حاجت نہو
پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قال الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین م مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قال الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد مین
مکروہ ہی م یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر اً معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ
مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو م اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قال الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی کا
صحیح ہی اُسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثی مین احتمال مذکر ہونے کا ہی م نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو
قال الحلبی بنیۃ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی
بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین این م
بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے
اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اُس روایت کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ
جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قال الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم ہی ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بہ سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے مم زبان کی قید
اسلیے لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فی المنح اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہی یعنی جسمین نفل اعتکاف ہی روزہ شرط
ہی اور مذہب صحیح یہ ہی کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن تو اُسکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہو گا اور بالتعلیق عطف ہی
بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق
بھی نذر ہی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط
ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہی قالہ الطحطاوی **وسنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان** قسم دوم موکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ مین ای سنۃ
کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اورون کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہی م اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا
پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ اُنکو پڑھین کہ باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار ہونگے اور اگر سنت
ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ رض
کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اُسپر انکار نہین کیا اور نہین ٹوکا م یہ جواب ہی اُسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض
کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت موکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرۂ رمضان مین مواظبت کی ہی اور
مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موکدہ اسکا
جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی **ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ** ہو بمعنی غیر الموکدۃ
تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اِسکے سوا اور زمانون مین ہی اور مستحب بمعنی سنت غیر موکدہ کے ہی **وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط**
علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنابر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ
علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس
بات مین کہ نفل مین تقیید و تقدیر یوم کی ہی یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس
روایت مین یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت مین تو اُسمین صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف
مسنون مین بھی صوم شرط ہی کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے
کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اُس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسط **فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان**
له
نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لایخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ اُسکے ساتھ
دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہی م فرق یہ ہی کہ پہلی
صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلۃ بولا اور
یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اُس مطلق کو مقید مین استعمال کیا پس
یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسیطرح بولنا
اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا
جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی **بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح وان**

له قولہ وان نوی معہا الیوم
لیکن اگر یوم بھی اعتکاف
کی نذر کی اور اسکے
ساتھ رات کی بھی نیت
کی تو دونون لازم
ہونگے نذرا فی البحر

لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہی کیونکہ رات
بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصدًا
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے
لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصدًا نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہو گی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اُسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہ بھی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اُس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی بہیم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا
تو اُسکی قضا بھی پیا پی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولًا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت کی قید نہو تو اُسکی شرط نے
کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی
رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد رح کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلًا نماز نفل
بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسوان حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح ہی چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا
نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی
سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت
ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اُس معتکف کو
کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل کرنیوالا
جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

قال اللہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملون کو الا لحاجۃ الانسان طبعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد کذا فی النہر حرام ہی معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول وبراز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر م پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہین اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہی کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو موذنا وباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے م اذان کے لیے موذن کی قید قول ضعیف ہی اور صحیح یہ کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہی اور بحر مین کہا ہی کہ چڑھنا اُس جگہ پر جہان اذان دیجاتی ہی مفسد نہین ہی اگر دروازہ اُسکا مسجد مین ہی اور جو مسجد سے باہر ہی تب بھی یہی حکم ہی ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہر امعلوم ہوتا ہی کہ اذان بھی شرط نہین ہی کیونکہ اُسنے کہا ہی کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہی اسواسطے کہ جو چیز مسجد مین ممنوع وہ منارہ مین بھی ممنوع ہی مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج ہو اُسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہی لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہی اور اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ وباب المنارۃ الخ حال ہی موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہی قالہ الشامی ومن بعد منزلہ ای معتکفہ خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اُسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اُسکی سنتون کے پاوے اس باب مین اپنی راے کو حکم کرے م یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع مین ہی مگر اُسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین قالہ الشامی ویستن بعدہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھرا یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہی لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ جو التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت م اور اسمین اشارہ ہی کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونون مین فرق ہی کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہی اور بدائع مین مذکور ہی کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہی یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف رح نے کہا ہی کہ محمول ہی اعتکاف نفل پر اور ممکن ہی کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ مین مریض کی عیادت کرے اور جنازہ کی نماز پڑھے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہی انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت مین مضر ہی کہ مسجد مین نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اُسکی قضا کرے م یعنے اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہی مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو مع صوم کے اتنی بات ہی کہ اگر مہینا معین ہی تو قضا بقدر فساد کے ہو گی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا پیاپے اور فرق نہین ہی اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض ونفاس وجنون وبہت سی بیہوشی اور اُسکا حکم یہ ہی کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہی تو اُسی قدر قضا کرے فقط

طبیعیہ حال ہو یا غیر
کان محذوف کی اور
شرعیہ اسپر معطوف اور
لفظ ابعد متن کا ہی اور
والجمعہ کا واو شرح کا ہی
۱۲ ش شاید
مسجد اول اعتکاف کے
لیے اسواسطے متعین
ہو گئی کہ زمان اور مکان
دونون متعین نہین ہوتا
اور عدم جواز خروج بلا عذر
اسکی تعیین کی جہت سے
نہین ہی بلکہ اسوجہ سے
کہ خروج حقیقت اعتکاف
سے مخالفت ہی کروہ لبث
واقامت ہی ۱۲ ش
روایت ایمن مستثنی ہی ۱۲

اور استیناف واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پیہم پس اگر قادر ہوا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کے بدلے
مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست
ہوگیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصاً الا اذا افسدہ
بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر مم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدائے تعالی کے ایجاب سے ہو یا بندہ
کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واعتبرا اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علماء نے
کہا ہے کہ یہی استحسان ہے م اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار
ہے اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہے قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہونی ہے اور
بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہے پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وہو امر لا غیر لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی بعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقاً
مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہے جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولی فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافاً لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے م
زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچاؤ کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت مین صلوٰۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم نے
بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ او بطلان جماعتہ اخراجہ کرہاً استحساناً لیکن نہر وغیرہ مین ہے کہ اگر
مسجد گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان م حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف
خروج سے فاسد ہوجاتا ہے مگر بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہے فی
التتارخانیہ عن الحجۃ ولو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلاۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے یہ یاد رہے م لفظ شرط سے ایما ہے کہ صرف
نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنی ہین اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنی نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو
خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین م ب داخل ہے مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہے کھانے وغیرہ پر مسجد مین اُسکو یہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہ معنی
نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح و رجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی بتصرف فلو لتجارۃ کرہ پس
اگر عقد تجارت کے لیے ہے تو مکروہ ہے م یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد مین حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضیخان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی
کیطرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہے اسکا ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع و نکاح و رجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے م رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی م ظہیریہ مین ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے اھ اور یہ محمول ہونا چاہیے
اس صورت پر کہ اُسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اُسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریماً لانہا محل

اطلاقہم بجر احضار مبیع فیہ اور مکروہ ہی حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہی فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی جس جگہ
مطلق مکروہ بولتے ہین وہان اُنکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہی کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہی مسجد مین بیع و شراء غیر معتکف کے لیے
مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اس باب مین وارد ہی اور ترمذی نے اُس حدیث کو حسن کہا ہی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی بیع و شراء سے مسجد مین اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھکر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ
کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونومہ الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہی غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو
بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبی لکن ابن کمال نے کہا ہی کہ نہین مکروہ ہی کھانا پینا سونا
مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبی مین ہی ہم ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہی کہ غیر معتکف کو جائز ہی سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگاکر پاؤن کو
بجانب قبلہ کے ہون یا کسی اور طرف پس معتکف کو بالاولی جائز ہی انتہی اور معراج مین بھی اسکو نقل کیا ہی اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہو جاتی ہی طحطاوی نے
کہا کہ یہ قول کہ پانون قبلہ کی طرف ہون غیر مسلم ہی کیونکہ علمانے اسکی کراہت پر تصریح کی ہی اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہی اور ظاہر یہ ہی کہ کھانا
پینا بھی مثل نوم کے ہی جبکہ مسجد کو نہ روکے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہی لیکن وقایہ مین کہا ہی کہ معتکف کھاوے پیوے سووے بیع و
شرا کرے مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اُنکی شرح مین کہا ہی کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیاء مذکورہ مین سے مسجد مین اور اسی کے مانند قہستانی مین ہی
پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہی قالہ الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہی اعتکاف مین چپ رہنا اگر اسکو
عبادت جانتا ہی ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہی جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے ابوہریرہ سے مسنداً روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع فرمایا ہی صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا
واجب ہی برے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت
رہے ہم یجب کہا یفرض نہین کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہی جیسے غیبت مثلاً اور کبھی مکروہ ہوتی ہی جیسے برے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا
چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہی اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہی اعتکاف مین
بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہی کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما یاکل النار
الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اُسمین داخل ہی کلام مباح جب اُسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی مین
کلام کرنا جسوقت اُسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اُسمین ثواب ہی کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محل ہی فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا
مسجد مین مکروہ ہی حسنات کو اسطرح کھاتا ہی جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہی ہم مسجد مین کلام مکروہ اُسوقت ہی کہ کلام کے لیے مسجد مین
بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہی ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہی کہ مسجد مین بات کرنے کا کچھ مضایقہ نہین ہی اگر قلیل ہو پس اگر
مسجد کا قصد باتون کے لیے کرے تو مکروہ ہی اور وعید سے ظاہر اکراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی قالہ الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی
سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزین ہین جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث
اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیاء علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا دینی باتون کا وبطل
بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہی اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان وطیہ
خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا بھول کر

صحیح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہو ہم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہو اسمین اشارہ ہو کہ عنایہ وغیرہ مین جو مذکور ہو وہ مردود ہو یعنی معتکف
تو مسجد مین رہتا ہو اُسکو وطی کہان میسر ہو پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیئے نکلے تو اُسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح تاویلات مین
ذکر کیا ہو کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد) یعنی اُنسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ مسجد مین
وطی ممکن ہو اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور
اُسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا
صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہو کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہو یعنی
مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ
لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا باکل ناسیا لبقاء الصوم بہ خلاف اکلہ عمدا وردتہ اور نہین باطل ہوتا کھانے سے
بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہو بہ خلاف اسکے کہ عمدًا کھاوے یا مرتد ہو جاوے کہ انسے باطل ہوتا ہو ہم قاعدہ یہ ہو کہ جو ممنوعات اعتکاف کے
ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اُنمین سہوا اور عمدا اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے
اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو انمین عمدا اور سہوا اور رات اور دن مین فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا
فی البدائع وکذا اغمائہ وجنونہ ان دام ایاما فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین ایام سے
مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہ ہو کہ قضا نہ کرے جیسا
صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو کمتر
جاتا ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزون کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی ایضا بنذرہ
بلسانہ اعتکاف ایام ولاء ای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اُسکو بہیم راتین یعنی اُنمین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف
ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیاپی ہونیکی شرط نہ کی ہو ہم ولا ء حال ہو لیالی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپی
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسی طرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
پے در پے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اُسکو اختیار ہو کہ متفرق رکھلے
اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہو اُسکی بنا اتصال پر ہو کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع وکذا التثنیۃ یتناول الآخر جیسا اُسکے برعکس
اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ
اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم وہان تین روز رہے
یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث لیال سویا اور ثلثۃ ایام الا رمزا
ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہو پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونون ہین اور جمع عام ہو

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمناً ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون کے طرفین کے نزدیک لازم ہی اور امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک پہلی رات اسمین داخل نہین قالہ الشامی **فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیۃ لنیۃ الحقیقۃ** پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اُسکی نیت صحیح ہی کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف مین یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعۂ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہی اسی جہت سے بیان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اُسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قالہ الشامی **وان نوی بہا** ای بالایام **اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما** اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہین ہی بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونون ہم کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہی کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہی یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک اِنمین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہی تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہی تو دن لازم نہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قالہ الشامی **کما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ** ای اللیل خاصۃ **فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ** جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اُسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہی ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہی ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہی ہم یہ جب ہی کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوماً کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی **الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار** اگر اس صورت مین کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا م نہر بالضم جمع ہی نہار کا **ولو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ** لما م اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہی اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہی کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کی منافات ہی قالہ الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی اضحیۃ الولوالجیۃ ہذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کی مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہی اسکو یاد کر لو م یعنی ہر شب تابع ہی اُسکی روز کی جو اُسکے بعد ہی چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہی اور یہ بھی تصریح کی ہی کہ جب ایاماً بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہی یوم الترویہ کے اور نحر کی رات تابع ہی عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہی ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقا الا انہا تتقدم وتتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہی بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم

موخر ہوتی رہتی ہی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہی مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت

طالق لیلۃ القدر فعندہ لا یقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل

تلک اللیلۃ فی الآتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُس صورت مین

کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہی یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہی شب قدر مین تو امام اعظم

کے نزدیک عتق و طلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان بتامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اس رمضان کی

شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ

یہ قول کہا ہی جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق و طلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے

پہلے یہ قول کہا ہی تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق و طلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام

لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہی کہ

فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہی اس بات سے کہ جس نے عتق و

طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہی وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہی تو شب قدر ستائیسوین ہی

کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہی کہ ستائیسوین رات کو

شب قدر ہوتی ہی اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحبؒ نے یہ جواب دیا ہی کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین

تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہی آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی یہ ایک قول ہی امامؒ کا اور بحر مین

خانیہ سے منقول ہی کہ مشہور قول امام صاحبؒ کا یہ ہی کہ تمام سال مین دائر ہی کبھی رمضان مین ہوتی ہی کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون

کہ اسی کا موید ہی وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہی کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف

کیا ہی سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہی اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی

ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین

سو مجھکو یقین ہی کہ وہ سال بھر مین دائر ہی مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو

شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہی اُسکی طلب مستحب ہی اور وہ برس مین افضل شب ہی قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل

فرمایا ہر عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہی بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت

نصیب کرتا ہی اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسألک الاخلاص فی القول

والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قالہ الشامی والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج

اِس کتاب مین احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوۃ اور زکوۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی سے
ہو بفتح الحاء وکسرہا لغتا القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح وکسر اول لغت عرب مین عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہین نہ مطلق
ہر قصد کو چنانچہ بعضے علمانے گمان کیا ہے ہم یہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت ہے مطلق
قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے اداے عبادت کے وشرعًا زیارۃ ای طواف وقوف فی مکان مخصوص ای
الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی اخر العمر وفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر لفعل مخصوص بان یکون
محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجیٔ لم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع مین حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص مین
زمانہ مخصوص مین مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد
گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات مین ٹھہرنا عرفے کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور
وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ مین ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اِس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف مین یون نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص مین واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج
نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر اداے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہین نہ نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہین
کلمہ شہادت اور نماز اور زکوۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے
نوین سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اداے حج مین دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اِسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاے حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہم نوین سال یہ آیت نازل ہوئی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا) یعنی خدا کے واسطے لوگون پر لازم ہے حج
بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اِس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذرجانے
ایام حج کے اُتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیؓ کو بھیجکر
کافرون کو بیت اللہ مین آنے سے منع کردیا تب دسوین سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا
کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر مین ایک بار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہی
لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اُسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اُسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجب علیہ
احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہوجاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طی کرجاوے تو اُسپر حج یا عمرہ
واجب ہوجاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور
کا ہے حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسطرح کا حج کرنا حرام ہے جسکو حج کا
شوق ہو اسکو اول مال حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط مین ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال
حلال لیکر اور رکاب مین پانون رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہی اور رکاب مین پانون ڈالکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج مقبول نہین ہی کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وبالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہی چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہی جیسا نچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اِس شخص پر فرض ہی تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہی اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہرا حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی تیلحی اور نوازل مین ہی کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہی کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہی پہلے سال مین نزدیک ابی یوسفؒ اور امام مالک اور امام محمدؒ کے اور امام اعظمؒ کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہی کہ اول سال امکان مین اداے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہی اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہی ابو یوسفؒ کی وہ حدیث دلیل ہی جو امام احمدؒ اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہی اسواسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہی اور راحلہ گم ہوجاتا ہی اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہی کذا فی العینی شرح الکنز اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہی بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ اے سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان ادارا وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہی اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہی کذا فی البحر اور دلیل اِس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہی نہ کبیرہ یہ ہی کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہی اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیسا نچہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہوچکی ظنی ہی نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہی اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو بیرحج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یؤاخذہ اللہ تعالی بذلک اے لو ناو یا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہانے کہا ہی کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہوگیا تو اُسکو جائز ہی کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو اداے قرض کی اور امید ہی کہ حق تعالے اسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کرنے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہی عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ثم طحطاوی نے کہا کہ تمر تاشی مین ابو یوسفؒ سے منقول ہی کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہی علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہی مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین ہان در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہی اور البتہ ہمنے اِس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہی ہم بیان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم مین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب اداے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنا بر قول اصح کے اسلام[۱] عقل[۲] بلوغ[۳] حریت[۴] وقت[۵] قدرت[۶] زاد قدرت[۷] راحلہ فرضیت[۸] حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ مین بقول اصح صحت[۱] بدن کی قدرت[۲] زوال موانع حسیہ امن[۳] راہ عدم[۴] قیام عدت عورت کے حق مین خروج[۵] زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام[۱] حج زمانہ[۲] خاص مکان[۳] خاص اسلام[۴] کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہی حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہی یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصون کی خبر دینے سے جنکا تقوی اور فسق پوشیدہ
ہی تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور اُس مسلمان پر جو دار الحرب مین فرضیت حج سے مطلق نہین حج فرض نہین ہی
صحیح البدن حج فرض ہی تندرست پر تو جا بندا ر لوسے اور فالج والے اور جسکے دو نون پانوئن کٹے ہون اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہین تھم سکتا ہی
حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر محبوس وخائفٍ من سلطانٍ یمنع منہ حج فرض ہی بصارت والے پر جو قید نہین اور حاکم سے ڈرتا نہین جو اُسکو حج کرنے سے
روکتا ہی تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کے لیچلنے والا ملے تو بھی اُسپر حج فرض نہین بنا بر قول مشہور کے امام سے
اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زادٍ یصح بہ بدنہ فالمعتاد اللحم ونحوہ اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج
فرض ہی صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اُسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اُسکو روٹی اور پنیر پر
قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہین گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہی وراحلۃ مختصۃ بہ وہو المسمی بالمقتب ان قدر
والا فشرط القدرۃ علی المحارۃ اور حج فرض ہی صاحب راحلہ پر جو اُسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اُسکو نوبت بنوبت اُترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو
مقتب کہتے ہین یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہی اگر اُسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہو سکے بسبب مرفہ الحالی کے اور
نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہی کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اسطرح اُسکی ہلاکی کا خوف ہی
تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہی فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ
اُس اونٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی بالزاد والراحلۃ لا لمکی یستطیع المشی تشبیہ
بالسعی للجمعۃ راحلہ شرط ہی آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہی نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہی اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا
نماز جمعہ کے واسطے اُس جانے کے مشابہ ہی اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چلسکے تو اُسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہی کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر
الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحًا وانما صرحوا بالکراہیۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر
قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہو گا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری
کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہی یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار مین حلبی نے کہا کہ سواے اونٹ کے اور سواری
سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر سواری ہووے قہستانی نے تصریح کی ہی
کہ راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اُسپر لادے جاتے اور آتے ہون انتہی اور شرح منسک متوسط مین ہی
کہ شرط وجوب حج یہ ہی کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبًا افضل
منہ ماشیًا بہ یفتی ولم المقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ مین ہی کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہی پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت راہ سے نازک مزاج
ہو جاتا ہی اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا ہی اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہی سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہی کہ ایمن ریا و فخر کا
خوف نہین کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل مائتان واربعون منا وللحمار مائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ مین ہی
کہ اونٹ کا بوجھ ۲۴۰ من ہی اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہی اور ظاہر خچر بوجھ مین گدھے کے برابر ہی من شرعی من ۴۰ استار کا ہی اور استار ساڑھے چھ درم کا ہوتا ہی
کذا فی الطحطاوی ولو وہب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وہذا منہا باتفاق الفقہاء خلافًا للاصولیین اور اگر باپ

اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اُسپر مال کا قبول کرنا واجب نہین اسواسطے کہ وجوب کی شرائط کو حاصل کرنا واجب نہین اور یہ یعنی قدرت زاد
اور راحلہ کی شرائط وجوب سے ہی باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ اُنکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہی فضلاً عما لابد منہ کما مر فی الزکوۃ جبکہ زاد
راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اُسکی تصریح کتاب الزکوۃ مین ہو چکی منح الغفار مین ہی کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام
اور ستعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو اِن اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہین ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغنار ببعضہ والحج بالفاضل فانہ
لا یلزمہ بیع الزائد نعم ہو افضل وعلم بہ عدم لزوم بیع الکل والاکتفار بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات مین داخل ہی گھر اور اُسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ
اُسمین سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیچکر حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اُسپر لازم نہین ہان زائد مکان کا
بیچ ڈالنا ادائے حج کے واسطے افضل ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم نہین وکذا
لو کان عندہ مالو اشتری بہ مسکنا وخادما لایبقی عندہ ما یکفی الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اُس مال سے گھر اور
خادم کو مول لیوے تو اُسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اُسپر لازم نہین کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ یہ مال
حاجت اصلی سے زائد نہین اور حج فرض نہین ہوتا مگر اُس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النہر انہ یشترط بقار راس المال لحرفتہ ان احتاجت لذلک
والا لا اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا ہی جو اپنے پیشے کیواسطے مشروط ہی اگر اُسکے پیشے مین مال کی حاجت ہو اور اگر
حاجت نہو تو بقائے مال شرط نہین خلاصہ یہ ہی کہ اہل حرفہ کے واسطے بعد حج کے بقائے مال شرط نہین چنانچہ درزی کہ اُسکے پیشے مین مال کی حاجت نہین بخلاف
کاشتکار کے کہ وہ آلات کشتکاری کا محتاج ہی اور سوداگر کے کہ بدون مال کے تجارت متصور نہین وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ
فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہی کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہی تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا
تو اُسکو نکاح کر لینا جائز ہی اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اُسپر حج لازم ہی وفضلاً عن نفقۃ عیالہ ممن یلزمہ نفقتہ لتقدم حق العبد اور زاد و راحلہ
زیادہ ہو اُسکے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اُسپر لازم ہی بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم
ہی بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہی اور بندے محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے
علمانے کہا کہ بعد پھرنے کے ایکدن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایکدن کی روایت امام سے ہی اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے
اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہی نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ ساتھ امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن راہ
شرط ہی وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہی اور امن قافلہ جانیکے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے مراد یہ ہی کہ لوگ اکثر
باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل الوجود معتبر نہین اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہی اور یہی معتمد ہی اسکے سوائے اور اقوال لائق اعتماد کے نہین اور
جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہی کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین سلامتی غالب ہو
اور اُس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہی اور اگر غلبہ سلامتی کا نہین تو حج بھی واجب نہین اور یہی قول اصح ہی کذا فی منح الغفار ما بالفعل ہندوستان مین
امن راہ خشکی اور تری مین بخوبی حاصل ہی اور مشق جہاز رانی کی بسبب اختلاط نصاری کے خواب حاصل ہی کبھی نہ تھی سوا اہل ہند پر وجوب حج مین ہرگز تردد نہین
ہزارون شخص ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق
کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہی اور حرام رشوت وہ ہی جو کسی کی
حق تلفی کیواسطے ہو وسیجی آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہی یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج

مارے جاتے ہون تو سقوط حج مین قدر صریح ہی اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہین وہل مایوخذ فی الطریق من المکس و الخفارة عذر قولان والمعتمد لا کما فی القنیة والمجتبی وعلیہ الفتوی فیحتسب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرة علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا وہ مال جو بطریق وہ ایک اور راہداری کے لیا جاتا ہی راہ مین عذر ہو سکتا ہی سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہ ہی کہ اسطرح دینا عذر نہین کذا فی القنیہ والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہی تو اس صورت مین ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیے اسیطرح مذکور ہی طرابلسی کے مناسک مین ومع زوج او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہی ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا رضاعی محرم عورت کا وہ ہی جسکا کاح نکاح اُس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد مین حدیث مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونون کی قید ہی کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہو گا عاقل ہمراہی زوج یا محرم ہوشیار کی شرط ہی تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہین المراہق کبالغ جوہرہ اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہی کذا فی الجوہرة غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونون کے اسواسطے کہ مجوسی کے دین مین مان بہن حلال ہی اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقة لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہوا تو اُسکا نفقہ عورت پر واجب ہی اسواسطے کہ وہ اُسکے کام مین بند ہو گیا لامرأة حرة ولو عجوزا فی سفر سفر حج مین حرہ عورت کے واسطے زوج یا محرم مشروط ہی اگرچہ عورت بڈھی ہو وہل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہی عورت کو نکاح کر لینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اُسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطے نکاح کرلے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسپر نکاح لازم نہین ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی عن البزازیة ولیس لزوجہا منعہا عن حجة الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہان حج نفل سے روکنا درست ہی کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہة اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہو گا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدة علیہا مطلقا آیة عدة کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو خواہ عورت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرة لوجوبہا ای العدة المانعة من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط اور اعتبار اُس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہی اسکے شہر والون کے نکلنے کے وقت کا ہی یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نہ کر سکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کرنے کے عدت واجب ہوئی تو اُسکی تفصیل کتاب العدة مین مذکور ہی اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کے وقت معتبر ہی اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کے وقت ہی یعنی اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کی وقت خروج معتبر ہی نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلاً قبل خروج قافلہ مقدور زاد کا تھا اور خروج کے وقت مفلس ہو گیا یا خروج کے وقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانیکے مقدور والا ہو گیا تو اُس سال کا حج اُسپر لازم نہین فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاہرہ ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اُسکی طرف سے اُسکے باپ نے اُسکا احرام باندھا تو دونون طرح سے صغیر محرم ہو گا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اُسکو تہمد اور چادر پہنادے ہکذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ احرام کرنا باپ کا صغیر کیطرف سے باوجود اُسکے عقل اور ہوش کے صحیح ہی تو اُسکی بیہوشی اور نافہمی مین باپ کا احرام باندھ دینا بطریق اولی صحیح ہو گا فبلغ او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ نفلا پھر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اُسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونون کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم ہوگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفۃ
ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اِس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہی یعنی
فرضیت ادا ہوگی مگر احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازمًا بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اُسکو کفایت نہ کریگا یعنی اُسپر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اُسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہین تو اُسکو احرام توڑنا جائز ہی اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام اور حج مین تین کام فرض ہین
اول احرام باندھنا فرض وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آئندہ مین اُسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداءً ولہ حکم الرکن انتہاءً حتی لم یجز لفایت
الحج استدامتہ لیقضی بہ من قابل اور احرام شرط ہی باعتبار ابتدا کے لہذا اُسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہی جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہی اور احرام کو
رکن کا حکم ہی باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اُسکو احرام کا باقی رکھنا تا کہ سال آئندہ اِس سے حج کی قضا کرے جائز نہین اور اگر
شرط ہوتا ہر طرح سے تو اُسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہی
اُسکے خاص وقت مین عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اُترے پھر بعد
مدت عرفات مین یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونون یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہی طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہی اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ وواجبہ نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس ۲۰ اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہی وقوف جمع وہو المزدلفۃ سمیت بذلک لان آدم جمع بحوا
واز دلف الیہا ای دنا منہا ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہان جمع ہوئے اور اُنسے قریب ہو گئے والسعی عند
الائمۃ الثلثۃ ہو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ لانہ جلس علیہا امراتہ وہی حوا ولذا انثت ۲- اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان
اور تینون امامون کے نزدیک سعی کرنا رکن ہی صفا اور مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اُسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اُسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسی واسطے لفظ مروہ مونث ہی مگر بعضے علما نے وجہ تسمیہ یون بیان
کی ہی کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے اُنکو پتھر کر ڈالا دونون صورتون کو
دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار لکل من حج ۳- اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴- اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سوائے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہین والحلق او التقصیر ۵- اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من المیقات ۶- اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارًا ۷- اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہی والبدایۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ
لمواظبتہ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ اور واجب ہی حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتداء طواف حجر اسود سے

کرتے تھے اور بعضون کے نزدیک یہ فرض ہی اور بعضون کے نزدیک سنت ہی والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹-اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا
بنا بر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہی بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ
ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۰-اور واجب ہی طواف مین اپنے پانون چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر
مانی طواف کی زمین پر گھسلکر تو اُسپر پیدل طواف کرنا لازم ہی اور اگر نفل طواف زمین پر گھسلکر شروع کیا تو اُسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے
والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ موکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱-اور طواف مین
طہارت نجاست حکمی سے واجب ہی بنا بر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب
ہی اور اکثر علما کا یہ قول ہی کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہی نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہی وستر العورۃ فیہ وبکشف ربع
عضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲-اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف مین اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہی چنانچہ کشف
عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدا بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳-اور صفا اور مروہ
کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک
یہ شوط اول مین داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہی ابتدائے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴-اور
چلنا سعی مین جسکو چلنے مین کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵-اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن
یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ہل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶-اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہی سات بار بیت اللہ
کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اُسپر ذبح کرنا
کیا واجب ہی بعضے علمانے کہا کہ ہان واجب ہی تو اگر قبل ذبح کے موت اُسکو آوے تو ذبح کرنیکی وصیت کر جاوے والترتیب الآتی بیانہ بین الرمی والحلق
والذبح یوم النحر ۱۷-اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب
بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیء علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے
کے درمیان مین ہی سو تو سنت ہی واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اُسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہی بسبب ترک سنت کے
کذا فی لباب المناسک وسیجیء ان المفرد لا ذبح علیہ وتحقیقہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اُسپر ذبح واجب نہین اور
عنقریب باب الجنایات مین ہم اُسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیادۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸-اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کو
کرنا کسی دن مین قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹-اور واجبات سے ہی طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم اس جگہ کا
نام ہی جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال واقع ہی اُسکے گرد چھوٹی دیوار ہی کمان کے مانند حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین حطیم بیت اللہ
کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ مین داخل ٹھہری لہذا
طواف مین اُس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اُسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف
معتد بہ ۲۰-اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہی یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اس واسطے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق
بالمکان والزمان ۲۱-اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہی وترک المحظور
کالجماع بعد الوقوف ۲۲-اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہی چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہی

حج کا و لبس المخیط ۲۳- اور جیسے سے لباس کے پہننے کو ترک کرنا و تغطیۃ الراس والوجہ ۲۴- اور سر کو ڈھکنا ۲۵- اور چہرے کو ڈھکنا والفنا بداران کی
مایجب تبرکہ دم فہو واجب صرح بہ فی الملتقی ویستضح فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا
واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہی ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہی اُسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہو گا م شارح نے بعد
بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵- امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات
امام کے ساتھ واجبات سے ہی اور حالانکہ اُسکو نہ منصف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب کہا
یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سواے فرائض اور اُن واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہی کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہی اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اُسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سُنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشایش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہی
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالٰی فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ
اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہی
محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہی دوستون اور آشناؤن سے
اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہی کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون
کو اُسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیٔ عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ
اے فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برًا او بحرًا وہل یرافق فلانًا اولا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لامحل لہا وتمامہ فی النہر اور
مستحب ہی کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہی سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اسمین استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یون نہ استخارہ کرے
کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بموقع ہی ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ۞ اور پورا بیان اسکا
نہر الفائق مین ہی م اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور اپنے
گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین اِن نجاسات کو لیجانا

کمال بے ادبی ہی اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اِس سفر مین ضرور ہی رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار کردے اور بیصبری اور ناشکیبائی کی حالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہی کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اُسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہ ہی کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہی کہ اِس سفر مین ریا اور سمعہ اور تفاخر سے آپکو بچاوے ولہذا محمل کو بعضے علمانے مکروہ جانا ہی انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر مین ہی کہ تحصیل نفقہ حلال مین کوشش بلیغ لازم ہی اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہی اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھ مخالفت نہین عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اُسمین کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اُس مال سے قرض کو ادا کرے اور نیا بیع مین ہی کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی دعائین حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھ لے تاکہ اُنکو اپنے موقع پر پڑھا کرے م یہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میلون کے درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفے کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہی کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہی اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہی کذا فی العالمگیریۃ عن البحر اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہی جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھکنا اور سیاہ کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہی جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ **واشھرہ شوال وذو القعدۃ** بفتح القاف وتکسر **وعشر ذی الحجۃ** بکسر الحاء وتفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملاً بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینون مین نہین اور امام مالک رح کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینون مین داخل ہی بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع ہی اور اقل جمع تین ہی شارح کہتا ہی ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ماوراے واحد بھی مشترک ہی یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہی اور مراد مثنی ہی یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہی تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرۂ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہی شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا **وفائدۃ التوقیت انہ لو فعل شیأ من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ** اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہی کہ اگر افعال حج مین سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کریگا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اِس سے قبل جائز ہی مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجاے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہی مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی

و انہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہتہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندھنا قبل ان مہینون
کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا
اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہی والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار
سنت موکدہ ہی بنابر قوی مذہب کے اور بعضے علما رحنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین
وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام
بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
مین کہتے ہین کہ آیت مین امر ہوا اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسیکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہی
عمرہ مشتق ہی اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی مین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما
واجب وہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہی اور باقی واجب ہی اور یہی قول
مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ دے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی
کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ۔ سنن ابی داؤد مین
عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہی اور نسائی مین عبداللہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہی وکرہت
تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضہا لا اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ لہ
وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن
اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہی یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے
اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو اسنے ان دنون مین
عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنابر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع مین داخل ہی یعنی خانیہ مین جو یون
کہا ہی کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہی مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی
اور مکروہ ان دنون کا احرام ہی تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسی کا نام منقطع ہی پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن
عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ
میقات مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہی کہ میقات عبارت ہی وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبۂ معظمہ کو بزرگی دی اُسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اُسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام
کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اُس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کے
واسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہی

ذوالحلیفة بضم ففتح مکان علی ستة امیال من المدینة وعشر مراحل من مکة تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب
ایک میقات ذوالحلیفہ ہی بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہی مکہ معظمہ سے وہان کے کنوؤن کو عوام عرب آبار علی
کہتے ہین اُنکا گمان یہ ہی کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہ میقات ہی اہل مدینہ کا
سب مواقیت سے یہ میقات دور ہی مکہ معظمہ سے **وذات عرق** بکسر فسکون علی مرحلتین من مکة اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات
مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کے **وجحفة** علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ
کے اور بالفعل عوام اُسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہی مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہی اہل مصر
اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیة الطحطاوی **وقرن** علی
مرحلتین من مکة وفتح الراء خطاء ونسبة اویس الیہ خطاء آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل
ہی اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہی جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اُسکی طرف دوسری خطا ہی اسواسطے کہ اویس قرنی اُس قبیلہ کیطرف منسوب
ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح **ویلملم** جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح مثناة تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہی یہ بھی دو منزل پر ہی
مکہ معظمہ سے جانب جنوب **للمدنی والعراقی** ذوالحلیفہ میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اُس ملک کا نام ہی
جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہی **والشامی** الغیر المار بالمدینة بقرینة ما یاتی اور
جحفہ میقات ہی اُس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ مین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی **والنجدی والیمنی** لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہی اہل نجد کا
اور یلملم میقات ہی اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے دیکھو قولہ سہ عرق العراق
یلملم الیمنی ؛ وبذی الحلیفة یحرم المدنی ؛ للشام جحفة ان مررت بہا ؛ ولاہل نجد قرن فاستبنی ؛ اور جمع کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے
اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذوالحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہی اور واسطے شام کے جحفہ ہی
اگر گذرے تو اسی شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہی سو ظاہر سمجھ لے **وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا** کالشامی یمر بمیقات
اہل المدینة فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اُسکے واسطے بھی میقات ہین جو اُن مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری
طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اُسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ اُدھر نہ گیا ذوالحلیفہ مین
ہو کر نکلا تو اب یہین سے اُسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہی ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لاشیء علیہ
علی المذہب اور علما نے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اُس میقات سے افضل ہی جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام
باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اُسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارة اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہی کہ ساقط
ہو گیا اُسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اُسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اُسنے احرام باندھا تو اُسپر سے ذبح

کرنا ساقط ہوگیا ولو لم یدر بحاذیھا تحری واحرز اذا حاذی احدہا وابعدہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہان سوچے اور اٹکل کرے اور وہان سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہان سے کسی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا اٹکل مین نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو وہان سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہین وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کے واسطے وہان گیا سواے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اِس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو اہین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا المامور بالحج لمخالفتہ لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سواحل مین کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین ملگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اُسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اُسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریاے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پہونچا تو اسکو جائز نہین کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا تو اُسکو عمرہ کرکے احرام چھوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب ہون تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہان سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہین تقدیم احرام کی اِن مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابو امکۃ اور اِن لوگون کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والون کو جو لکڑیون کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہان سے بھی باہر نکلے گا تو وہ آفاقی ہوجاویگا اب اُسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سوا اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول و تشدید لام اُس موضع کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اُنکا میقات حج کے واسطے حرم ہے جائین اپنے گھرون کے اندر سے احرام باندھین اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے لتحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات مین اور وہ حل مین واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم مین احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

مین اور وہ حرم مین ہی تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونون صورتون مین سفر کا مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی اور تنعیم ایک مکان کا نام ہی مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رض کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ❊ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ وسبعۃ امیال عراق وطائف ❊ وجدۃ عشر ثم تسع جعرانہ ❊ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ❊ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ❊ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہی جبکہ ای مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہو گئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین سے ہی تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اُسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نکرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے ہم احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بےحرمتی نہ کرنا اور شرع مین احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر او سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ اُنکے لیے تحریم اور تحلیل نہین ثم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہی ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اُسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اُسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر ترک کریگا تو اُسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اُسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لایخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اُسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اُسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ ہی کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اُسمین گاہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہی مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بجائز مہلۃ فی حق حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اُسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہی والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ تلوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اُنمین تیمم مشروع ہی اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہی اور

فصل فی الاحرام

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے نہیں اس دلیل سے کہ منی کو تحصیل نظافت میں کچھ اثر نہیں اسواسطے کہ مٹی ملوث اور منیر ہے کذا فی النہر و شرط لنیل السنۃ ان
یحرم وھو علی طہارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام کرنیوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھوں کا کترانا اور زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہوں تو انہیں کنگھی کرے م بدن اور بالوں کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کرلینا قبل احرام کے اگر اُسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا کہ
حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر
فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے
اپنے بائیں مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگائی یا اُسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہیں کہ ذبح کرنا اُسپر لازم آوے
جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہوں یا دونوں پرانی دھلی پاک
سفید ہوں جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان
کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن میں خوشبو لگاوے اگر اُسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہے دوسرے قول سے م بدن میں
خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہے ظاہر الروایت میں خواہ اُسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے مشک لگایا اور اُسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے میں ایسی خوشبو لگانا درست
نہیں جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اُسوقت میں جو مکروہ نہیں
اور کافی ہے اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی)
یعنی خداوندا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو اُسکو میرے واسطے آسان کردے اور اُسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج میں مشقت
زیادہ ہے اور مدت دراز اُسکے ادا کرنے میں لگتی ہے تو اسمیں درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدار دعاے ابراہیم و اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمیں آسانی کی دعا ضرور
نہیں اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعمہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی
اور بعضے علمانے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمدؒ سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت میں
اسکو عام کہا ہے اور جو ہدایہ میں ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان واحسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے
سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی میں نیت حج کی کرکے زبان سے

نہ کہا سے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا اگرچہ ذکر فارسی زبان مین کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو مع لبیک کہنے سے نیت حاصل نہین ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہی ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہین بلکہ مستحب ہی **والتلبیة علی المذہب** وہی **لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد** بکسر الہمزہ وتفتح **والنعمۃ لک** بالفتح او بتدار وخبر **والملک لاشریک لک** اور تلبیہ بنابر مذہب درست کے یہ ہی جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہون تیری خدمت مین خداوندا تیری بجاآوری حکم مین بار بار حاضر ہون کوئی تیرا شریک نہین حاضر ہون تیری حضور مین بلاشک سب تعریفین اور سب نعمتین تیرے واسطے ہین اور بادشاہی تجکو مخصوص ہی کوئی تیرا ساجھی نہین لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہی لغت فصیح مین اور فتحہ بھی جائز ہی اور نعمت کی ت کو فتحہ ہی یا نعمت لک مبتدا اور خبر ہین تو اس صورت مین ت کو ضمہ ہوگا مع یہ تلبیہ صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر رض سے منقول ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرماتے تھے **وزاد ندبا فیہا ای علیہا لا فی خلالہا** اور زیادہ کرے بنابر استحباب کے اس تلبیہ مین یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا پڑھنا مستحب ہی اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا نہین مع حلبی کی مناسک مین ہی کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یون کہے (لبیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک الٰہ الخلق غفار الذنوب لبیک کذا فی المنح **ولا تنقص منہا فانہ مکروہ ای تحریما** لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئا بترکہا وبترک رفع الصوت بہا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہی بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہی اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہی اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ مین آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہی **واذا لبی ناویا نسکا او ساق الہدی او قلد ای ربط قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران** اور جب لبیک کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم مین یا احرام سابق مین قتل کیا تھا اُسکے ہدے کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا **وتوجہ معہا** والحال انہ یرید الحج اور خود لیچلا اس اونٹ یا گاے کو حج کے قصد پر وہل العمرۃ کذلک منبعی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ مین حج کے مانند ہی یون لائق ہی جواب دینا کہ ہان عمرہ بھی حج کے مانند ہی یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہی **او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات** فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گاے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کردیا پھر خود متوجہ ہوا اور اُسکو ملکیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اُسکو احرام کرنا میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت مین پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا **او بعثہا لمتعۃ او قران** وکان التقلید والتوجہ فی اشہرہ والا لم یصر محرما حتی یلحقہا **وتوجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم** لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گاے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینون مین واقع ہوا اور اگر دونون کام موسم حج مین نہوے تو یہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گاے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گاے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات کے نہ ملا بنابر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتون مین اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہی اسیطرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہی جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہی اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہین مع فقد احرم جزا ہی اذا لبی کی خلاصہ یہ ہی کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہی ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ حج کی نیت کرکے یہ افعال مذکورہ بشروط متصلہ عمل مین لاوے **ثم صحۃ الاحرام لا تتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا واحدا صرف للعمرۃ** شارح کہتا ہی پھر ہم کہتے ہین کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہین مخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اُسکو اختیار ہی تعیین کا چاہے اُس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج
نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اُس احرام سے ادا کرے اور اگر اُسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اُسنے ہنوز فرض حج کیا ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالجرح سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او بعثہا لا المتعۃ وقران ولم یلحقہا کما مر وقلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ مین اشعار کیا یعنی کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اُسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اُسکو روانہ کیا
بہ نیت تمتع یا قران کے اور اُسکو جا کر نہ ملگیا چنانچہ لمجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن مین پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہین ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہی اور صاحبین رحمہما کے نزدیک
خوب ہی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک سنت ہی اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہی ابو جعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مکروہ نہین
اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اور امام رحمہ نے مکروہ نہین کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام رحمہ نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے اُنکے اِس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہی اور بعض علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہی جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہی کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام بالامولہ یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فوراً اجتناب
کرے اور دور بھاگے عورتون کے جماع سے یا عورتون کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق مین یہ زیادہ تر قبیح ہی یعنی خادمون اور رفیقون اور کرایہ دارون سے خرخشہ نہ کرے بلکہ اُنکی سخت گوئی اور
زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہین فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے
اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتادینے سے
اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہان حرام ہی جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر
کچھ جرم نہین قول اصح مین والتطییب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن مین خوشبو لگاوے
نہ کپڑے مین اور مکروہ ہی سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ نعم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اُسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہین اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی
بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہین لیکن اِس حالت مین مکروہ ہی کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ شیئا با کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
فالم یتید یوما ولیلۃ فلزمہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑون کو اُٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اُٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اِسپر صدقہ دینا لازم ہوگا م
خانیہ مین ہی کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اُسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس کرنے کی

عادت نہین چنانچہ تغار اور طاس تو اُسکے رکھنے سے لابس نہوگا کذا فی الطحطاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ
اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہی اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہین **وغسل**
رأسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزون مین داخل ہی تو ذبح کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑون کو مارتی ہی اور بالون کو نرم کرتی ہی صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف
صابون ودلوک واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون سے بالون کو دھوویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے
اُسپر کچھ لازم نہوگا ام دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہین جس سے ہاتھ دھوتے ہین اور اشنان ایک گھاس ہی کہ میل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
زاد فی الجوہرۃ وسدر وہو مشکل زیادہ کیا ہی جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے بال دھونے مین باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہین آتا اور یہ تو مشکل ہی
وجہ اشکال کی یہ ہی کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم ہوتے ہین تو لائق یون تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ
واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون مین زیادہ تر قوی ہی باوجود خوشبو کے واللہ اعلم **وقصہا ای اللحیۃ وحلق رأسہ**
وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر الثابت فی العین فلا شئ فیہ عندنا اور بچے محرم ڈاڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے
مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر جمے جسکو پڑبال کہتے ہین تو اُسکے دور کرنے مین کچھ نہین ہمارے نزدیک محرم کو بالون کا دور کرنا کسیطرح جائز نہین نہ کترنے سے نہ منڈانے
سے نہ اُکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی الفتح **ولبس قمیص وسراویل** ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے
کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی **وقباء** ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز
الا ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونون آستینون مین اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہی مگر یہ کہ اُسکو گھنڈی سے یا کانٹے
سے اٹکادے تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہرا اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہی ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ
ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اُسکو سونے وغیرہ مین بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ
سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے **وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین** عند معقد الشراک فیجوز لبس السرموزۃ لا الجوربین اور بچے
پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونون موزون کو دونون کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ
مراد ہی جہان نعل کا تسمہ ٹانکا جاتا ہی کعب سے یہان ٹخنہ مراد نہین تو سرموزون کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی
نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہوجاتی ہی نعل کو چپل کہتے ہین چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہندوستان مین کہار اور بعضے محترفہ پہنتے ہین اور سرموزہ
اُن جوتیون کو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین **وثوب صبغ بما لہ طیب کورس** وہو الکرکم **وعصفر** وہو زہر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح
اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اُس سے خوشبو
نہ آوے پھر اُسکا پہننا درست ہی قول صحیح مین ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہی یمن مین جسکو کرکم کہتے ہین اُسکا رنگ زرد ہوتا ہی یہ مسائل اُس حدیث سے
ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر رض سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین **لا یتقی الاستحمام** لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام
فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہو کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہو کہ حضرت نے حالت
احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہو لیکن میل چھڑانا مکروہ ہو والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسہ ووجہہ فلو اصاب احدہما کرہ
کما مر اور پرہیز نکرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہو چنانچہ
عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑون کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہو اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہو وشد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ او نہ
پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح ومنطقۃ وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطیۃ واللبس او نہ
پرہیز کرے کمربند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا
باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحال لابغیر مطیب فلو اکتحل مطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ ولو کثیرا فعلیہ دم سراجیہ او نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ
خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی
السراجیہ ولا یتقی ختانا وفصدا وحجامۃ وقلع ضرسہ وجبر کسر وحک رأسہ وبدنہ لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملۃ فان فی الواحدۃ یتصدق بشئی
وفی الثلث کفا من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی ڈاڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے
سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح
ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی
ولو نفلا او علا شرفا او ہبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب او جمعہا رکبان او مشاۃ وکذا لو لقی بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب کے
جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب
ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہو رکب بسکون ثانی جمع ہو راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہو او اسحرا ادخل
فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اذ التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہو جیسے اللہ اکبر کہنا
نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا
اسنانا صوتہ بہا بلا جہر کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعتہ داخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد
الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو
بنا بر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور
جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہو اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہو کہ داخل ہو
بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہو جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور یہ داخل ہونا ہر وقت جائز ہو اور دن کو مستحب ہو لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہو اور مستحب ہو کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے
(اللہم ہذا حرمک وامنک قلت وقولک الحق ومن دخلہ کان آمنا اللہم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک) کذا فی شرح المختار
والبرہان ولیس الغسل لدخولہا ہو للنظافۃ فیجب لحائض ونفساء اور مسنون ہو غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہو

نہ طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے **وحین شاہد البیت کبر ثلثا** ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ **وہلل** ثلا یقع نوع شرک اور جسوقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہے کعبہ سے یعنے ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الٰہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنے سوائے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابرؓ کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٔ قدیر) کذا فی المنح اور عطا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر یہ دعا فرمائی (اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب ادعیہ سے یہ دعا ضرورتر ہے کہ طلب جنت بلاحساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی رحنے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے (اللّٰہم زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی مین مروی ہے کہ عمر فاروقؓ جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللّٰہم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر **ثم ابتدأ بالطواف** لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہو جانے کا اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فاستقبل الحجر مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ واستلمہ** بکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمۂ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونون ہتھیلیون سے اور اُسکو چومے بدون آواز کے یعنے لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استیلام حجر یہ کہ دونون ہاتھ اُسپر رکھے اور اُسکو چومے سنن ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اُسپر رکھا اور دیر تک رویا کیے پھر جو التفات کیا تو عمرؓ کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمر یہان آنسوون کو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ مین مروی ہے کہ عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللّٰہم استلمت ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لنبیک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت) کذا فی شرح المختار وہل یسجد علیہ قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علمانے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبداللہ بن عباسؓ حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر **بلا ایذاء** لانہ سنۃ وترک الاذی واجب **فان لم یقدر یضع یدیہ ثم یقبلہما او احدہما** استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہان کے لوگون کو ڈھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہے اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونون ہاتھون کو اُسپر رکھے پھر ہاتھون کو چومے یا ایک کو اُسپر رکھے اور اُسکو چومے **وان لم یکنہ ذلک مس بالحجر شیئا فی یدہ ولو عصا ثم قبلہ** ای الشیٔ اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگاوے اگرچہ ہاتھ مین عصا ہو تو اُسکو لگاوے پھر اُس شی کو چومے **وان عجز عنہما** ای الاستلام والامساس **استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ** اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کیجانب سے اُسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیون کو حجر اسود پر رکھے پھر

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہاں کعبہ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت میں کذا فی النہر عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ولیس ہذا الطواف للافاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلے طواف کو طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے اہل مکہ کو

چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر واخذ الطائف عن یمینہ مما یلی الباب فیصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو ایسی صورت میں کعبہ طائف کے بائین طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجاے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجاے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللہم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللہم ہذا البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے اللہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقام ہو تو کہے (اللہم انی اسالک ایمانا لایزول ویقینا لاینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لاظل الاظلک واسقنی بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لااظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف میں ٹھہرنا ہو تو جس طواف میں رمل سنت ہے اسمین استیعاب انکا نہیں ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور

تابعین سے متفرق منقول ہیں علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدأ من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنے اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ میں مقیم ہے اور اگر وہاں سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتداے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل

شروعہ رداءہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز کاستقبالہ احتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب میں اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم میں چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرنے والا کشادگی اور رخنہ کے بیچ میں گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ہے تو یہ طواف جائز نہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے

یعنی استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہی نہ دلیل قطعی سے تو احتیاطا اسکو مقتضی ہی کہ طواف مین تو حطیم کو
داخل کیجیے اور نماز مین خارج وبہ قبر اسمعیل وہاجر اور حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہی **سبعة اشواط فقط** بیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومے اشواط
جمع ہی شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھومکر پہونچنا یہ ایک شوط ہی اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہی **فلو طاف ثامناً**
مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع ای لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف مالو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج سو اگر آٹھوان
شوط گھوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہ ہی کہ اُسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کردینے کے
یعنے اسواسطے کہ اُسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کرکے بخلاف اُسکے کہ اگر آٹھوان شوط کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اُسپر لازم
نہوگا اسواسطے کہ اُسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہی نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہوجاتا ہی
بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح عن البحر **واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت** اور معلوم کر کہ طواف
کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہی اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام
کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ہرچند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہی لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اُسکے
اندر طواف ہوتا ہی اُسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا مجملاً یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اُسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارون طرف
بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم اور چارون اماموں کے مصلے ہین پھر چارون طرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پھر
پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل
دو سبز منارے ہین جنمین سعی کرتے ہین اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمیناً تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہی جب حجر اسود
سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اُسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اُسکے بعد تیسرا کونا ہی جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر
چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہی جہان قربانی ہوتی ہی اُسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہین اُسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہی جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے سے مسائل
حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہی **ولو خرج منہ او من السعی الی جنازة او مکتوبة او تجدید وضوء ثم عاد بنی** اور اگر بدون سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑے
وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءة لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی مین جائز ہی کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر اور جائز ہی فتوی دینا
اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اُسکے دس گناہ مٹائے جاتے
ہین اور دس درجے اُسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہین کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما فی غیر الماثور فالقرآن افضل ظہیر الحج اور نووی شافعی کی منسک
مین یون ہی کہ ذکر منقول افضل ہی اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہی طواف مین تو اُسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو
مجرد ذکر اللہ معروف ہی اور مجکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراءة قرآن طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی واللہ اعلم **ورمل ای مشی بسرعة مع تقارب الخطی وہز کتفیہ فی الثلثة الاول استنانا فقط** اور رمل کرے یعنے جلد
چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلا کر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اس طرح اکڑنا فقط پہلے تین شوطون مین

مسنون ہی اور کتب احادیث مین ثابت ہی کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے
تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافرون پر رعب پڑے
پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا
پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ
اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اُسکو
چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہی اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹا دیا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اُس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے **فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی** اور اگر رمل کو شوط
اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر اُنھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون
مین رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہر اشرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہی یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہی
فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہی کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم **ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا** اور
اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اُسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین **من الحجر الی الحجر فی کل شوط** رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین **وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام** اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب
ہجوم کے نہ جا سکے تو عصا یا تلوار اُسمین لگاوے اور اُسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے **واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب**
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل یؤیدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہی امام اعظمؒ کے نزدیک بلا تقبیل یعنے
فقط اُسپر ہاتھ رکھے لیکن اُسکو نہ چومے اور محمدؒ نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اُسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمدؒ کے
قول کی تائید کرتے ہین اور سواے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبد اللہ بن عمرؓ سے
مروی ہی کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سواے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب**
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمے الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین
دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے
دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل اور ہاجر کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اُسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہی کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اُسی پتھر پر قدم رکھے ہوے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالے نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی (اللّٰہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی وتعلم ما عندی فاغفرلی ذنوبی) (اللّٰہم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی
ویقینا صادقا حتے اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضنی بقضائک) تو حق تعالے نے آدم پر وحی اُتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے

مانگی کہ مین نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اُسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اُسکی محتاجی
کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال لعلی المتقی وفتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیمؑ کے سوا اور کہین مسجد الحرام مین دوگانہ طواف کا پڑھے اگر وہان
جگہ نپاوے کذا فی البرہان وہل تعیین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمین دو قول ہین طحطاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے
کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم وشرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چپٹے اسطرحپر کہ اپنا سینہ اور پیٹ
اور داہنا رخسارہ اُسمین لگاوے اور دونون ہاتھون کو سر کے اوپر کھڑا کر کے دیوار مین چپٹاوے اور زمزم کا پانی پیے اور یہ دعا پڑھے (اللہم انی
اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) ہکذا فی فتح القدیر دعا وان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا
ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی
کے دن فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال در پیش ہین اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے
اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا ندبا اور حجر اسود کا استلام کرے
اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان) کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت
وکبر وہلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع خانیہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر
کہے اور کلمۂ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ہم سنن ابوداؤد مین جابرؓ سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا
چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حقتعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شئ قدیر لا الٰہ
الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان مین دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا لحتمۃ العبادۃ بما شاء
لان محمدا لم یعین شیئا لانہ یذہب برقۃ القلب وان تبرک بالماثور فحسن اور دونون ہاتھ اُٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیان کر کے چنانچہ پنجگانہ نماز کے بعد
معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد رحہ نے مناسک حج مین کوئی دعاء خاص معین نہین کی اسلیے
کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگون کے
حق مین ادعیہ منقولہ بہتر ہین چنانچہ مترجم نے کچھ دعائین ذکر کی ہین اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت مین نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللہم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لاتدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا
کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبدالحق کی شرح سفر السعادۃ مین موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمرؓ کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللہم انک قلت ادعونی
استجب لکم وانک لاتخلف المیعاد وانا اسئالک کما ہدیتنی للاسلام ان لاتنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین
المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اُتر کے مروہ کیطرف چلے اُن دونون سبز میناروں کے درمیان جھپٹکر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار مین تراشے ہوے
ہین ہم جب صفا سے اُترے تو یہ دعا پڑھے (اللہم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب
دو سبز میناروں مین سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کذا فی
الفتح اور سفر السعادت مین دعاے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعلہ
علی الصفا یفعل ہکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور وہی کرے جو صفا پر کر چکا اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح
ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا
کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروة من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون
پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام
مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز
فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے
جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرانا
عمرہ سے یہ صحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوة نافلة للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ
کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے دنی البحر عن
تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ فضلیت صلوة مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ اسواسطے ایام حج
مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے ہر طرح طحطاوی اور ابن حبان
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کردیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوا خیر کے
نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنة
وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوة الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے
پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا
اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہانسے پھرنا لوگون کو سکھادے م حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا
عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب
خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوی
فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہے حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس م اقامت
مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللہم ایاک ارجو وایاک ادعو والیک ارغب اللہم

بلغنی صالح عمل وصلح فی ذریتی) پھر جب منا مین داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللّٰھم ہذا منی وہذا ما دللتنا علیہ من المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما مننت بہ علے
ابراہیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما مننت بہ علے اہل طاعتک فانی عبدک وناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا مین مستحب یہ ہو کہ مسجد الخیف کے پاس
اُترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس راح الے عرفات علے طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی
سنت ہی اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللّٰھم الیک توجہت وعلیک توکلت ووجہک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی
ولاتخیبنی واقض بعرفات حاجتی انک علے کل شئے قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پر پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے
تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات مین داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلھا موقف الا بطن عُرنۃ
بفتح الراء وضمھا وادمن الحرم غربی مسجد عرنۃ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہی مگر بطن عُرنہ مین ٹھہرنا جائز نہین عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی
اُسکو جائز ہی نام جنگل ہی حرم مین مسجد عرنہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل مین ہی فبعد الزوال قبل صلوۃ الظہر خطب الامام فی المسجد
خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد مین دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنے جیسے خطبۂ جمعہ مین امام درمیان
دو خطبون کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی آمین بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ مین امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہو ویسا ہی یہان بھی اذان
کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیھا المناسک وبعد الخطبۃ صلے بھم الظہر والعصر باذان واقامتین وقرأ سریۃ ولم یصل بینھما
شیئا علی المذہب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظہر اور امام اس خطبہ مین احکام حج کے تعلیم کرے یعنے وقوف عرفات اور مزدلفہ اور
وہان سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگون کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان
اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہی تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان مین کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا برمذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے
کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہی وشرط الصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم اونائبہ والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیھما
الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر مشروط ہین امام اعظمؒ کے نزدیک ایک شرط یہ ہی کہ بادشاہ ہو یا اُسکا نائب چنانچہ قاضی اور
اگر بادشاہ یا اُسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھین بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہی کہ حج کا احرام ہو دونون نمازون مین تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہین اسواسطے کہ دونون نمازون مین حج کا احرام مشروط ہی اور اسیطرح اگر بدون احرام کے
دونون نمازون کو جمع کریگا تو بھی جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدھما فلو صلے الظہر وحدہ لم یصل العصر مع الامام تو جائز نہین
عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اُس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اُسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت
پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلے الظہر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر
اُسنے حج کا احرام باندھا تو اُسکو عصر کا پڑھنا جائز نہین مگر عصر کے وقت مین نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہی وقالا
لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہین صحت عصر کے واسطے مگر احرام
یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہی امام کا ہونا شرط نہین اور یہی مذہب ہی تینون امامون کا اور یہی قول ظاہر تر ہی باعتبار دلیل کے
کذا فی شرنبلالی عن البرہان مع برہان مین کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہی کہ عرفات مین جمع بین الصلوتین اسواسطے ہی کہ امتداد وقوف غروب تک واجب ہی اور
موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہی صفون کا وہان برابر ہونا ممکن نہین تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہان سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا ہی

ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت میں منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونوں برابر ہیں **ثم ذہب الی الموقف بغسل سن**
ووقف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان میں جاوے
غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس قبلہ رو ہو کر جم
یہیں کھڑا ہونا سنت ہے اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں سو بے اصل ہے **والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط**
ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور
وہاں کے ٹھہرنے میں نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف میں بیٹھا رہیگا حج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہے کہ وہاں کا ہونا شرط ہے جس
کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب
کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہیں کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی المنح **ودعا جہرا بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ**
سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہریں متصل اُسکے رو بقبلہ ہو کر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے ہم امام مالک نے موطا میں حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کی وہ یہ ہے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئے قدیر) توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا در حقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی
صورت سوال ہے علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتوں کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن میں جو اپنے کان اور
آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزاز وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس رضی سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونوں ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللّٰہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللہم انی اعوذ بک من عذاب
القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجیٔ بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک
شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسالک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب الذلیل
وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما
یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبروں کی دعا عرفات میں یہ ہے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علے کل شئ قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی
بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من شر ما
یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروز آبادی اور اختیار شرح مختار میں ہے
کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث ثابت ہیں تو لائق یہ ہے کہ دعا میں بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو
کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ میں لکھکر پڑھے اور مستحب ہے کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا
کرے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیے ویمیت بیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ

واللّٰہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین والسموات ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات نسالک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینا اہل الدنیا اسالک ان توفقنی لما افترضت علی وتعیننی علی طاعتک وادا رحقک وقضاء المناسک التی اریتہا ابراہیم خلیلک ودللت محمداً حبیبک اللھم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رافۃ وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا لدیک فاقض حاجتی واغفر لی ذنبی ولا تجعلنی من اخیب عندک قد قلت وانک لاتخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی واعتقنی من النار واغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات برحمتک یا ارحم الراحمین) الغرض اُس دن اور اُس مکان مقدس مین کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہی صدق دل سے جو یہان مانگے سو پاوے قسمت والون کو یہ دولت نصیب ہوتی ہی الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنے در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر اور اپنے کرم سے حج مبرور عنایت فرما آمین وہو من مواضع الاجابۃ وہی بمکۃ خمسۃ عشر نظمہا صاحب النہر فقال ؎ دعاء البرایا یستجاب بکعبۃ ٭ وملتزم والموقفین کذا الحجر ٭ طواف وسعی ومروتین وزمزم ٭ مقام ومیزاب جمارک تعتبر ٭ اور موقف عرفات ان مکانات سے ہی جہان دعا قبول ہوتی ہی اور مواضع اجابت دعا کے مکۂ معظمہ مین پندرہ ہین جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتون مین نظم کیا ہی سو یون کہا ہی کہ دعا خلق کی مقبول ہوتی ہی کعبہ مین یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم مین اور موقف عرفات مین اور موقف مزدلفہ مین اور حجر اسود کے پاس اور طواف مین اور سعی کرنے مین اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالہ کے نیچے اور تینون جمار کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے نظم مین یہ نہین مذکور کیا کہ ان مواضع مین کون وقت دعا مقبول ہوتی ہی لیکن حاشیۂ دلائل الاسرار مین مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یون تقریر ہی کہ بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونون ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہی اور ملتزم مین آدھی رات کو اور موقف عرفات مین آفتاب غروب ہونے کے وقت اور موقف مزدلفہ مین آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف مین ہر وقت بلا قید دعا قبول ہی اور سعی مین اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہی اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہی جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کذا فی المنح زاد فی اللباب وعند رویۃ الکعبۃ وعند السدرۃ والرکن الیمانی و فی الحجر وفی منی فی نصف لیلۃ البدر اور رطرابلسی نے لباب المناسک مین چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہین یعنے کعبہ نظر آنے کے وقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم مین اور منا مین اور ذی الحجہ کی چودھوین رات کے نصف مین منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ مین نے کسی کتاب مین اس درخت کا محل نہین دیکھا کہ وہ کسی مقام پر ہی واذا غربت الشمس اتی علی طریق المازمین مزدلفۃ وحدہا من مازمی عرفۃ الی مازمی محسر اور جب عرفات مین آفتاب غروب ہو تو وہان سے مزدلفہ مین آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہی محسر کی مازمین تک مازمین بصیغۂ تثنیہ تنگ راہ ہی مزدلفہ اور عرفات کے درمیان مین اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان مین ہی کذا فی القاموس اور حاشیۂ دلائل الامرار مین حکام ورکی سے منقول ہی کہ مازمین ایک پہاڑ ہی عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہی کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین کی راہ سے آوے ویستحب ان یاتیہا ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہ ہی کہ مزدلفہ مین پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ اس راہ مین کثرت استغفار کی لائق ہی کہ حق تعالی نے فرمایا (ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم) یعنے رجوع کرو جہان سے لوگ رجوع کرتے ہین اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہی والمزدلفۃ کلہا موقف الا وادی محسر وہو واد بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او ببطن عرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہی سوائے محسر کے اور محسر ایک

نالہ ہو منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر یگا تو جائز نہو گا بقول مشہور م صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہی کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید سین مکسور اُس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل غارت ہوے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوے لہذا اُسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی **ونزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیة والعدل من قازح بمعنے مرتفع** اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اُترے قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنے معدول ہی قازح سے جسکے معنی اونچا **والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقدة قیل کانون آدم** اور قول صحیح تر یہ ہی کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہی کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہی م قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہی **وصلی العشائین باذان واقامة لان العشاء فی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام** اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین م یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دو بار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارده واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ **ولو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوة امامک** اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہی م صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پھر حضرتؐ سوار ہوے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہو گی **فتوقتا بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلة النحر والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتصلح لغزا من وجوہ** تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہمنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلة النحر عشا کے وقت مخصوص ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیتان اور پہیلی کے لائق ہی چند وجوہ سے یعنے یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض نماز ہی جسمین نہ اذان ہی نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہی جو بے وقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی سوال کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی اور ایسے ہی عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہی جو اپنے وقت پر

پڑھی گئی پھر صبح صادق ہوگئی سوال کون نماز ہی جسکا پڑھنا ایک خاص مکان مین واجب ہی جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہی مالم یطلع الفجر فیعود الی
الجواز وہذا اذالم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خافہ صلاہما راہ کی نماز کا اعادہ اُسوقت تک ہی جب تک صبح صادق نمود نہین ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز
جائز ہوجاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت مین سواب باقی نرہا اور یہ یعنے مغرب اور عشا کا
راہ مین نہ پڑھنا اُسوقت تک ہی جب تک طلوع فجر کا خوف نہو راہ مین سواگر خوف ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑھ لے اسواسطے کہ اگر راہ مین
نہ پڑھیگا تو قضا ہوجاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلے المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعدہا حتے طہر الفجر
عاد العشاء الے الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ مین تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا
کا اعادہ نکیا یہان تک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہوجاویگی چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد پانچ
وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اُسکو یاد ہی تو پانچون نماز ین جائز نہین پھر اگر اُسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازین صحیح ہوگئین کذا فی المنح عن البحر
عن الظہیریۃ وینوی المغرب اداء ولترک سنتہا اور مزدلفہ مین عشا کے وقت اداے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنابر قول
صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات
لیلۃ القدر سے شریف تر ہی چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہی م نہر الفائق کا یہ مضمون ہی کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہی
یا نہین اور میرا میلان خاطر اسی طرف تھا پھر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہی طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی
ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہی تو مناسب ہی کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ
مین منحصر نہین بلکہ اشرفیت اُسکی اسوجہ سے ہی کہ اُسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان
عشر ذوی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہی صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصًا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہین
رمضان کے عشرۂ اخیرہ سے م صحیح بخاری وغیرہ مین عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین
عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہون ان دنون سے یعنے عشرہ ذی الحج سے اور طبرانی مین یون ہی کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب
تر ہی سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے
اندھیرے مین یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا
کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لاشیئ علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہی طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان
گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اُسپر کوئی چیز لازم نہین وکبر وہلل
ولبی وصلے علی المصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر درود
پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہی سنت ہی چنانچہ حدیث جابر مین مصرح ہی اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ یون دعا کرے اللّٰہم انت خیر
مطلوب وخیر مرغوب الیہ الٰہی لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقرئی فی ہذا المقام ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی تجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین
من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علے الرزق الحلال اللہم لاتجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدًا ما احییتنی برحمتک یا ارحم الراحمین
واذا اسفر جدا اتی منی مہللا مصلیًا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ حجر لانہ موقف النصاریٰ اور جب خوب روز روشن ہوجاوے تو منا کی طرف
چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہی کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریۃ

پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہی یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہی
غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مستون ہے
طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہی اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہی ورمی جمرۃ العقبۃ من
بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعًا خذفًا بعجمتین ای بروس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان
انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہی کہ بخلاف سنت ہی جمرہ مفرد ہی اور جمع اسکی جمار ہی اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو
کہتے ہین اور منا مین جمار اُن تین مکانون کا نام ہی جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہی اور دوسرا جمرہ وسطی
اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخا معجمہ و ذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذف یہ ہی کہ
ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہی اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہی اور اسطرح پھینکنا اور
مارنا سنت کا بیان ہی ور نہ جس طرح سے ماریگا جائز ہی کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر
جمرہ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اُسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان
مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون
بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہی کذا فی
المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد
یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہی اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اُسکو حساب مین نہ لاوے دوسری
مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہی اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہی کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع کل منہا اور
اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغمًا للشیطان وحزبہ) فتح القدیر مین ہی کہ یہ
حسن بن زیاد کی روایت ہی وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہان تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع
جاز لا لو رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہی اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین
سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہی نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین
والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفًا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہی مارنا ہر ایک اُس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہی
جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہی اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو
کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہی لا یجوز بخشب وعنبر ولولو کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانت وقیل یجوز جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور
عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہی نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان
شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہی کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہی کہ جواہرات سے مارنا جائز ہی مناسک طرابلسی مین ہی کہ یاقوت
سے مارنا جائز ہی کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمے نثارًا لا رمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ

بالبعرخلاف المذہب اور جائز نہین مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا
بھی جائز نہین اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق کے فن مین جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہے سو مذہب کے
مخالف ہو کہ اگرچہ اُسمین اہانت ہو لیکن جنس ارض سے نہین ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ لحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ
ہو کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان وہان پڑی رہتی ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول
ہوتا ہو اُسکی کنکریان اُٹھوائی جاتی ہین م یہ جو بعضے کتب اور مناسک مین مذکور ہو کہ کنکریان مزدلفہ سے لاوے یا اُس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے
درمیان ہو سو یہ سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اُٹھائے مگر جمرات کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہو کہ مین نے ابن عباس رضہ سے
سوال کیا کہ کیا سبب ہو اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان پھینکتے ہین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہو گئے جو آسمان کے کنارے کو
بند کر لیتے تو ابن عباس رض نے جواب مین کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہو اُسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اُسکی پڑی رہتی ہین
راوی نے کہا جب مین نے ابن عباس رض سے سُنا تو اپنی کنکریون پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر مین نے اُنکو تلاش کیا تو اُنکو نپایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ
ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا اوان یرمی بمتنجسۃ بیقین اور یہ مکروہ ہو کہ ایک پتھر کو اُٹھاوے پھر اُسکو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریان بناوے
چنانچہ اکثر عوام کرتے ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہو اُس سے مارنا بھی مکروہ ہو م کنکری کی مقدار مین اختلاف ہو اور مختار یہ ہو کہ بقدر باقلا ہو اور اگر
بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہو اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہو سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر مین اور منا کے تین دنون مین ہر دن تینون جمرات کو
سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دھونا مستحب کہا ہو تا کہ بالیقین طہارت معلوم ہو جاے کذا فی الاختیار ووقتہ من
الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے ہو گیارھوین فجر تک اور مسنون وقت
طلوع آفتاب سے ہو دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہو زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہو غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ
ہو کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہین افضل ہو
قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہو ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالون کو کترے اس طرح پر کہ ہر بال سے
انگلی کے پور کے برابر لے بنابر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالون کا مستحب ہو اور چوتھائی سر کے بالون کو کترنا واجب ہو ویجب اجراء الموسی علی راس الاقرع
ان امکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اُسکے سر پر واجب ہو جسکے سر پر بال نہ جمے ہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہون اور استرہ نہ پھر سکے تو اس صورت مین استرہ پھرنا ساقط
ہو ومتی تعذر احدہما بعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہو سو اگر
بالون کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنے کترانے اور منڈانے مین اُسوقت تک اختیار ہو جبتک دونون ممکن ہون اور جب ایک نہو سکیگا
تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر م یہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہو وحلقہ الکل افضل اور مُنڈانا تمام سر کا افضل ہو اسواسطے کہ سنت ہو
اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہو اور کترانے سے منڈانا افضل ہو اسواسطے کہ صحیحین مین ثابت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر
منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کتروانے والون کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کتروانے والون پر رحم کر
ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالون کو چونہ لگا کر دور کرے یا اُکھاڑ ڈالے تو جائز ہو م سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہو (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا
اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین
یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضے عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہو کہ بالون کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہو کذا فی فتح القدیر وحل
لہ کل شئ الا النساء قیل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین
ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہو کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین مذکور ہو صاحب بحر نے اُسکو ضعیف کہا ہو اور
ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اُسکی تضعیف کی ہو امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہو کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہو طحاوی
اور دار قطنی کی اس حدیث سے (عن عایشۃؓ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء) یعنے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوائے عورتون کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہو بدلیل
حدیث ابو داؤد و ابن ماجۃ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارت کرے ایام
نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہو سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف
کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہو ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ
بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر
اس طواف سے پہلے سعی کرچکا ہو اور اگر نہ کرچکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارۃ اول وقتہ
بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہی
قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہو اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہو آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل
لہ النساء بالحلق السابق حتے لو طاف قبل الحلق لم یحل لہ شئ فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اُسپر عورتین
حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہان تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اُسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا
تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہو نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا مین ظاہر نہین
ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاء مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہو کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب
دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیادۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہو اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین داخل ہین اور تاخیر سے
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علے اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے
تاخیر سے ذبح لازم ہونا اُسوقت ہو جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے سو اگر
طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اُسنے نہ کیا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اُسپر
ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی
سنت ہو منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہو کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا مما یلی مسجد الخیف
اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اُس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہو یہی مسنون
ہو اور اُسکو جمرہ اولے کہتے ہین خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہو لہذا اُسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم بما یلیہ
الوسطی پھر اُس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہو جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہین جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین ۳۰۵ ہاتھ کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبة سبعاً سبعاً وكبر بكل حصاة پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے تینون جمار کو سات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین
اور ان دونون کے درمیان مین ۴۸۰ ہاتھ کا فاصلہ ہے اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کر سکے تو اسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی و
رمی جمار مین یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہین کذا فی النہر ووقف حامداً مہللاً مکبراً مصلیاً قدر قراءۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث
لا بعد رمی یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور قہستانی
مین مضمرات سے مروی ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنے جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرے کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہیے تینون دنون مین اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے
رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلیے کہ اسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنے سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا
لنفسہ وغیرہ رافعاً کفیہ نحو السماء والقبلة اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہے یہ قول
ہے ابو یوسف کا یا دعا کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غداً کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وہو
احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا منا مین
مستحب ہے وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی طلوع
ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک اسواسطے کہ اس
دن مین رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی وله النفر من منى قبل طلوع فجر الرابع لا بعده لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے
قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ
راکباً ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیاً افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبة لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ واطلق فضلیۃ المشی فی الظہیریۃ ورجحہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہے لیکن جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین پیدل فضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنے جمرۃ العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اسکی رمی
کرنے کے بعد پھرتا ہے اور سوار ہونے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقاً بیان کی ہے
یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے
قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا تھا
سوار ہو کر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ بفتحتین متاعہ وخدمہ الی مکة واقام بمنى او ذہب لعرفة کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ
خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر
اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین اور
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ یعنے عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جسمین
دل کو کھٹکا رہے کہ اسمین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکة نزل استناناً ولو ساعة بالمحصب بضم ففتحتین الابطح ولیست المقبرۃ منه جب چاہے منا سے

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہی کہ اول محصب مین اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثانی وثالث وتشدید اُس مکان کا نام ہی جو
مکہ اور منا کے درمیان مین ہی اُسمین پتھریان کثرت سے ہین اُسکو ابطح وبطحا اور حصابھی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہی محصب مین داخل نہین ہم
محصب مین اوترنا سنت ہی ادنے رتبہ یہ ہی کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلے رتبہ یہ ہی کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہین پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے
کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری مین انس رض سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہوکر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رح نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت مؤکدہ نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت مؤکدہ ہی اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلیے
کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے
یعنے محصب مین کذا فی البرہان **ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعة اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکة ومن فی حکمہ**
فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہی مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو اُنپر طواف
الوداع واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہی جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہی مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہی ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان **ثم النیة للطواف شرط فلو طاف ہاربا او طالبا لم یجز** پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہی سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہوگا **لکن یکفیہ اصلہا فلو طاف**
بعد ارادة السفر ونوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیة التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت کرتی ہی یعنی طواف کی
نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہوجائیگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہوجاویگا یعنی طواف الزیارة **ثم بعد رکعتیہ شرب من ماء زمزم** پھر طواف الوداع
کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دار قطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور
یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہی اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہی کہ زمزم کے پاس آوے اور
خود پانی نکالے اور روبقبلہ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اُٹھاکر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منھ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہی اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبد اللہ
ابن عباس رض زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللہم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء)[1] کذا فی فتح القدیر **وقبل العتبة تعظیما للکعبة ووضع**
صدرہ ووجہہ علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعة کالمستشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا
سینہ اور منھ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہی تو
اُسکا کپڑا پکڑتا ہی ملتزم اُس مکان کا نام ہی جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان مین ہی چار ہاتھ کی اُسکی مسافت ہی جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر یہ کہے
(السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک)[2] اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیة الطحطاوی **ولو لم ینلہا یضع یدیہ علی راسہ مبسوطتین**
علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتہدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کرکے دیوار پر

[1] الٰہی مین سوال کرتا ہون تجھ سے علم نفع دینے والا اور رزق فراخ اور شفا ہر بیماری سے

[2] سائل تیرے دروازہ پر سوال کرتا ہی تجھ سے تیرے فضل اور مغفرت کو اور توقع کرتا ہی تیری رحمت کی

لگاوے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹاوے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور رووے یا رونے کی صورت بناوے ھم کافی مین ہو کہ انپا رخسار دیوار سے
لگاوے اور فتاوی قاضی خان مین ہو کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط مین ہو کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریہ
ویمشی القہقری ای الی خلف حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پھرے اُلٹے پانون روتا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا
یہان تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ھم رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہو (اللّٰہم ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعلمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود
الیہ حتے ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وہو الیسیر
من الزمن وہو المحمل عند اطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شئ علیہ بترکہ اور ساقط ہو طواف القدوم اُس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف
کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہو یعنے اندک زمانہ اور
یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہو فقہا کے کلام مین نہ ساعت نجومی ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومہا ای عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر
او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا لو اہل عنہ رفیقہ وکذا غیر رفیقہ فتح بہ ای بالحج مع احرامہ عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی بافعال الحج جاز او
جو ٹھہرا عرفات مین یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہو کر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کی حالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسی طرح اگر
بیہوش کی طرف سے اُسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا بشرطا اسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا
پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب سونے والا جاگا یا بیہوش ہوش مین آیا اور اُسنے
حج کے افعال ادا کیے تو اُسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے ظاہر ہوگیا کہ اسکی عاجزی فقط احرام مین تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اُسکے امر کے نیابت
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء بعد احرامہ طیف بہ المناسک وان احرموا عنہ اکتفی بمباشرتہم ور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام
باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اُسکو گھمانا چاہیے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کرچکا ہو تو تمام افعال حج کا وہی
فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اُسکے رفیقون نے اسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقون کی مباشرت افعال حج کافی ہو بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا
ضرور نہین ولم ار ما لو جن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح کہتا ہو مین نے نہین دیکھا کسی کتاب فقہ مین حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندھنے
کے مجنون ہوگیا پھر رفیقون نے اسکی طرف سے احرام باندھا اور اُسکو مناسک حج مین گھمایا اور کلام فتح القدیر کا مفید ہو کہ اسیطرح کا حج بھی جائز ہو اسواسطے کہ بیہوش
اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ھم شارح نے صریحا نہ کہا کہ یہ حج جائز ہو اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہو نہ مجنون کا او جہل انہا عرفۃ
صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات مین ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہو تو حج اُسکا صحیح ہو اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہو وہان کا ہونا نیت
وقوف کی کرنا شرط نہین سو وہان کا ہونا چلنے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہو ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات
مین نہ ٹھہرا اسیطرح اُسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہو ھم قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ
من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہو جو شخص کہ عرفات مین ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اُسکا حج پورا ہوا اس
حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہو اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہو کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی واجبہ
نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جبکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو
سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر ذبح کرنا واجب نہین والمرأۃ فیما مر کالرجل لعموم الخطاب ما لم یقم

دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع
برابر ہی جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا الارأسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اُسکے چہرہ مین ہی نہ اُسکے سر مین
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اُسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ
کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے و لہذا برقع ڈالنا مکروہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بنالیتی ہین عورت اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی
اور کپڑا اُسپر ڈال لیتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب
وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنے چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد
نکالتا ہی اور دونون منارون کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو ڈاڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پور کی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور یعنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے
رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب ازدحام
ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ
مین بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سواے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شئ علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور
عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے
پاک ہو لی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ
النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی
کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی
منہما ومن الغنم کما یجئ اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور پھر بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا اور ہدی وہ جانور ہی جو کہ معظمہ مین جاکر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ
معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے
آیا اور مین عقیق مین تھا سو اُسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے ثم لفظ وانا بالعقیق
اور معا حدیث مین داخل نہین طحطاوی نے ام سلمہ رضہ سے یون روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت

باب القران

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج مین ملاکر یعنے دونون کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری مین عمر فاروق سے یون روایت ہے (سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وہو بعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ) اور صحیحین مین انس سے روایت ہے (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ) کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج مین داخل کر لیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قارن ہو گیا ہم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملاوین تاکہ انکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین ۲۰ سے زیادہ ہین یون مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا معًا تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اُسمین داخل کر لیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہو گئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن اُنکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن اُنکے ساتھ ہدی نہ تھی اُنکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالین یعنی عمرہ کرکے احرام اُتارین پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام باندھین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر نرا حج نرے عمرے سے افضل ہے **وہو القران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ لحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علے الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم** اور قران لغت عرب مین دو چیز ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکار کے کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھی حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنے یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اُسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اُسکے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت مین ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا** حج اور عمرے کا معًا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی نہ مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینون مین دونون کا احرام باندھے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے **ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ مجتبے بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی** اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا مین حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہون سو انکو مجھپر آسان کر دے اور اُنکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام مین یا تو منصوب ہے یُہل پر عطف ہو کر اس صورت مین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبے **ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل** اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل مین یعنے قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر مین بھی عمرے کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہے **وطاف للعمرۃ اولا وجوبا حتے لو نواہ للحج لا یقع الا لہا** اور قران کرنے والا

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعۃ اشواط یرمل فی الثلثۃ الاول ویسعی بلا حلق عمرے کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے
بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو
احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی
تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضۃ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین لھما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی سعی مین سات
شوط کیے تو جائز ہے اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وھو دم
شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور
یہ قربانی اداے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھاوے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ
ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے م قرآن مجید مین ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ
ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ) یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین روزے رکھے
حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہ پورے دس روزے مین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور درصورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اخرھا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر رہنے کے اصل پر یعنی شاید
عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام ایام حجۃ فرضا او واجبا او ہو بعض ایام التشریق این شاء لکن ایام التشریق لا یجزیہ لقولہ تعالی
وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فعم من وطنہ منی واتخذھا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا
اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا
وطن ہے یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثۃ تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوئے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت
حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہو گئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ واگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم درصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہو گئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہو گیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہی اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بمجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہین ہوتا قول صحیح مین کذا فی النہر فلو

آتی باربعۃ اشواط ولو بقصد القدوم او التطوع لم یبطل وتمہا یوم النحر والاصل ان الماتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح لہ یتصرف للتلبس بہ سو اگر

قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہو گا اور عمرے کو پورا کرے

یوم النحر مین یعنے باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہی کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اسکی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہو رہا ہی ایسے وقت مین

کہ اُسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہی ہم جنس مشغولی کے فعل سے بیان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے

حاصل ہوے لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجالست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگئی وقضیت بشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے بسبب

شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کردیتا ہی عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے

وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من المتاع او المتعۃ یہ باب ہی تمتع کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہی یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہی یا نفع پہونچانے کے وشرعا ان

یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہ ہی کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاوین حج کے مہینون مین

سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فتح قال المصنف فلتغیر

النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص

متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہو مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح

منح الغفار مین تصریح کی ہی کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہی کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر حج مین کرنا مشروط ہی حالانکہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ

اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہی کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے

احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہی کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا عین اشہر حج مین لہذا

ہمنے یہی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہو چکا ام طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف

اور سعی سے عبارت ہی پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف مین مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے ہم منڈانا یا کترانا

تمتع مین شرط نہین متمتع کو اختیار ہی چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہوجاوے کہ عمرہ تمام ہوگیا کذا فی النہر ویقطع

التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین

خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الماما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین

وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہی کہ اپنے اہل مین آوے الماما غیر صحیح کر الماما غیر صحیح اُسکو کہتے ہین

کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہی وہ احرام نہین اُتار سکتا ذی الحج کی آٹھوین تاریخ

سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اُسکو حرم مین پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہی اور الماما صحیح

یہ ہی کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کالمفرد ولکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی

بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہی اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ مین رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف
الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہی ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہو وطم
تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہین ہو سکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہین اور یہ ذبح واجب ہی فان عجز عن دم صام کالقران پھر اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنے تین روزے ایام حج مین اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلاثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہی تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے
مہینون مین اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہین اور تاخیر کرنا صوم مین عرفہ کے دن تک افضل ہی ہدی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قران مین گذرا وان
اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق ہدیہ معہ اور اگر ممتنع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیچلنے کا اور یہ افضل ہی اُس تمتع سے جسمین ہدی ساتھ نہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہی تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیچلے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہی لیکن افضل نہین وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیچلنا بہتر ہی اُسکے کھینچ لیچلنے سے مگر جبکہ ہانکنا
مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اُسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے مین ڈالے اپنے اونٹ یا گاے کے اور
پٹا ڈالنا افضل ہی جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کے واسطے بھی ہوتی ہی بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہی تقلید یہ کہ جانور کے
گلے مین پٹا ڈالے یا جوتی اُسمین باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہین بلکہ حرم کو جاتا ہی وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ اما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہی اشعار یہ ہی کہ اونٹ کے کوہان کو بائین یا داہنے
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہی کہ ہر شخص اسکو خوب نہین کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہی سو جو شخص کہ شعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ ایسا اشعار مستحب ہی کذا فی الطحطاوی م محث احرام مین مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا
اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہین کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہی واعتمر ولا یتحلل منہا حتے ینحر ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ
کرنے سے احرام نہ اُتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہی احرام اُتارنے سے نحر تک پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اُس متمتع کے بیان مین
جسنے ہدی کو نہین ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر مین اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونون
احرام سے یعنی حج اور عمرے کو دونون احرام حلق کے بعد موقوف ہوے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم مین ہی یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہی وہ تنہا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ
حق تعالی نے فرمایا (ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام) یعنے وہ تمتع اُس شخص کے واسطے ہی جسکے اہل وعیال مسجد الحرام مین حاضر نہین ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہی اور اُسنے بُرا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہی اور اُسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگرچہ محتاجی سے ذبح نکر سکے م ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ کتب فقہ مین جو یہ مذکور ہی کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی
نفی ہی نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الے بلدہ وحلق فقد الم الماماً صحیحاً فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے
ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اُسنے المام صحیح کیا تمتع اُسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر تمتع
ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے مین اُسکو اختیار ہی اور اگر بعد اس عمرے کے اُس سال حج نہ کرے تو بھی
کچھ مواخذہ نہین اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہین تو تمتع اُسکا باطل نہین مانند قارن کے

ع
بلکہ دونوں [illegible]
احادیث صحیحہ [illegible]
[illegible] ۱۲

یعنے جیسے قارن کے عود سے قران باطل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لہا اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو
طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبارا للاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا
کردیا حج کے مہینون مین تو اُسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر
حج مین کیے تو تمتع صحیح نہین بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای آفاقی حل من عمرتہ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ ای غیر بلدہ
وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج مین عمرہ کر کے احرام اُتارا اور مکہ مین رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے
مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اُسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اُسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا ورجع من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا
وحج لا یکون متمتعا لانہ کالمکی اور اگر اشہر حج مین عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا
نزدیک امام رح کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنے اُسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملگیا تو
متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اُسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باہلہ ثم رجع واتی بہما لانہ سفر آخر ولا یضر کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مگر جبکہ بعد فاسد
کر ڈالنے عمرے کے اپنے گھر چلا گیا پھر گھر سے مکہ مین احرام باندھ کر پلٹ آیا اور عمرے اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پہونچا تو
سفر اول ہوچکا پھر جب دوبارہ مکہ مین آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہے اُس عمرے کی جسکو فاسد کرچکا و
ای النسکین افسدہ اتمتع اتمہ بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون مین سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اُسکو تمام کرے اسواسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال
مخصوصہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اُسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین وہ متنفع نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اُسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام او الحرام یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع مین جنایت حرام فعل کا نام ہے
اور یہان یعنی کتاب الحج مین جنایت اُس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب بہا دمان او دم او صوم او صدقۃ
ففصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو اُنھین امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی
محرم بالغ فلا شئ علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیجب علی نائم غطی راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی رح
کے اگر بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اُسکی بے اختیاری مین جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اُس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم
اختیار مین گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوا کاملا ولو فما باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوا لو جمع یعنے ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی
پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ مُنھ خوشبودار ہوگیا ہے بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی ہے قدر کہ اگر سب کو جمع کیجیے
تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہوا اور نہین تو ہر خوشبو کا
کفارہ جدا ہے یعنے اگر ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح
ولم یزلہ لزمہ دم آخر لترکہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اُسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے
واما الثوب المطیب اکثرہ فیشترط للزوم الدم دوام لبسہ یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے مین یہ شرط ہے کہ دن بھر اُسکو پہنے رہے
او خضب راسہ بحناء رقیق اما المتلبد ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی مین پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی کو سر پر لگادیا تو اُسمین
دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھوپے

کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ اخیار طیب یعنی منہدی خوشبو ہی چونکہ منہدی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اُسکو بھی
ذکر کردیا کذا فی النہر او ادہن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل
بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب
اور بیلا اور چمیلی کے انہین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہوجاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ اُنکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا حل
بفتح حاے مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہی یعنے تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور روغن سمسم بھی کہتے ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے
مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکلہ او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لایجب
دم ولا صدقۃ اتفاقاً تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اُس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے
دونون کانون مین ٹپکایا تو اُسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء
بالاستعمال و علے وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ اُنکے استعمال سے جزا لازم
آتی ہی اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی طعام
قد طبخ فلا شئ فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوباً کرہ اکلہ کشم طیب و تفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے
مین خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہی تو اُسکا کھانا مکروہ ہی
اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہی مگر جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الایچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کھانے مین مخلوط ہوجاوے تو اُسکو کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطاً لبساً معتاداً فلو اتزر بہ او وضعہ علے کتفیہ لا شئ علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا
اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہی تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈھون پر رکھا تو کوئی جزا اُسپر واجب
نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو حمل اجانۃ او عدل فلا شئ علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تغار یا گٹھری اُٹھانے سے تو کوئی جزا اُسپر واجب نہین یوماً کاملاً او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح
کرنا اُسپر واجب ہی اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان تعدد لیلاً ادامہ
نہاراً او لو جمیع ما یلبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہی ویسے دس دن مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو
اُتار ڈالتا ہو اور دن مین پھر اُسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اُسنے پہنی ہو یعنے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہی ما لم یعزم علی الترک للبسہ
عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اُسوقت تک برابر ہی جب تک محرم نے لباس
اُتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اُتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کرچکا اور پھر اُسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا
ارادہ کریگا اُتنی بار ذبح کرنا اُسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اُسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوماً فاراق دماً للبسہ ثم دام علے
لبسہ یوماً آخر فعلیہ الجزاء ایضاً لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اُسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اُسنے پہننے کی جزا مین ذبح
کیا پھر اُسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اُسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداے لباس کا ہوا
یعنے جیسے ابتداے لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ
ولو نکر با او نائماً اور قائم رکھنا اُس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوے تھا ایسا ہی گویا اُسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اُس قمیص کو

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق ولو

تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اُسکی جزا بھی متعدد ہو گی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اُسنے قمیص پہنا پھر اُسکو صحت ہو گئی

بعد اُسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اُسنے قمیص پہنا تو اُسپر دو کفارے لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی

قلنسوة فلبسہا مع عمامة لزمہ دم واثم اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سوا اُسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سوا اُسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا

تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اُسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورة

فاستمر کفر اخرے اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ لباس کی حاجت نرہی پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت مین شک ہو

تو اُسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیة ربع الراس او الوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کے برابر ہے کفارہ مین ولا باس بتغطیة

اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علے انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہین محرم کے دونون کان اور گدی کے ڈھکنے مین اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے مین او حلق

ای ازال ربع راسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو مونڈے یعنی بالون کو دور کرے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا اُکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او

حلق محاجمہ یعنی واحتجم والا فصدقة کما فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اُس جگہ کو مونڈے جہان پچھنے لگاتے ہین ماتن کی مراد یہ ہے کہ وہان مونڈے

اور پچھنے بھی لگاوے تب اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونون فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنون کے یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے

کے تو اُسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ تصریح بحر الرائق مین منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ اسقدر حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو

نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم

الا اذا اتحد المحل کحلق ابطیہ فی مجلسین او راسہ فی اربعة یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موے زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے

دونون ہاتھون کے ناخن یا دونون پانون کے ناخن کاٹے یا دونون ہاتھ اور پانون کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس مین یعنی سب صورتون مین

ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہو گی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس مین ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس مین دوسرے

ہاتھ کے اور تیسری مجلس مین ایک پانون کے اور چوتھی مجلس مین دوسرے پانون کے تو چار بکریان ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد

مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس مین مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس مین مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت

متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او یدا او رجلا اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پانون کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا

اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پانون مین ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پانون مین بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی

اور چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر مین معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور

طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت مین کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب

لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اُسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح مین دونون طواف برابر ہو گئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارة

کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہو گی درم سے زیادہ حالت طواف مین تو ذبح یا صدقہ واجب نہین لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام

مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنة ان لم یعدہ اور اگر جنابت مین طواف الزیارة کیا تو اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہین کریا اور

اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارة کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اُسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابة و

ندبہا فی الحدث وان المعتبر الاول والثانی جابر لہ فلا تجب اعادة السعی جوہرہ اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت مین کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہو کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہو اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا و مروہ کی
سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی مین واجب نہین کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ او فتح القدیر مین ہے
کہ اگر جنابت یا وضو نہونے مین عمرے کا طواف کیا تو اُسپر خون واجب ہو اور اسی طرح خون واجب ہو اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات
مین صدقہ کو دخل نہین او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہان سے آنا اُسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب ذبح مین اختیاری آنا اور بے اختیاری دونون برابر ہین ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
غایۃ اور قول صحیح مین ساقط ہوتا ہو خون عرفات مین پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہان پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ **او ترک اقل من سبع الفرض** یعنی ولم یطف
غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطون مین سے کمتر کو ترک کیا یعنے
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اُسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہان تک کہ اگر اُسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہوجاوینگے جتنے مین کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہو اور اکثر شوط رہے تو خون واجب ہو مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہین تو تین صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہون تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہین تو تین ذبح
کرنا واجب ہوگا **او ترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف** فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتون کے حق مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جبوقت کہ وہ جماع کریگا اُتنی بار اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہون مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجاے کل ہو تو گویا اُسنے اصلا طواف نہین کیا کذا فی الطحطاوی **او ترک طواف الصدر او اربعۃ**
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہین عزم سفر پر موقوف ہو **او ترک السعی** او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہوکر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہوکر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ **او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ** ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایکدن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے م کل رمی کا ترک کرنا یہ ہو کہ یوم النحر سے تیرھوین تک
رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا ممکن ہو بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ
یوم النحر مین جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار ترک ہوئین یا ایام ثلثہ مین کسی دن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایکدن
کی رمی ترک کرنے مین ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **او حلق فی حل بحج فی ایام النحر** فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر مونڈا یا حل مین ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہو سو اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل مین سر منڈایا تو ایک خون واجب ہو بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم مین لا دم **علی معتمر** خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہین اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا منڈائے اور

ایسا ہی حکم حاجی کا ہی اگر ایام نحر کے اندر حرم مین پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم مین بال کترواوے یا منڈاوے تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبل
عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہی لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہی او لمس لشہوۃ انزل اولا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ
وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہویا نہو خون اُسپر واجب ہی قول اصح مین یا اپنا کف دست آلہ تناسل مین لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور
انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر او اخر الحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما
بہما یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ مین ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر مین متعین ہین بنا بر وجوب کے اور صاحبین رح کے
نزدیک مناسک کی تاخیر مین خون واجب نہین او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر مین چار عبادتین علی الترتیب واجب ہین اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق مین نہ تنہا
حج کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم رح کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہی اور صاحبین رح کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہین اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع مین منا کے اندر ٹھہرے
اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اُسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو مین نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہین اور
دوسرا شخص آیا اُسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا مین نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہین سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنے اب اُسکو کر لے اور کچھ حرج نہین امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہی کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج القبہ متحقق ہی
لیکن نفی جزا کی ثابت نہین اور صاف ظاہر ہی کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی ناد انستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بعلمی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہی کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونون کی محتمل ہی اور چونکہ ابتداے اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے انکو معذور رکھا اور جزا کا
حکم نہ دیا تو مقام اضطراب مین بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہی علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے
نسک پر مقدم کرے اُسپر خون واجب ہی اور بعضے نسخون مین بجاے ابن مسعود رض کے ابن عباس رض مذکور ہین ہر چند اسکی سند مین ابراہیم بن مہاجر داخل ہی اور وہ ضعیف ہی لیکن طحطاوی
مین اس قول کو عبد اللہ بن عباس رض سے دوسری سند سے ذکر کیا ہی جسمین ابراہیم بن مہاجر مذکور نہین تو استدلال پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی والحلق
نعم یکرہ لباب وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہین نہ صدقہ نہ خون اُس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ہان یہ تقدیم مکروہ ہی کذا فی اللباب اور یہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہین تنہا حج کرنے والے پر مگر اس صورت مین کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اُسپر
ذبح کرنا واجب نہین یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اُسکو کچھ ضرر نکریگی کذا فی الطحطاوی ابتداے باب سے یہان تک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمین ایک خون
واجب ہی ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ بعضہم من جعل الدمین للجنایۃ اور واجب ہین دو خون
اُس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہی اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اُسکو منقح کر کے
بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور کہا ہی کہ اس تقریر سے دفع ہوگیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کر کے کہ یہ دونون خون جنایت کے ہین م
مصنف نے منح الغفار مین بیان کیا ہی کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر مین تصریح کی ہی کہ ایک خون قران کا ہی اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا شبہہ
دفع ہوگیا کہ دونون خونون کو جنایت کا سمجھا ہی وان طیب جوابہ قولہ الآتی تصدق اقل من عضو او ستر راسہ ولبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر مین
یعنے تمام عضو مین نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھاک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دیوے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہی ماتن کی عبارت مین ان طیب کا جواب
اُسکا قول ہی یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ مین ہی کہ ایک ساعت تک لباس پہننے مین نصف

صاع کا صدقہ ہی اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہی شارح کہتا ہی اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہی یعنی اڑھائی گھڑی جسکو بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہی تو بہتر تھا کہ شارح اسکو ذکر نہ کرتا **او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ** یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے **او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استغرقان لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء** یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانون سے چار اور دوسرے پانون سے چار سب سولہ ناخن ہوے اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہی تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۲۴ سیر گیہون ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تا کہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہی یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین مثل ہدایہ اور اسکی شرح مین یہی مذکور ہی کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہی بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انہین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہی **او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر وجب لکل شوط منہ ومن السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء** افاد الحدادی انہ یعطی نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوطون سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہی یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہی یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر ڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہی کہ نصف صاع کم کر ڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی جو متون مین مذکور ہی یعنے جتنا چاہے کم کر ڈالے **او حلق راس محرم او حلال غیرہ** اور رقبتہ **او قلم ظفرہ** بخلاف ما لو **طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شی علیہ اجماعا** ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ **تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ** تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے ہم یہ جواب ہی ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہی چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے صدقہ فطر کی تمثیل دی **وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ** اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہی اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہی کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر خوف سے مراد یہ ہی کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہی تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہی لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہی اور صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئین میرے منھ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز پہلے

بتلائی ہے یہ آیت اتری (فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من رأسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنے جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف ہو اُسکے سر سے تو فدیہ ہی صوم سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہی کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہی اُسنے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قرآن مین مجمل تھا حضرت نے اسکی تفصیل بیان فرمائی **ووطیہ فی احدی السبیلین من ادمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیہ قبل وقوف فرض یفسد حجہ** اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہی خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دبر مین محرم نے عمداً جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہی لیکن صغیر اور مجنون پر اس جماع سے ذبح اور قضاے حج لازم نہین طحطاوی نے کہا وطی انسان کی بہر صورت مفسد ہی حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہین لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سو یہ قول ضعیف ہی **ولوالجیہ** اور مناسک ابن حنبلہ کے مخالف ہی کذا فی النہر **وکذا لو استدخلت ذکر حمار او ذکر مقطوعا فسد حجہا اجماعا** اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اُسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق **ویمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضیہ ولو نفلا** اور واجب ہی کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنے فاسد جانکر اُسکو بالکل ترک نہ کردے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون اُنکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہی اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہی جو ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اُسکو روایت کیا ہی اگرچہ یہ حدیث مرسل ہی لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہی کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہی سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہین بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبداللہ بن عباس رض اور عبداللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہی بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابوہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہی کذا فی فتح القدیر **ولو افسد القضاء ہل یجب قضاءہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ** اور اگر سال آیندہ مین قضاے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہی یا نہین شارح کہتا ہی مین نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر قضا سے مراد یہان اعادہ ہی حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہین م یہ تقریر صاحب نہر کی ہی جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر **ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع** اور جب زوجین قضاے حج کو دوسرے سال آوین تو اُنپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ مشقت قضاے حج کی ترک جماع مین کافی ہی **ووطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ بعد الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ** اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اُسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اُس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہی چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہی کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہی اسواسطے کہ اسکا قصور ہی کیونکہ بعد حلق کے سواے عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہی ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہی اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہی کذا فی الطحطاوی **ووطیہ فی عمرتہ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا فمضی وذبح وقضے وجوبا ووطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی** اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہو عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنابر وجوب کے اور وطی کرنا
محرم کا عمرے میں بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہیں لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک
چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہو اسواسطے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہو کذا فی الطحطاوی **فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل**
خلقه اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہو صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو خشکی کا جانور وہ ہو
جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہو جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی
اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہ ہو کہ اپنی اصل خلقت
مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہو کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو پلاؤ ہرن صید مین داخل ہو اسواسطے کہ اصلی
وحشی ہو اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ اُنکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہو تو
سب کا قتل محرم کو حرام ہو حل اور حرم دونون مین سواے اُن جانورون کے جو مستثنےٰ ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی **اودل علیه**
قاتله مصدقا له غیر عالم واتصل القتل بالدلالة اوالاشارة والدال والمشیر باق علی احرامه واخذه قبل ان ینفلت عن مکانه یا محرم نے صید پر اُسکے قاتل کو
دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہو دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا
یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہو بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہو کہ اُسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کر کے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہو کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہو کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہو کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر دلالت کے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتار چکا ہو تو اُسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہو کہ
قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اُسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اُسنے اُسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اُٹھ گیا
اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہو کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہو اور اشارہ سامنے ہوتا ہو **بدأ اوعودا**
سهوا اوعمدا مباحا اومملوکا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اُسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت واقع
ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک کا ہمین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری
قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیة الطحطاوی **فعلیه جزاؤه ولو سبعا غیر صائل اومستانسا او حماما ولو مسرولا بفتح الواو ای فی رجلیه ریش کالسراویل**
یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اُسکی جزا واجب ہو اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ نکیا یا مانوس ہو اور مالوف ہو جیسے پلاؤ ہرن یا کبوتر
ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین و سکون را و فتح واو اُس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانون مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک مسرول
کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہو وحشی نہین تو اُسکا حکم بط کے برابر ہو ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہو لیکن وہ اپنے بھاری پن سے
اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح **او هو مضطر الی اکله کما یلزمه القصاص لو قتل انسانا واکل لحمه** یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو
تو بھی اُسپر جزا واجب ہو چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہو اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اُسکا گوشت کھا دے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہین **والقدم المیتة علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر** اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کا کھانا مقدم ہو
صید پر اور صید مقدم ہو مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہو سور پر مقدم تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف روایت ہو فتاوی

قاضی خان مین مردار کو تقدیم ہی صید پر اور مبسوط مین صید کو تقدیم ہی مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر **ولو المیت نبیا لم یحل بحال کما لا یوکل طعام مضطر آخر** اور اگر میت پیغمبر ہو تو کسی حال مین حلال نہین جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہین **وفی البزازیۃ الصید المذبوح اولی اتفاقا** اور بزازیہ مین ہی کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہی مردار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہی اور شکار مین عارضی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **والجزاء ہو ما قومہ عدلان وقیل الواحد ولو القاتل یلفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن لہ فی مقتلہ قیمۃ فاو للتنویع لا للتخییر** اور صید کی جزا وہ قیمت ہی جسکو دو عادل مسلمان مقرر کردین جس مکان مین کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان مین جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اُسکے مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ او کا مصنف کی عبارت مین تقسیم کے واسطے ہی نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کردینا کافی ہی اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹھہراوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے ضعیف ہی کہ ظاہر نص قرآنی کے مخالف ہی اور نص مین ظاہر دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہی مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جزاے صید مین قیمت لازم ہی اور امام شافعی اور محمد رح کے نزدیک ہمشکل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہی چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری کا بچہ اور شترمرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گاے اُنکے نزدیک لازم ہی حق تعالی نے فرمایا **لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوی عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مسکین او عدل ذلک صیاما** یعنے صید کو نہ مارو محرم ہوکر اور جو تم مین سے قصداً مارے تو جزا ہی مثل اُسکی جسکو مارا جانورون مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز پہونچاوے کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام تو امام شافعی رح کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہی یعنے باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہی جو صورۃً اور معنیً دونون ہو چنانچہ مشترک النوع مین سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہی چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الہدایہ وشروحہا **والجزاء فی سبع ای حیوان لا یوکل ولو خنزیرا او فیلا لا یزاد علی قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا الدم وکذا لو قتل معلما ضمنہ لحق اللہ تعالی غیر معلم ولمالکہ معلما** اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان وہ جانور مراد ہی جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اُسکی قیمت زیادہ نکیجاویگی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل مین سواے خونریزی کے کوئی فساد نہین کیونکہ اُسکا گوشت لائق کھانے کے نہین تو اُسمین جزا واجب نہین مگر خونریزی سو بکری مین حاصل ہی اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا مثلاً شکاری چیتا مارا تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اُسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے انتفاع کے ہی اور حق شرع باعتبار اسکی ذات کے ہی قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح **ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہ ہدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق این شاء علی کل مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ** پھر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرادیوین تو قاتل کو اختیار ہی کہ اُس قیمت سے ہدی مول لے اور اُسکو مکہ مین جاکر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہون یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہین چنانچہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا **لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا** کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا نہ واجب **او صام عن طعام کل مسکین یوما** یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہی کہ قاتل کو تین امر مین اختیار ہی کہ صید کی قیمت سے گاے یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجاکر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلاً گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجاے نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنے اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہونچتے ہون تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہون تو دس روزے

رکھے وان فضل عن طعام مسکین اوکان الواجب ابتداء اقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سرے سے
نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً کنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کمتر
یا اسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین تبعا للمنح تبعا للبحر لکنہ ذکرہ ہنا وقدم فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا
اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح نقل اسنے یہاں یعنی جزاے صید
میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہوچکا ہے تو یہاں بھی اسی طرح لائق ہے علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی
کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنے طعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردے
دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت انکو پیٹ بھر کے کھلاوے جتنا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولا ان یدفع
کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقۂ
فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید میں تعدد مساکین مصرح ہے قرآن میں بلفظ جمع لکن لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان
علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو
جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ وہ بعید ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنے اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا
جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے تمام صدقات واجب میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہیں چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہوچکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ
کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلا شیء علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ
یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں چنانچہ کبوتر کے چھڑانے میں بلی سے یا جال سے کچھ پر اوکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر
کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے اور جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درم قیمت ہو جاوے
تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب
القیمۃ بالنتف وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤں کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے
یعنے اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑجاتا ہے اور چوپایہ اپنے پاؤں سے بھاگ جاتا ہے لیکن جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے
پاؤں کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی الدر والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اسکے انڈے توڑنے سے
کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر اور قیمت واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے
پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہے کذا فی الدر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ
احرام نہیں باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہے کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض
روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ اوقیمۃ
دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی الذی انبت بنفسہ سوار کان مملوکا او لا حتی قالوا

لونبتت فی ملکه ام غیلان فقطعها انسان فعلیه قیمة لمالکها واخرے لحق الشرع بناء علے قولهما المفتی به من تملک ارض الحرم اور قیمت واجب ہی حرم کی گھاس اور
حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنے خود جم اٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہان تک فقہا نے تصریح کی ہی
کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُٹھے اور کوئی آدمی اُسکو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر
دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اُسکی مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا ہی صاحبین رح کے مفتی بہ قول پر کہ زمین
حرم کی مملوک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک زمین حرم وقف ہی تو مملوک نہین ہو سکتی ولا منبت ای لیس من جنس ماینبته الناس فلو من جنسه فلا شئ
علیه اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہی کہ وہ جمانے کا درخت نہو یعنے اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر
اُسکے ہم جنس ہو یعنی ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اُسکے کاٹنے سے اُس شخص پر شرعا مواخذہ نہین ہاں اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو
البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیة الطحطاوی ہم کتب فقہ علے الخصوص شرح ہدایہ مین مصرح ہی کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہین ایک قسم تو وہ درخت ہی
جسکو لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہی جو خودرو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہی اُسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہی جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے
یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہین ان دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خودرو درخت ہی اُسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہی جسکو لوگ بوتے ہین
تو اُسکے کاٹنے مین بھی جزا واجب نہین یا ایسا خودرو درخت ہی جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب ہی کذا فی الدرر
اور اس امر مین اصل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الہی کی بعد اسکے
فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر کہ حلال ہو گیا پھر
اُسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہان کی گیلی گھاس اور حلال نہین یہان کی
گری چیز تو عباس رض نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام نہین ہر چند
ظاہر حدیث مین سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنے نہین لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنے کیا ہی اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہی بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہی تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خودرو ہی اور انسان کی طرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اُسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا کذا فی الہدایة
والاختیار شرح المختار لمقطوع دورق لم یضر بالشجرة ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثماره اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتون مین مواخذہ
شرع کا نہین بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہی کاٹنا
اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اُسکا پھلنا قائم مقام ہی اُسکے بونے اور جمانے کے قیمته فی کل ما ذکر الا ماجف او انکسر لعدم النماء او ذہب بحفر کانون او ضرب
فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنه لانه تبع واجب ہی قیمت اس چیز کی جسکے پر اکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئے جمیع مسائل مذکورہ مین چنانچہ تفصیل
اُسکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اُسکے قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت مین
نمو نرہا تو وہ درخت نرا حطب (ایندھن) ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب بھٹی کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہی
کہ اسطرح سے ضائع ہونا بالتبع ہی نہ بالاصالت والعبرة للاصل لا للغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہی نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہی اور شاخین
اُسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہی اُسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اُسکی حل مین ہی اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا درخت ہی نہ حرم کا وبعضه
والاصل ککله ترجیحا للحرمة اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کے برابر ہی بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرة لمکان الطیر ان کان علے غصن بحیث

لو وقع الصید وقع فی الحرم فهو صید الحرم والا لا اور اعتبار اُڑنے والے کے مکان کا ہی سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں آگرے
تو وہ حرم کا شکار ہی اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم وراسه فی الحل فالعبرة لقوائمه بعضها او کلها الا اذا
وهذا فی القائم فلو نائما فالعبرة لراسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانون حرم میں ہون اور اُسکا سر حل میں تو اعتبار
اُسکے پانون کا ہی یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پائون کا حرم میں ہونا سب پانون کے برابر ہی یعنی اگر ایک پانون بھی حرم کی زمین میں ہوگا
تو وہ حرم کا شکار ہی نہین اعتبار ہی شکار کے سر کا یعنی اگر اُسکے پانون حل مین ہون اور سر حرم مین تو وہ شکار حل کا ہی نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہی
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اُسکے سر کا اعتبار ہی اسواسطے کہ اس حال مین اُسکے پانون کا اعتبار ساقط ہی تو یہان دو امر جمع ہوے ایک اباحت کا اور دوسرا
تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اُسکا سر حرم مین ہو اور پانون حل مین تو وہ حرم کا صید ہی اور اگر سر اُسکا حل مین ہو تو وہ حل کا صید ہی والعبرة بحال
الرمی الا اذا رماه من الحل ومر السهم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہی یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا
شکار کو تو اُسپر جزا نہین لیکن اگر حل سے مارا اور حرم مین تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اُسپر جزا واجب ہی کذا فی البدائع م فتاوی عالمگیری مین ہی
کہ اگر رامی اور رمی دونون حرم مین ہون یا ایک حرم مین ہو تو جزا واجب ہی اور اگر دونون حل مین ہون تو جزا واجب نہین بشرطیکہ تیر حرم مین ہو کر نہ نکلا ہو اور
یہی حکم ہی باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه لم یحرم اکله وجاز بیعه وکره وجعل ثمنه فی الفداء ان شاء لعدم
الذکاة بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دُہا اور اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو اُسکا کھانا حرام نہین اور
اُسکا بیچنا جائز ہی اور مکروہ ہی اور اگر چاہے تو اُسکو بیچکر اُسکی قیمت جزا مین دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُنہین ذبح کرنا شرط نہین
بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہی یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل مین خواہ حرم مین یا غیر محرم نے حرم مین شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا
اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہی سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہی تو اُسکا کھانا اور بیچنا جائز نہین کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی
جائز نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہی صید خشکی کا تو شکار اُسکے حق مین ایسا ہو گیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشه
ہدایہ ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سواے
اذخر کے م اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث مین مذکور ہو چکا اذخر بکسرہ اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہی جسکو ہندی
مین گندھیس اور گندھیل اور بہرائچ کی گھاس کہتے ہین فلا باس باخذ کماة لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہین حرم کی کھمبی لینے مین اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہی گھاس
نہین ہی ویقتل قملة من بدنه او القاءها او القاء ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادة اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اُسکے ڈالنے سے یا اپنے
کپڑے کو دھوپ مین ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے مین صدقہ واجب ہی یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج م اپنے بدن کی
جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہی اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہین مانند بال کے و لہذا دوسرے شخص کے بدن کی جون کا مارنا یا
زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہی اور اگر کپڑا دھوپ مین ڈالے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اُسپر جزا واجب نہین کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی مین ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہی تو موجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل مین کچھ مضائقہ نہین لیکن امام مالک رح کے موطا مین عمر فاروق رض
سے ثابت ہی کہ محرم کے ٹڈی مارنے مین فرمایا التمرة خیر من جرادة یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہی ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی
اسی طرح روایت کی ہی اور تمام اصحاب مذاہب حقہ اُنہین فاروق اعظم رض کے تابع ہین واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیها ای القملة بالدلالة کما فی الصید
اور واجب ہی جزا جون مین بتانے سے بھی چنانچہ صید مین بتانے سے بھی واجب ہی یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

اُسنے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی **ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ہو الزائد علی ثلثۃ والجراد کالقمل** بجراور کثرت سے جون مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہے اور ٹڈی جون کے برابر ہے قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ دس یا زیادہ کثیر ہین اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی **ولاشئ بقتل غراب الا العقعق علے الظاہر ظہیریۃ وتعمیم البحر ردہ فی النہر** اور کچھ جزا نہین نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے مین سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہے نہر الفائق مین بحر الرائق مین کہا کہ تینون قسم کے کوے کا مارنا درست ہے تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی پشت زخم کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف رح سے مصرح روایت ہے کہ حدیث مین اس کوے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونون کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایۃ مین ہے کہ عقعق جانور کو اکثر نہین ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعوی مندفع ہوگیا اور ظہیریۃ مین ہے کہ عقعق مین دو روایتین ہین ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید مین داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اُسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے **وحداۃ بکسر ففتحتین وجوز البرجندی فتح الحاء** اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہے حداۃ بکسر حا و فتح دال و ہمزہ اور برجندی نے حے کا فتحہ بھی تجویز کیا ہے حداۃ بفتح اول دو نوک کے تیر کو کہتے ہین اور ظاہر تو بکسر اول ہے کذا فی القاموس **وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا** اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنے وحشی کتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی کتے کے سوا یعنے اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہے کہ فارہ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہے اور برجندی نے اُسمین تسہیل بھی جائز رکھی ہے یعنے ہمزہ اور الف کے بین بین پڑھنا م وحشی کتا ہر چند صید ہے لیکن بسبب اُسکی ایذا رسانی کے جزا اُسکے قتل کی ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین سقوط جزا مین علت اسیطرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے جاتے ہین کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہے بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری روایت عبد اللہ بن عمر رض سے یون ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داود کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے محرم کو اجازت ہے یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر **وبعوض ونمل لکن لایحل قتل مالا یوذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلے اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح ای اذا لم تضر** اور مچھر اور چینٹی کے قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چینٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر ولہذا فقہا نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنے پلاؤ کتا جبکہ موذی نہو تو اُسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث مین ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنے اُس صورت مین ہے جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہے کہ جب کتے ایک گانون مین زیادہ ہو جاوین اور وہان کے لوگون کو ضرر پہونچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کروا ڈالین ہکذا فی النہر **وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین (وہکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید الا متولدۃ من البدن)** اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ[عه] اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن مین سے پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فی القاموس **وسبع ای حیوان ما صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزا کما تلزمہ قیمتہ لو مملوکۃ** اور درندہ یعنے ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے قتل سے جزا لازم نہین جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اُسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین دو قیمتین

[له] بفتح میم و سکون با موحدہ و رائے مہملہ مفتوح و زاء معجمہ دراز خربکان پاخانہ
[عه] صراح اور دوسرے لغات سے معلوم ہوتا ہے کہ وزغ ایک قسم چھپکلی کی ہے جو جنگلون یا باغون مین پائی جاتی ہے ۱۲

لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہو گی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو **ولہ ذبح شاۃ ولو ابوہا ظبیا لان الام ہی**
الاصل وبقر وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ آہین مان ہی اصل ہی نہ باپ اور جائز ہی
ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہی جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہون اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین اُڑتی پھرتی
ہین کہ اُسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی **واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانتہ فلو**
وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو بشرطیکہ
جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا امام مالک اور شافعی رہ کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید بر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار
کردیا تمھارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی یحیےٰ بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم
سو ان نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم مین سے امر کیا تھا شکار کا یا
اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحاب
نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم صحابہ رض کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اُسکو
مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز **وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم** لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم
وقیدہ بالذبح لانہ لا شیٔ فی دلالتہ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہی تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول لیکر مکہ مین
ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہی نہ کفارہ یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا
محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اُسپر کچھ جزا واجب نہین سواے
گناہ کے **ومن دخل الحرم** ولو حلالا **او احرم** ولو فی الحل **وفی یدہ حقیقۃ** یعنی الجارحۃ **صید وجب ارسالہ** ای اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی علے
وجہ **غیر مضیع لہ** لان تسیب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اُسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہین تو اُس شخص پر واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل مین
اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنے چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ
چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذا فی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا یخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت
وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ تقبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا
تو جائز ہی اگر چھوڑنے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خواہ کلام مذکور
کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی سے

اعتاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو طائر کے اُڑانے کو اباحت کر مقید کرنا چاہیے قبل اُڑنے کے یعنی اُڑانے سے پہلے یون کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑے وہ اسکا مالک ہے کذا فی الطحطاوی
وفی کراھیۃ مختارات النوازل سیب دابۃ فاخذھا آخر واصلحھا فلا سبیل للمالک علیھا ان قال عند تسیبھا ھی لمن اخذھا وان قال لاحاجۃ لی بھا فلہ اخذھا والقول بیمینہ نہی
اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہۃ مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اُسکو پکڑ لیا اور اُسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو
اُسپر اختیار نہین بشرطیکہ چھوڑتے وقت اُسنے یہ کہا ہو کہ یہ اُسکا ہے جو اُسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہین تو مالک اول کو
اسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اُسمین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ بجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک وہی
من احدی الحجج چھوڑنا واجب نہین اگر صید محرم کے گھر مین ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اُسمین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک
دلیل ہے یعنے صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور اُنکے گھرون مین صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور اُنسے منقول نہین کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہ
اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے دواجن اُس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اُسکی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری
کذا فی النہر والمنح م جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ اُنکے حق مین خیر القرون وارد ہے اور یہ مطلب نہین
کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اُسکا چھوڑ دینا
واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنے جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر
جزدان مین ہو تو لینا اُسکا درست ہے اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے کا لینا درست ہے اسواسطے کہ صید
پنجرے مین ہے نہ ہاتھ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھ مین لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب
شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید
اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل مین جائز ہے اور اُسکو لینا صید کا اُس آدمی سے
جائز ہے جسنے صید کو اُس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اُسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ بمجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحا
کبازٍ فقتل حمام الحرم فلا شئ علیہ لفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ
جزا لازم نہین اسواسطے کہ اُسنے وہ کیا جو اُسپر واجب تھا یعنے محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو
اُسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے
کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور
مشتری حرم مین ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین رح کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا
ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اُسکا چھوڑ دینے والا اُسکے
حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنی اگر گھر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اُس صید کو چھوڑ دیگا تو اُسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اُسکے حقیقی
ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہ ہے کہ چھوڑنے
والے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا و ما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین رح کا قول لائق فتوی کے
ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین اُنھین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ حینئذ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر حرم کا
صید محرم نے پکڑا تو اُسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اُسکا مالک ہی نہین ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اُسوقت مین

یعنی جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحطاوی **والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری** کشراء
وہبۃ **بل بسبب جبری** والسبب الجبری فی احدے عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط **کالارث** وجعلہ فی الاشباہ الاتفاق لکن فی النہر عن السراج
انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے
مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروح مذکور ہین سو اسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے
جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق
مین سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کا میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم العین ہے مطلقاً لقولہ تعالی (وحرم
علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا **فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا**
جزائین الآخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم
تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی مم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا
جیسے صغیر اور نصرانی دو نون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی **ورجع اخذہ علی قاتلہ** لانہ قرر علیہ ما کان بعرض السقوط اور پکڑنے
والا محرم قاتل محرم سے پھیرے جسقدر کہ اُسے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اُسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل
اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی وہذا ان کفر
بمال وان بصوم فلا علی ما اختیارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور
اگر اُسنے اُسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے
اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیرے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہے کذا فی المنح
ولو کان القاتل بہیمۃ لا یرجع علے ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ لہ تعالے ولکن رجع الآخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد
دونون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہے تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھرے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین
نہ حقوق اللہ **وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایۃ علی احرامہ** یعنے بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع
نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام **فعلی القارن** ومثلہ متمتع ساق الہدی **دمان** اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے پر
ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن
اس واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہو گی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے **وکذا الحکم فی الصدقۃ** فیتثنی ایضا لجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کے کرنے کے اپنے دو احرام پر **الا المجاوزۃ المیقات غیر محرم** استثناء
منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اُسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت مین

وہ قارن نہین کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہین باندھا تو یہ استثنا منقطع ہو کہ صدر کلام مین داخل نہین **ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء** لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہو گی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی **ولو حلالان صید الحرم** لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرمون نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہو گی یعنے ایک ہی جزا لازم ہو گی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہو تو جزا بھی ایک ہی ہو گی **وبطل بیع محرم صیدا** وکذا کل تصرف **وشراؤہ** ان اصطادہ وہو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہو اور اسی طرح جمیع تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہین اور محرم کو اُسکا خرید کرنا بھی باطل ہو اگر اُسکو حالت احرام مین پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت مین نہ گرفتار کیا ہو تو بیع فاسد ہو **فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء** سواگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ مین ہلاک ہو گیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہو اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہو گا تو فقط محرم پر جزا لازم ہو گی کذا فی المنح وفی الفاسد یضمن قیمتہ ایضا لمامر اور بیع فاسد مین مشتری قیمت کا بھی ضامن ہو گا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہو گی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اُسکا مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اسمین بائع مالک نہین ہوتا لہذا اسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہو جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہو گا تو اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہو گی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی **ولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما** ہرنی جنی حرم سے نکالنے کے بعد اور ماں اور بچہ اُسکا دونون مر گئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہو امن کا شرعا ولہذا اُسکا حرم مین پہونچا دینا واجب ہو تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ مین بھی سرایت کر گئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہو گیا **وان ادی جزاءہا ای الام ثم ولدت لم یجزہ** ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بہ سبب نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہو اُسکا پہونچا دینا حرم مین ظاہر جواب یہ ہو کہ ہان واجب ہو کذا فی النہر **افاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزۃ المیقات** وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ماسیاتی فی المتن قریبا **وجاوز وقتہ** ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ **ثم احرم لزمہ دم** کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر اُسنے احرام باندھا اسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین ذبح کرنا واجب نہو گا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہو گا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہو گا اور نہر الفائق مین جو بدائع سے منقول ہو اُسکا ظاہر مطلب یہ ہو کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہو یعنی بعد مجاورت میقات کے ارادہ معتبر نہین **فان عاد ای المیقات ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک** صفۃ محرما کطواف ولو شوطا **وانما قال ولبی** لان الشرط عند الامام تجدید التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما **سقط دمہ** پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلاً طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہو گیا ماتن نے لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہو کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم مین شرط نہین میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہو **والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج** اور افضل ہو پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے **والا** ای وان لم یعد او عاد بعد شروعہ **لا یسقط الدم** اور اگر میقات کی طرف

نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہوگا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج
من الحل فان علیہما دم لمجاوزۃ میقات اہلہ بلا احرام وکذا لو احرما بالعمرۃ من الحرم دبا بعود کما مر لیسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے
سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہے بسبب بلا احرام بڑھنے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا ان پر واجب ہے
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہوچکا ذبح کرنا ساقط ہوجاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا
من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدھا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں
یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اُس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوگیا تو اُس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب
صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں م بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل اُسکا
نام نخلہ محمود ہے وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی و وقتہ البستان ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنے حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اُسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے
اہل بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی
حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام کے
ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اُسپر ایک حج یا ایک عمرہ
واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا
سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اُسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اُس
احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اُسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت
کے ساقط نہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذرا او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ
المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اُس سے یعنی کفایت کر جائیگا اُس حج یا عمرہ سے جو اُسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہوگیا اگر اُسنے احرام باندھا ہو اُس عبادت کے واسطے جو اُسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرۂ نذر کے لیکن یہ اُس صورت میں ہے
جب اُسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اُسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اُس سال کے اسواسطے
کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدھا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کر کے اور
اُسکو قضا کرے اور اُسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اُسکا تدارک ہوجاویگا مکی ومن
فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اُس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ
اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو رفضہا قضاہا فقط اور اُسپر

ذبح کرنا واجب ہی بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہی اسواسطے کہ مکی مذکور اُسکے مانند ہی جسکا حج فوت ہوگیا اور رفائت الحج عمرہ کرکے احرام اُتارتا ہی
اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تا اینکہ اگر مکی مذکور اُسی سال حج کریگا بعد عمرہ کرنے کے تو دوسرا عمرہ اُسپر سے ساقط ہوجاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرے
کی قضا کرے کذا فی المنح **فلو اتمہما صح واساء وذبح** وہو دم جبر وفی الافاقی دم شکر سو اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونون کو ادا کیا تو صحیح ہی اسواسطے
کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن بُرا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہی تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو
جمع کرنے مین ذبح کرنا واسطے شکر کے ہی تو خود اُسکا کھانا جائز ہی کذا فی المنح **ومن احرم بحج وحج ثم احرم یوم النحر باخر فان کان قد حلق للاول لزمہ الاخرۃ فی**
العام القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہوا اول حج کے واسطے
تو دوسرا حج اُسپر لازم ہوگیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہوچکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرام مین نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا
اُسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر **والا یحلق للاول فمع دم قصر عبر بہ لیعم المرأۃ اولا** لجنایتہ علی احرامہ بالتقصیر او التاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر
نہ منڈایا تو دوسرے سال اُسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے بالون کو کترا ہو یا نہ کترا ہو ماتن نے بلفظ تقصیر سواسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی
شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اُسنے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا م جب یوم النحر مین قبل
حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگیا کہ دو حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام اُتارنے کو اُسنے سر منڈایا یا نہین منڈایا
اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادت مین یعنی یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر
واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح **ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم باخرے ذبح** الاصل ان الجمع بین الاحرامین لعمرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم لا للحجتین
فی ظاہر الروایۃ فلا یلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سواے سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہی کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ
تحریمی ہی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہی اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا اُسمین ذبح کرنا واجب نہین اور غایۃ البیان
مین جو دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہی صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہی کذا فی المنح **افاقی احرم للحج ثم احرم لعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا لکما مر**
ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونون اُسپر لازم ہوے اور
یہ شخص قارن بدکار ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اُسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہوکر
نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے تو ممکن ہی کذا فی الطحطاوی
فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم لہا فمضی علیہما ذبح وہو دم جبر **وندب رفضہا** لتاکدہ للطواف **فان رفض قضی** لصحۃ الشروع فیہا **واراق دما لرفضہا**
پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہی کہ حج کے افعال مین عمرہ داخل کردیا
اور مستحب ہی ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بواسطہ صحیح ہونے شروع کے
اور ذبح کرے بہ سبب ترک کرنے عمرے کے **حج فاہل بعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ** بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم **ورفضت** وجوبا تخلصا
من الاثم **وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح** وعلیہ دم لارتکابہ الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر مین یا اُسکے بعد کے
تین دن مین تو عمرہ کرنا اُسکو لازم ہوگیا بہ سبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہی
تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہی بہ سبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نکرے ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اُسپر
ذبح کرنا واجب ہوگا بہ سبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہی **فائت الحج اذا احرم بہ او بہا وجب الرفض** لان الجمع بین احرامین لحجتین

او لعمرة من غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرے کے احرامون کو جمع کرنا مشروع نہین م دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوے کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی لما فاتہ الحج بقی فی حرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرة ثم بعدہ یقضی ما احرم بہ لصحة الشروع ویذبح التحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیة الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغة المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقة حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہوجاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک ہوجانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا دشمن عام ہی کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتدائً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر

فحینئذ لیبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنے ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کرکے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے م طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو نذکور کرتا والقارن دمین اور قارن دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فیہا ونعمت والا تحلل بالعمرة لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورة حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے یا احرام باندھے ہوے وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہی پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہی اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کر کے احرام کو اُتارے
اسواسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اُتارنا بسبب ضرورت کے تھا تا کہ احرام کی مدت نہ دراز ہو جاوے کہ اُسپر مشکل پڑ جاوے کذا فی الزیلعی **ویذبحہ یحل ولو بلا**
حلق وتقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہی اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہی کذا فی المنح **فلو ظن ذبحہ ففعل کالحلال**
فظہر انہ لم یذبح او ذبح فی حل لزمہ جزاء ما جنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہی پھر ظاہر
ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تھی یا حل مین ذبح ہوئی تھی نہ حرم مین تو اُسپر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی **ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ بالشروع**
وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اُتارا ہی اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اُسپر حج واجب ہی بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہی بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اُسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی **وعلی المعتمر عمرۃ** اور عمرے کا
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اُسپر فقط ایک عمرہ واجب ہی **وعلی القارن حجۃ وعمرتان احدہما للتحلل** اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہین
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا مگر قضا مین اُسکو اختیار ہی چاہے قران کرے چاہے تینون کو علٰحدہ علٰحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی **فان بعث**
ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج معا توجہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اُسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہی ہدی
اور حج کے پانے پر ساتھی تو اُسپر واجب ہی کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اُسوقت مین ہر گز جائز نہین احرام سے خارج ہونا ہدی بھیجکر اسواسطے کہ ہدی بھیجنا بدلا تھا
حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نرہا کذا فی المنح **والا یقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ** وہی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی
قادر نہوا تو اُسپر روانہ ہونا لازم نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنے چار صورتون کا محتمل ہی پہلی صورت یہ ہی کہ ہدی اور حج دونون کو پاوے دوسری صورت
یہ ہی کہ دونون کو نپاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت مین تو جانا لازم ہی اور
باقی تین صورتون مین لازم نہین لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہی کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے جائز ہی تو ادراک ہی حج کا بدون ہدی کے ممکن ہی اور صاحبین رح کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک قبل یوم النحر
کے ذبح کرنا جائز نہین کذا فی شرح الوقایہ **ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات** اور احصار نہین بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف
عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہین تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی **والممنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر**
علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ مین ہو وہ محصر ہی بقول اصح **والقادر علی احدہما**
لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ به واما علی الطواف فلتحللہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہین جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین
کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف
اصل ہی تحلل مین اور ذبح کرنا ہدی کا اُسکا بدلہ ہی اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہین

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہی غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنے بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا **الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا**
عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہی کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اُسکو
جائز ہی کہ اُسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہی دلائل قرآن اور

احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یون دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنے اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالی نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہ بھی اُسنے علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردون کو بخشے تو انکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال او اللام بمعنی علے کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اُسنے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علے کے ہے چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہے تو اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سواے فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہے اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیے ہین جواب اول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہے تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہ ہے کہ لام معنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ہنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کھول دیا اور توفیق غیر کی دینے والا اللہ تعالی ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبے کی کتاب الحج مین

اموات کے ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہی اور اُسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہی اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہی کذا فی
الطحطاوی الٰہی بہ محمد و آلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوۃ
وکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر
اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہی مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب
کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہی اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہی مع عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہی کہ
عبادات مالیہ مین آزمایش مالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہی سو یہ امر نائب کے فعل مین بھی حاصل ہی اور ہر چند عبادت بدون نیت کے صحیح نہین
اور کافر ذمی اہل نیت کا نہین لیکن جب نیت منیب معتبر ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت مین دونون برابر ہوگئے اور منیب کو اختیار ہی نائب کے
دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اُسوقت نیت کرے یا درمیان مین اُسی عبادت کے نیت کرے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیۃ
کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقاً اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے
نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین غرض اصلی یہ ہی کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پڑے تا روح کو صفائی
اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نکرے لہذا اسمین مطلقاً نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز
مین اور یہی مطلب ہی اس حدیث کا کہ (لا یصم احد عن احد ولا یصل احد عن احد) اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ یعنے کوئی روزہ نرکھے
کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنے نیابت صوم وصلوۃ سے فرض ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہی چنانچہ
اُس حدیث مین مصرح ہی کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور
جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہی جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہی عاجز ہونے کے وقت فقط مع ہر چند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین
اسواسطے کہ حج عبارت ہی وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین تھا تو گویا مال حج کا جز ہو گیا کذا فی الطحطاوی حج مین
عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی مین نیابت حج کی جائز ہی بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج
تمام عمر مین ایکبار فرض ہی یہان تک کہ اعادہ لازم ہی زوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہی سو اُسنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد
اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اُسپر واجب ہی کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن
فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہی کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کے وقت کہ مین نے
احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہی اور دل
کی نیت کافی ہی تو تصریح بلفظ ضرور نہین ہذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ ای یمکن وان لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض
بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقا سواء استمر ذلک العذر ام لا یہ یعنے مشروط ہونا دوام عجز کا موت تک اُسوقت تک ہی کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی یعنی ایسا عجز ہو کہ
اسکے زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اُسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہین خواہ یہ عذر عدم بصارت
وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجاے موت ہی کذا فی النہر کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتدا صاحب بحر یہ تفصیل
محیط اور فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہی کہ یہی حق ہی واللہ اعلم کذا فی المنح ولو احج عنہ وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے

حالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز رہا تا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی ہو گا بسبب نپائے جانے شرط کے
یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہو گا کذا فی الطحطاوی **وبشرط الآمر** به ای بالحج عنه **فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا**
حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة اور جائز ہو نیابت بہ شرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا
باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہو بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت
حال کے یعنے جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی وبقی من الشرائط النفقة من مال الآمر کلها او اکثرها
والحج المامور بنفسه وتعیینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیر لم یحج غیره ولو لم یقل لا غیره جاز او رشرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہو کہ کل نفقہ
نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہو گا کذا
فی العالمگیریة عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا مشروط ہو اگر اُسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے
نہ غیر اُسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہو واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجه وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارة لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہو اُنمین سے ایک شرط
یہ ہو کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرح پر کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اُسکا
حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ مع شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور
خانیہ مین مصرح ہو کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہو گا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہو کذا فی حاشیة الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق کله او اکثره جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین جمع کر لینیکی گنجایش
ہو یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہو اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا
کذا فی الطحطاوی **وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه** اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہو نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل
مین وسعت ہو تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہو **ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من المذهب** وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقة کحج النفل
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہو بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہو کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہو اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہو جیسے نفل
حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہو لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہو اور مامور سے ساقط
نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہو کہ حجة الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اُسنے کہا
یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہو اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرف سے حج کر دون حضرت صلعم نے فرمایا ہان
اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہو کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا فرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہو کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا
کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہو نہ مامور کی طرف سے **لکنه تشترط لصحة النیابة اهلیة المامور لصحة الافعال** ثم فرع علیه بقوله **فجاز حج الصرورة** بمهملة من لم یحج **والمراة**
ولو امة **والعبد وغیره کالمراهق** وغیرهم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہو اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہو
تاکہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہو حج کرنا اُسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہو اگرچہ وہ لونڈی ہو
اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہو اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہو نیابت کے واسطے تاکہ خلاف شافعی کا صرورہ بصاد مهملہ مفتوحہ اُسکو

کہتے ہین جسنے ہنوز حج نہین کیا کذا فی القاموس ہر چند نیابت عورت اور غلام اور جسنے کہ حج نہین کیا اور مراہق کی جائز ہی بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ
کراہت سے خالی نہین اور امام شافعی رح کے بھی مخالف ہی تو انکے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہی مناسک طرابلسی مین مذکور ہی کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل
یہ ہی کہ وہ حر عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی المنح ولو امر ذمیا او مجنونا لا یصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے
حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے واذا امرض المامور بالحج فی الطریق لیس له دفع المال الی غیرہ لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا اذن
له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له ذلک مرض اولا لانه صار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا مامور راہ مین بیمار ہو گیا تو اسکو جائز نہین
غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اُس صورت مین جبکہ اُسکو غیر کے مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر کہ اُس سے
کہا گیا یا مال دینے کے وقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اُسکو غیر سے حج کروانا جائز ہی خواہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق
ہو گیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخرہ بعد وجوبه اما لو حج
من عامه فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ مین مر گیا اور اُسنے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی شارح کہتا ہی وصیت کرنا حج کا اُسوقت واجب ہی جب
اُسنے بعد وجوب حج کے ادائے حج مین تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہین فان فسر المال او المکان فالامر
علیه ای علی ما فسرہ والا فیحج عنه من بلدہ قیاسا لا استحسانا فلیحفظ پھر اگر میت نے وصیت مین مال یا مکان کی تفصیل کر دی ہو کہ اسقدر مال سے یا یہان سے
حج کیا جاوے تو اُسکی بموجب ہو گا اور اگر مال یا مکان کو اُسنے متعین نکر دیا ہو تو اُسکی طرف سے حج کیا جاوے اُسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر استحسان کے تو
اُسکو یاد رکھنا چاہیے م دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہین اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہین اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہون وہان استحسان مقدم ہوتا ہی لیکن مسئلہ
اس مواضع سے ہی جہان قیاس مقدم ہوتا ہی استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس قول ہی امام رح کا اور استحسان قول ہی صاحبین رح کا
وجہ قیاس کی یہ ہی کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق مین اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہی اسواسطے کہ مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ جب ابن آدم مر گیا تو
اُسکا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہی تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج مذ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان
یہ ہی کہ قرآن مجید مین ثابت ہی کہ جو اپنے گھر سے نکلے الخ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ مین مرے تو اُسکا ثواب عند اللہ ثابت ہی اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے
ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیه وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اُسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت
اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اُسکا موت سے باطل نہین ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایه وفتح القدیر فلو احج عنه الوصی من غیرہ لم یصح پھر اگر
میت کی طرف سے وصی حج کروا دے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہین ان وفی به ای بالحج من بلدہ ثلثه وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اُسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور وللوصی او الوارث ان یسترد المال من المامور
مالم یحرم اور میت کے وصی یا اُسکے وارث کو جائز ہی مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ اُسنے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسیکو جائز نہین ثم ان ردہ لخیانة منه فنفقته
الرجوع من ماله والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہو گا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہین تو پھرنے کا
خرچ میت کے مال مین ہو گا اوصی بحج فتطوع عنه رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانه لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی
طرف سے سو ایک مرد نے اُسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نکریگا یعنے میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہو گا اگرچہ میت نے اُسکو حج
کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اُسکا مقصود نہ حاصل ہو یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنه ابنه لیرجع فی الترکة جاز ان لم یقل من مالی وکذا الواجح لا لیرجع
کالدین اذا قضاہ من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اُسکے بیٹے نے اُسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ متروکہ سے

بھریگا تو جائز ہی بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور سیطرح کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز نہین
حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروک سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن فرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع
بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہین اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس **ومن حج عن کل من**
امریہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہ عن احد ہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والون کے واسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو
شریک کیا تو وہ حج امور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے ومبنی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہوگا احرام کو
مطلق کیا یعنے امر کا ذکر نکیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احد ہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا
کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف مالو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما ولہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی
شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اُنکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی
بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے
تو اُسنے انکا حج ادا کیا اور ہوگی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا جابر رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اپنے باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اُسنے انکا حج ادا کیا اور اُسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور اُن دونونکی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار
لکھا جائیگا اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے
ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے مذکور کیا ہی یہ جو ماتن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتین
ہین کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اُسنے وصیت
نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی سے اُسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رح نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر **ودم الاحصار لا تفسیر علی الآمر**
فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث قیل من الکل ثم ان فاتہ بتقصیر منہ ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین
پھانسا تو اُسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے خرچ کرنا
چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا
تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی
ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی
نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا **وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ ویعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود** اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از طرف والدین

بیاع کیا تو ضمان نہین بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہوگیا **وان مات المامور او سرق نفقتہ فی الطریق قبل وقوفہ حج من منزل آمرہ بثلث مابقی**
من مالہ فان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعدہا ہکذا الی ان لایبقی من ثلثہ ما یبلغ الحج فیبطل الوصیۃ اور اگر امور راہ مین مرگیا یا اسکا
نفقہ چوری گیا راہ مین قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث مابقی کفایت نکرے
وطن سے تو جس مکان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے
حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا نہ باقی رہے جسکے ثلث سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نرہے تو وصیت
حج کی باطل ہوجاویگی یہ قول امام اعظم رح کا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے نہ باقی متروکہ سے اور محمد رح کے نزدیک اگر اس مال سے جو مامور کو دیا
کچھ باقی ہے بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہین **تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر والنہر قلت وظاہرہ انہ لارجوع فی ترکۃ المامور فلیراجع** شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی
ثلث مابقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اسکی تصریح کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا مین نے مراجعت
کی کتب فقہ کی طرف تو اسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم **لا من حیث مات خلافا لہما وقولہما استحسان**
یعنے اگر مامور راہ مین مرجاوے تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہان سے جہان مامور مرگیا بخلاف صاحبین رح کے اور قول صاحبین رح کا استحسان ہے اور قول امام رح کا
قیاس ہے لیکن یہان استحسان بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **فروع مسائل ملحقہ** شارح کے **یصیر مخالفا بالقران او التمتع لکما مر لا بالتاخیر عن السنۃ**
الاولی وان عینت لانہ للاستعجال لا للتقیید مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر کرنے سے اگرچہ آمر نے
سال اول کا حج مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ یہ تعیین جلدی کے واسطے ہے نہ تقیید کیواسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہین اداے فرض مین لیکن اول سال افضل ہے کہ
شاید نفقہ باقی نرہے کذا فی الطحطاوی **والافضل ان یعود الیہ** اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ مین اقامت نکرے تاکہ آنے جانے کے
نفقات کا ثواب آمر کو ملے **وعلیہ رد ما فضل من النفقۃ وان شرط لہ فالشرط باطل الا ان یوکلہ بہبۃ الفضل من نفسہ او یوصی المیت بہ لمعین** اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ
آنے جانے سے زیادہ بچے اسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل مال کا پھیر دینا درست
نہین کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کردینے کا وکیل کردیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اسکے ہبہ کا مین نے تجکو وکیل کیا تو اس مال پر اپنی ذات
کے واسطے قبضہ کرلیجو کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اسکا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال کو
اپنی خوشی مامور کو دیوے پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہین ہوگیا حج کروانے سے آنے جانے مین فقط ضروریات کے صرف کرنے مین اسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال
میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر **ولہذا** مامور کو اپنے ساتھ کسیکو کھلانا اور
حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خرید کرنا اس مال سے جائز نہین الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والفتح **وللوارثۃ ان**
یسترد المال من المامور مالم یحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیرے مامور سے جب تک اسنے احرام نہ باندھا ہو **وکذا ان احرم وقد دفع الیہ لیحج عنہ بلا وصیۃ**
فاحرم ثم مات الامر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اسکو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اسنے احرام باندھا پھر آمر مرگیا تو اسکے وارث کو
مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے **وللوصی ان یحج بنفسہ الا ان یامرہ بالدفع او یکون وارثا ولم تجز البقیۃ** اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس
صورت مین اسکو حج کرنا جائز نہین کہ میت نے اسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنے یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو
اور باقی وارث اسکے حج کرنے کو جائز نرکھین تو بھی اسکو بذات خود حج کرنا جائز نہین **ولو قال منعت وکذبوہ لم یصدق الا ان یکون امرا ظاہرا** اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج
کرنے سے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثون نے اسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہوگا تو اسکو دینا پڑیگا مگر یہ کہ کوئی ظاہر امر

اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لُٹا ہو یا مدت تک منیھ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وکذبوہ یصدق بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اُسوقت تصدیق ہو گی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اُسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو والا تقبل بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہو کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہو لیکن دریردہ نفی ہو مگر جب وارث گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہو نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع **ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب** بہ فیہ یہ باب ہو ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایے حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو **وادناہ شاۃ** ہدی کا ادنے رتبہ بھیڑ بکری ہو **وہو ابل** ابن خمس سنین **وبقر** ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہو اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہو اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہو **ولا یجب تعریفہ** بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہو یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہو اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہو جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہو کذا فی المنح **ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا** فلما سیجیئ فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہو قربانیون مین چنانچہ اُسکی تفصیل کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہو شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اُس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہو کذا فی المنح **ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیئ الا فی طواف الرکن** جنبا او حائضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہو بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شئی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہو چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا **ویجوز اکل** بل یندب کالاضحیۃ **من ہدی التطوع** اذا بلغ الحرم **والمتعۃ والقران فقط** ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہو کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہو کھانا نفل کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہو فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہو گا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اُسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہو ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح **وتعین یوم النحر** ای وقتہ وہو الایام الثلاثۃ **لذبح المتعۃ والقران فقط** فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہو لفظ یوم کا یہان یعنی مطلق وقت ہو تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہو گا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہو لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہو امام رحمہ کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی **وتعین الحرم لا منی للکل لا لفقرہ لکنہ افضل** اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہو منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے مخصوص نہین بلکہ جو چاہے لیکن حرم کا محتاج افضل ہو غیر سے **ویتصدق بجلالہ وخطامہ** ای زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے ہو اسواسطے کہ صحاح ستہ مین علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اسمین نہ دیجاوے کذا فی الفتح **ولم يعط اجر الجزار** ای الذابح **منه** فان اعطاه ضمن اما لو تصدق عليه جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی وغیرہ کے
گوشت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہی **ولا يركبه** مطلقاً **بلا ضرورة** اور نہ سوار ہو ہدی پر
بلا ضرورت ہم صحیحین مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہوے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ اُس
شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین جابر رضہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جس وقت کہ تمکو
حاجت ہو تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہین کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص برکوبه وحمل متاعه وتصدق به علی الفقراء شرنبلالیه فان اطعم منه
غنیا ضمن) قیمته مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے جسقدر نقصان ہوا ہو ہدی مین سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیرون کو
خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان مین سے مالدار کو کھانا دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط **ولا يحلبه وينضح ضرعه**
بالماء البارد لو المذبح قريبا والا حلبه وتصدق به اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اُسکے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند ہوجاوے
بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنون کے تناؤ سے تکلیف نہو اور اُس دودھ کو خیرات کردے **ويقيم بدل**
ہدی واجب عطب او تعيب بما يمنع الاضحية وصنع بالمعيب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اُس ہدی واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا
جو قربانی کا مانع ہی یعنی لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو عیب دار کو جاہے سو کرے چاہے بیچے چاہے ذبح کرکے کھاجاوے **ولو كان المعيب تطوعا نحره وصبغ**
قلادته بدمه وضرب به صفحة سنامه ليعلم انه هدی للفقراء **ولا يطعم منه غنيا** لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کی ہدی مین عیب ہوگیا یا قریب الہلاک ہو تو اسکو نحر کرے
اور اُسکا پٹہ اُسکے خون مین رنگین کرے اور اُسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھدے اس فعل سے غرض یہ ہی تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجون کے واسطے ہی اور اسمین سے
غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اسلیئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہین پہونچی کہ مالدارون کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد مین قبیصہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اُسکو نحر کرنا اور نعل کو اُسکے خون مین ڈبونا اور اُسکے ایک جانب کو رکھدینا اور اسمین سے
نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز **ويقلد بدنة التطوع** ومنه النذر **والمتعة والقران فقط** لان الاشتهار بالعبادة اليق والستر
بغيرها احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل ہی مین نذر کی ہدی بھی داخل ہی اسواسطے کہ شہرت دینا عبادات کے
ساتھ لائق تر ہی اور غیر عبادات مین یعنی جنایات وغیرہ مین چھپانا سزاوار تر ہی **شهدوا بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم والوقوف صحيح** استحسانا
حتى الشهود للحرج الشديد گواہون نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفے کے دن نہوا بلکہ دسوین تاریخ
واقع ہوا تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیون کا صحیح ہی بنابر استحسان کے یہان تک کہ گواہون کا وقوف بھی صحیح ہی بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ
اکثر ہوجاتا ہی کہ اُس سے بچنا ممکن نہین تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ غنی مطلق نے دین مین سے
حرج کو نفی کرڈالا ہی قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہی اُس حدیث مین کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمھارا صوم اُسی دن ہی جسمین
تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہی جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمھارا وہی دن ہی جسدن تم عرفات مین ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہی
جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنے وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہی جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور راے سے عرفہ کا دن جانتے ہین اور اسمین وقوف کرتے ہین
اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اُسکی سماعت مین کچھ فائدہ نہین تو حاکم کو لازم ہی کہ اُسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہوجاویگی
تمام اہل موقف مین تو قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہین بہت سخت مکدر ہونگے کہ کس سختی اور مشقت سے
قطع منازل بعیدہ کرکے اور خطبہ اُٹھا کر وہان پہونچے ہین لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آوین تو حاکم اُنسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمھاری گواہی نہین سننے

مسائل مختلفہ

لوگون کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر **وقبلہ** ای قبل وقتہ **قبلت ان امکن التدارک** لیلا مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنے اگر گواہون نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ مین لوگون نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگون کے ساتھ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہین ہم اگر آٹھوین تاریخ گواہون نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو سب لوگون کے ساتھ یا اکثر لوگون کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس مین بھی اور استحسان مین بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی انکو قدرت حاصل ہے تو اگر اسدن دوپہر ڈھلے وقوف نہوگا تو انکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگون کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان مین نہ قیاس مین اور اگر رات کو بھی اکثر لوگون کے ساتھ وقوف نہو سکے تو گواہی مقبول نہوگی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کرین کذا فی المنح وغیرہ **رمی فی الیوم الثانی** او الثالث او الرابع **الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل** بالترتیب **فحسن وان قضی الاولی جاز** لسنیۃ الترتیب ایک شخص نے ذی الحج کی گیارھوین یا بارھوین یا تیرھوین تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطیکہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہین کذا فی المنح **نذر المکلف حجا ماشیا مشی** من منزلہ وجوبا فی الاصح **حتی یطوف الفرض** لانتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنابر وجوب کے قول صحیح مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہو گئے ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری مین موافق اسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہما لا شئی علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے انکے اور مساجد کی طرف پیدل چلنے کی تو اسپر کچھ واجب نہین اور اسی کے مانند ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہین کذا فی الطحطاوی **اشتری محرمۃ ولو بالاذن لہ ان یحللہا** بلا کراہۃ لعدم خلف وعدہ **بقص شعرہا او بقلم ظفرہا** او مس طیب **ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع** ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہین اسواسطیکہ اسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکذا لو نکح حرۃ محرمۃ بنفل بخلاف الفرض ان لہا محرم والا فہی محصرۃ فلا تحلل الا بالہدی اور اسیطرح اگر ایک مرد نے اس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اسکا کوئی محرم ہو اور اسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہین اور حج کے جانے سے اسکو روک بھی نہین سکتا در صورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اسکا محرم نہو تو وہ محصرہ ہے یعنے شرعا وہ بند ہو گئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہین جاسکتی اور زوج پر واجب نہین کہ اسکے ساتھ سفر مین جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہین کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامراتہ بنفل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لامتہ فلیس لزوجہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اسکو بعد اس کے پھر نا جائز نہین اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور یہی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہے اسواسطے کہ اسکے منافع کا مالک مولی ہے مگر جبکہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے

زوج کو اُسکا روکنا جائز نہین **فرع** مسائل ملحقہ شتی کے حج الغنی افضل من حج الفقیر مالدار کا حج افضل ہو محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہین
مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور رہگذر سے وہان تک جانا اسپر فرض نہین بلکہ نفل ہو اور مالدار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہو فضیلت
نفل سے اور اگر دونون کا نفل حج ہو تو افضلیت نہین کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولی من طاعۃ الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہو مان باپ کی
فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہین خالق کی معصیت مین بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہو نفل حج سے
علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہون بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہو نفل حج سے اسواسطے کہ
اُسکی منفعت عام ہو اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہو واختلف فی الصدقۃ ورجح فی البزازیۃ افضلیۃ الحج لمشقتہ فی المال والبدن جمیعا قال وبہ
افتی ابوحنیفۃ حین حج وعرف المشقۃ اور اختلاف ہو علما مین کہ خیرات افضل ہو یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہو حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین
مال اور بدن دونون پر مشقت اور محنت ہو اور خیرات مین فقط مال کا صرف ہو نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف رحمہ نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ رحمہ نے
جب حج کیا اور اُسکی مشقت کو پہچانا امام فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہو کہ امام اعظم رحمہ سے مروی ہو کہ صدقہ افضل ہو نفل حج سے لیکن جب امام رحمہ نے حج کیا اور
مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہو اور مراد امام رحمہ کی یہ ہو کہ نفل کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہو
اور یہ مراد نہین کہ حج بدون خیرات کے افضل ہو فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہو لہذا حج افضل ہو خیرات سے قول مختار
مین انتہی کلامہ لوقفۃ الجمعۃ مزیۃ سبعین حجۃ فیہا لکل فرد بلا واسطۃ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہو ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہو اسمین ہر شخص کی بلاواسطہ
یعنے جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اُسکی یہ فضیلت ہو اور اُسی کو عرفہ مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اُسمین مغفرت بلاواسطہ نہین بلکہ عوام
مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوۃ ویذہب لعرفۃ للحرج تنگ ہوا نماز عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہو اور اگر وقوف عرفات کرتا ہو تو عشا کا وقت جاتا ہو تو یہان وقوف عرفات مقدم ہو اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ علم
خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نرہے پھر آنے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اُسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہو بل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم کیا حج مٹا ڈالتا ہو
کبیرہ گناہون کو بعضے علمانے کہا کہ ہان حج کبیرہ گناہون کو مٹا ڈالتا ہو اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنے
اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اُسپر خون اور مال کا مواخذہ نہین دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث
ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہو اگلے گناہون کو اور ہجرت گراتی ہو اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہو اگلے گناہون کو وقیل غیر المتعلقۃ
بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علمانے کہا کہ حج مٹاتا ہو ان کبیرہ گناہونکو جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہین نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم وصلوۃ کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہو قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض
مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہو اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوائے توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہین مانند زنا
اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالی کدین صلوۃ وزکوۃ نعم اثم المطل وتاخیر الصلوۃ ونحوہا
یسقط وہذا معنی التکفیر علے القول بہ اور کوئی قائل نہین سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہان یہ البتہ ہو کہ ادائے دین
مین دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسی طرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہوجاتا ہو حج کرنے سے اور یہی مطلب ہو حج کے مکفر سیئات ہونے کا بموجب
اس قول کے جو حج کو واجب علے الفور کہتے ہین ہم خلاصہ یہ ہو کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہو نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہو

وقوف عرفہ جمعہ کے دن

بالیقین ثابت نہین چہ جاے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیسے تو بھی اسکا وہ مطلب نہین جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہین کہ حج سے لوگون کا قرض دام ساقط ہو جاتا ہو اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہو بلکہ یہ مطلب ہو کہ اداے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہو جاتا ہو بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہین اُنکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی المنح عن البحر وحدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہان تک کہ خونریزیون اور مظالم مین بھی پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سواے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ مین مظلوم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ ای رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُس دن دعا قبول نہوئی پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اسکی اجابت ہوئی علما رحدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہو اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہو ہر چند یہ حدیث ضعیف ہو لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین از انجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہین حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور اُنھون نے زبیر بن عدی سے اور اُنھون نے انس بن مالک رضہ سے کہا انس رضہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے عرفات مین وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال رضہ نے کھڑے ہو کر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا ای لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضہ کھڑے ہوے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہو حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہو اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو عمر بن خطاب رضہ نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہو اور امام مالک رح کی موطا مین طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہین مگر یہ کہ دیکھتا ہو کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری مین حدیث مرفوع ہو کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہو جاتا ہو جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہو یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی مغفرت معلوم ہوتی ہو اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہو لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہو اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رضہ سے اُسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہو اسواسطے کہ طبرانی اور بزاز اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی ہو کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہو کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہین میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہو اُسمین مذکور ہو کہ حج اگلے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہین بالاتفاق قطعًا ہدم کر دیتا ہو اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقًا مظالم مین اختلاف ہو طیبی قائل ہو کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہو لیکن قول معتمد یہ ہو کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حکم علے الاطلاق ہین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہو اور احادیث مغفرت حج مین اور جمہور اہل سنت کے قول مین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین در صورت مشیت حق یا اُن لوگون کی مغفرت مظالم مراد ہو جنکا حج مقبول ہو چنانچہ روایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی ہو جاوینگے واللہ اعلم ندب دخول البیت اذا لم یشتمل علے ایذاء نفسہ او غیرہ مستحب ہو داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم مین تکلیف نہونا قلیل الوجود ہو اور اندر جانے والے کو مستحب ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ ابن عمر رضہ جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈال کر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور لائق ہو کہ جتنا
ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہان با ادب رہے اور اپنا رخسارہ اُس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہو اور حقتعالی سے مغفرت مانگے اور حمد الٰہی بجالاوے پھر
چارون کونون کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کیطرف نہ اُٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہو کذا فی النہر صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رض سے
روایت ہو کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رض نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر رض نے کہا مین سب سے
پہلے وہان پہونچا تو بلال رض کو دروازہ پر پایا مین نے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال رض نے کہا دونون مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہو کہ اُس وقت
بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہو کہ معاویہ
بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رض سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح السعادة وما یقولہ العوام من
العروة الوثقى والمسمار الذي في وسطه انه سرة الدنيا لا اصل له اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروة الوثقی کہتے ہین اور اُس کیل کو جو اُسکے درمیان مین ہو ناف دنیا کہتے ہین
سو بے اصل ہو ولا یجوز شراء الکسوة من بنی شیبة بل من الامام او نائبه اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جسکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہو بلکہ بادشاہ یا
اُسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہو ہم بالفعل یون واقع ہوا ہو کہ بادشاہ نے حکم دیا ہو کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو
اُسکا اختیار ہو اور ہمارے علما نے اسواسطے اُسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہو اور بلاشبہہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہو پھر جب بادشاہ نے
کسی کو دیڈالا تو اُس سے خرید کرنا جائز ہو اور اسی قول کو امام نووی شافعی رح نے شرح مہذب مین پسند کیا ہو اور کہا ہو کہ بادشاہ کو اختیار ہو کہ غلاف کو مصارف
بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو بدلتے تھے اور پرانا حاجیون
کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اُسمین تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیة الطحطاوی وله لبسها ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اُسکو پہننا
جائز ہو جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیه ولو قتل فی البیت لا یقتل فیه خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اُسوقت بدلا لینا جائز ہو جب
کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اُسکا قصاص اندر نہو گا ام اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اُسکا قصاص حرم مین
نہوگا بلکہ خرید و فروخت اُس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اُسکو نہ دیا جاوے تا کہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے
نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اُسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہو امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم مین قصاص لینا
ہر طرح درست ہو اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین رح کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اُس سے تعرض کرنا نچاہیے
بلکہ اُسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تا کہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہو استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہو اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہو بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور
تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہو اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہو کذا فی المنح لا حرم للمدینة عندنا
مدینہ کے واسطے حرم نہین ہو ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہو ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو
بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوط مین ہو واللہ اعلم ومکة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه الشريفة صلى الله عليه وسلم فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسی اور مکہ معظمہ
افضل ہو مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی ہو قاضی عیاض نے نقل کیا ہو کہ موضع
قبر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہو بلکہ مطلقا افضل ہو یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہو

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہی مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہی کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل
واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہی بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا ہی جسکو مقدور اور طاقت ہوم انشاء اللہ تعالے عنقریب طریق
زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدا بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلوۃ والسلام فیبدا
بزیارۃ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر
فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہی چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اُسوقت تک ہی جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور
اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت
کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہی کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہی اسکی غیر مسجد مین سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی
عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اُسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہی مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر رض
سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہی سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین
افضل ہی اسکی سو نمازون سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہی کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو
خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہی اور تاکہ ظاہر حدیث دار قطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوائے میری زیارت کے اُسکا مین
شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا مگر مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہی علما کا بعض شافعیہ رح نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہی مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہی صاحبین رح کا اور امام
ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہی کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہی اور کثرت
مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہ بھی ہی کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہی چنانچہ ابن مسعود رض
سے مروی ہی اگر یہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہی ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور
فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ کسی شہر مین سوائے مکہ کے
ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اُسکو عذاب دردناک
چکھاوینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہی کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہی اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش
مقتضائے طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہی ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسولخدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اُسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن
آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف
نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہی کہ وہ مخالف ہی احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے
وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہی نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اُسکا
شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک طرابلسی مین ہی
کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرمت قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین

اور محمد رح کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اور یہی افضل اور مستحب ہی اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہی کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہی دو فصل پر **فصل اول**
کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا
ہو اور چونکہ کتب حدیث مین مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدائے سفر حج سے آخر تک نہین لہٰذا اُسیکا ترجمہ کرنا
اُسکے اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق رض سے مروی ہی کہ امام محمد باقر رض نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
حج کرنے کا طریقہ بتلائیے تو جابر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پھر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ مین آئے
ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپ کے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ
مین پہونچے تو وہان اسما بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسما نے حضرت صلعم کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب مین کیا کرون فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر
حضرت صلعم نے مسجد مین احرام کی نماز پڑھی پھر اُس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہان تک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہو گئی میدان مین جابر نے کہا کہ مین نے
جوانبے آگے مد نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائین طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے سامنے تھے اور اُنپر قرآن اُترتا تھا اور وہ اُسکے مقصود کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہمنے بھی اُسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے
اُسطرح فرمایا (لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک) اور لوگون نے بھی اسی طرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے
اُنمین لوگون پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر رض نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نہ تھی ہم عمرے کو نجانتے تھے یعنے اشہر حج مین
عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہان تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ مین پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنے حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور
چار بار آہستہ چلے یعنی طواف مین پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی (واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی) اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ
کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود کا
استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑھا (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہین جس سے اللہ نے
ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اُسپر چڑھ گئے یہان تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و
یمیت وھو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ) پھر بابین ان اذکار کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر اُترے
مروہ کی طرف تا آنکہ آپ کے قدم نیچے آگئے تو تین بار نالہ کے اندر رمل کیا یہان تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہان تک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ پر اُسکے مانند
کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت کو مین
عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اُسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی اور جنکے ساتھ
ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوے سو کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہی یا ہمیشہ کو ہی تو دونون
ہاتھ کی انگلیون کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج مین اسطرح اُسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رض نے کہا اور علی مرتضی
علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہین باندھے ہین اور رنگین کپڑے ہین اور سرمہ
لگائے ہین تو علی مرتضی ناخوش ہوئے اُنپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہی تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہی تو جابر رض نے کہا کہ علی مرتضی
عراق کے ملک مین کہتے تھے مین گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اُس امر کے جو اُنھون نے کیا تھا اور حضرت کی
اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا رض نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین جو اُنپر ناخوش ہوا تھا سو اُنھون نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

لے اسکا ترجمہ اور حج کو مخصوص کر دیا ۱۲
سے اور بیان اور ترجمہ
کرنے کے لئے یعنی صفا و مروہ
سے ان الصفا والمروۃ
اسکا نشان بیان مین ابتدا کی
سے اسکا ترجمہ بھی لکھا ۱۲

حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰؓ بولے مین نے یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی
حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہی سو تو حلال نہو جیو جابر رضؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہی تھی سو سب
ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز
پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور انہین گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے
مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے بڑھے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہونچے تو خیمہ کو استادہ پایا
نمرہ مین سو اسمین اُترے یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے
واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر مین اس تمھارے مہینے مین حرام ہی خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے
پاؤن کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنے انکا دعوی کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خون سے ابن ربیعہ
یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہی جو شیرخوار تھا بنی سعید مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے
عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہی سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے انکو لیا ہی اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہون کو حلال کر لیا ہی
تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتون پر یہ حق ہی کہ تمھارے بسترونکو نہ روندا وین اُس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین
تو انکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہی کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط
پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہی اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور
خیرخواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر
بلال رضؓ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون
کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنے سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی
قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور
تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی
کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوے تھے یہانتک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو
آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلدبازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تا کہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہونچے
تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی
اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کرتے کھڑے
فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچھے
بٹھلایا یہانتک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہونچتی ہی یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو
درخت کے پاس ہی سو اسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے
اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضی علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین انکو شریک کیا
پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضی رضؓ نے اسمین سے گوشت کھایا اور اُسکا دونون نے

شور ہا پیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ مین آئے پھر مکہ مین ظہر کی نماز پڑھی پھر عبد المطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے تو فرمایا پانی نکالو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر اسکا خیال نہو تا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کرینگے تو مین بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت صلعم نے اُسمین سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی مسانید مین بھی روایت کیا ہے **فصل ثانی** قبر شریف کے آداب زیارت مین سنن ابی داؤد مین ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جو سلام کرے مجکو مگر حق تعالی میری روح کو پھیرتا ہے تا نیکہ مین اُسکو سلام کا جواب دیتا ہون تیح پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ پھر دو سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ رضؓ وغیرہ نے ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس مین اُسکو سنتا ہون اور جو درود پڑھتا ہے دور تو مجکو پہونچتا ہے یعنے فرشتے پہونچاتے ہین دار قطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اسکے واسطے واجب ہو گئی یعنے بالضرور ثابت ہو گئی مخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دار قطنی نے امالی مین اور ابو بکر مقری نے اپنے معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند معتمد عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اسطرح کہ اُسکا کچھ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہ لازم ہو گیا کہ مین اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہے حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہے دار قطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اُسنے میری زیارت کی میری حیات مین اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر رضؓ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک رضؓ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا کچھ عذر نہین جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی المنح و تاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات مین ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس رضؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور مین نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا مین کہا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب ذرا فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور والے کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و منسک لطرابلسی اور مذہب محبت مین زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علے الخصوص کہ معشوق عاشق فواز مزید کرم سے اپنے مشتاقون کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے و نعم ما قیل ع از دوست یک اشارت دز ما بسر دویدن ۔ بالجملہ جب بعد ادائے حج کے در دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر مزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو اور راہ مین کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے حضرت صلعم کو اُسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑین تو بکمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے (اللّٰہم ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامنا من العذاب وسوء الحساب اللّٰہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلے اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیاءک واہل طاعتک واغفر لی وارحمنی یا خیر مسؤل) مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

اور نہو سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ مین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ اقرب ہے تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھکر سواریون سے اُتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھکر اُتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اُنپر کچھ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ اُنکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے بہ تسکین تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہین پہنتے ہین بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اُسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حقتعالی نے اپنے حبیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہو تو یون کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم صل علے محمد وعلے آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک ام اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مطہر مہبط وحی اور اصل احکام اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے ولہذا امام مالک رح مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پانوٗن پہلے رکھے اور یون کہے اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لے ابواب رحمتک) اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیت المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ ممبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد مین ہے وہ دونون آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اُسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھ سے فوت نہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز وانکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان لگی ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون کے اندر حجرۂ شریفہ کی دیوار کے قریب تھا ولہذا اَمناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ مین فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لایق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منھ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ برکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک مین آرام فرماتے ہین اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث مین منصوص ہے پھر بکمال حیا اور ادب سے یون عرض کرے السلام علیک یا ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تین بار السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

یا خیر الخلائق اجمعین السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علیک یا امام المتقین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین

ای بہترین سب خلق کے سلام تمپر ای سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنیوالے نبیونکے سلام تمپر ای پیشوا پرہیزگارون کے سلام تمپر ای پیشوا اُجلے اور ہاتھ پاؤن چمکتے والون کے

السلام علیک ایہا المبعوث رحمۃ للعالمین السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ

سلام تمپر ای بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگون کے سلام تمپر ای سفارشی گناہگارون کے سلام تمپر ای حبیب اللہ کے سلام تمپر ای پسند کیے ہوئے اللہ کے

السلام علیک یا صفوۃ اللہ السلام علیک یا ایہا الہادی الی صراط مستقیم السلام علیک یا من وصفہ اللہ بقولہ وانک لعلی خلق عظیم

سلام تمپر ای برگزیدہ اللہ کے سلام تمپر ای راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تمپر ای وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے ہو بڑے خلق پر

وبقولہ بالمؤمنین رؤف رحیم السلام علیک یا من سبح الحصی فی یدیہ وحن الجذع الیہ السلام علیک یا من امرنا اللہ بطاعتہ

اور اس قول سے کہ ایمان والون پر شفقت کرنیوالے ہو مہربان سلام تمپر ای وہ کہ تسبیح پڑھی کنکرون نے انکے ہاتھون مین اور مشتاق ہوا ستون چوبین کیطرف سلام تمپر ای وہ کہ ہمکو حکم کیا خداوند تعالے نے انکی طاعت کا

والصلوۃ والسلام علیہ السلام علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی ذریتک الطیبین وازواجک الطاہرات امہات المؤمنین

اور درود وسلام پڑھنے کا اُنپر سلام تمپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپکی اولاد پاک پر اور آپکی بیبیون پاک مسلمانون کی ماؤن پر

واصحابک اجمعین کثیرا دائما ابدا کما یحب ربنا ویرضی جزاک اللہ عنا افضل ما جزی بہ رسولا عن امتہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

اور آپکے سارے ساتھیون پر بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپکو خدا جزائے خیر دے ہماری طرف سے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کیطرف سے مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود

لا شریک لہ واشہد انک عبدہ ورسولہ وخیرتہ من خلقہ اشہد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ

اور کوئی اُسکا شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اُسکے بندے اور رسول اور بہترین اُسکے خلق کے ہین گواہی دیتا ہون کہ آپنے رسالت کو پہونچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی

وکشفت الغمۃ واقمت الحجۃ واوضحت المحجۃ وجاہدت فی اللہ حق جہادہ وقاتلت عن دین اللہ حتی اتاک الیقین فصلی اللہ علی

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب مین حق اُسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالی کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپکو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحک وجسدک وقبرک افضل واکمل وازکی وانمی صلوۃ دائمۃ الی یوم الدین یا رسول اللہ نحن وفدک وزوار قبرک

آپکی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک ای رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہین اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہین

جئناک من بلاد شاسعۃ ونواحی بعیدۃ قاصدین قضاء حقک والنظر الی مآثرک والتیامن

آپکے پاس حاضر ہوئے ہین بہت مسافت کے شہرون اور دور کے ملکون سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو

بزیارتک والاستشفاع بک الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظہورنا والاوزار قد اثقلت کواہلنا

آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤن نے ہماری کمرین توڑ دی ہین اور گناہ ہمارے مونڈھون پر بھاری پڑ گئے ہین

وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعۃ والمقام المحمود وقد قال اللہ تعالی ولو انہم

اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تمسے وعدہ ہوا سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالے نے یون فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ

اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا

جب برا کیا تھا اپنے اوپر آئے تیرے پاس اور بخشوا نے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسألہ

مہربان اور ہم آئے ہین برا کرکے اپنی جانون پر بخشوانے والے اپنے گناہون کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اُس سے سوال کیجیے

أن تميتنا على سنتك وأن تحشرنا في زمرتك وأن توردنا حوضك وأن تسقينا بكاسك غير خزايا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ مین ہمکو اُٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچاوے اور آپ کے پیالے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہون

ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

پاس سے رحمت بے شک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیون کو جو ہمسے پہلے ہوئے ہین ایمان مین اور مت کر ہمارے دلون مین کینہ اُن لوگون کا جو ایمان

آمنوا ربنا إنك رؤف رحيم پھر سلام پہونچاوے اسکا جسنے حضرتؐ کو سلام کہدیا ہو اسطرح السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان پسر فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہو

بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے جتنا ہو سکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے تا صدیق اکبر کے سامنے ہووے اور کہے السلام عليك يا خليفة

آپسے آپکے رب کے پاس تو آپ اُسکی سفارش فرمایئے اور سب مسلمانون کی سلام تمپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك يا أمينه

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اُسکے رفیق سفرون مین سلام تمپر اے اُسکے امین

على الأسرار جزاك الله أفضل ما جوزي إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه

بھیدون پر تمکو خدا تعالے جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے اُنکے طریق اور راستہ پر

خير مسلك قاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام لم تزل قائما للحق وناصرا لأهله حتى أتاك

اچھا چلنا تم لڑے مرتدون اور بدعت والون سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتون کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ داہنی

کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت اور اسکی برکتین الہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت مین اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رضؓ کی قبر کے سامنے ہو تو یون کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الإسلام يا مكسر الأصنام

سلام تمپر اے سردار ایمان والون کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتون کے

جزاك الله عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا

تمکو جزا دے اللہ تعالے ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیمون کی اور ملایا ناتوان کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانون کے پیشوا پسندیدہ

وهاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

اور راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے اُنکے تفرق کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتین

مین یون عرض کرے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونون پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور اُنکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین مین قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

بجا لانیوالے اُنکے بعد مسلمانون کی مصلحتین جزا دے تم دونون کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہین تم دونون کے پاس وسیلہ پکڑتے ہین تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کرین ہماری اور

سمعنا و حیینا علے ملتہ و میتنا علیہا و حشرنا فی زمرتہ) پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یون کہے (اللّٰھم انک قلت و قولک الحق ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک

فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللہم ربنا اغفر لنا

ولا بائنا ولا مہاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک روف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ

حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علے المرسلین والحمد للہ رب العالمین) اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہی

چاہے بڑھاوے اور چاہے گھٹاوے اور جس شخص کو اسقدر یاد نرہے تو اتنا کہنا کفایت ہو (السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی ضجیعیک

ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق) اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین اُنھون نے آپ کو باندھا تھا یہانتک

کہ اُنکی توبہ قبول ہوئی تھی اور دو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہین سو وہان دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر

روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑھاتا ہی سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر

کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس جنبر پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے

پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین رو یا تھا اور قصہ اُسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہی اور اس امر کی کوشش کرے

کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پائین مین اور قرارت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے

کذا فی الاختیار شرح المختار او بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جب تک مدینہ طیبہ مین رہے اسپر مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی

مین نہ فوت ہو کہ سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہی پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ

کی زیارت مستحب ہی جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اُٹھینگے اور جنت مین بلا حساب

داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہی کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے (السلام علیکم دار قوم مؤمنین و

انا ان شاء اللہ بکم للاحقون اللہم اغفر لاہل بقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہی

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہی سبط اکبر امام حسنؑ اور امام زین العابدین اور

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضے کرم اللہ وجہ کی مان کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم کی

قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور

مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے مین اور وہان نماز پڑھے اور ایک روایت یون ہی

کہ انکی قبر بھی وہین ہی اور مستحب ہی کہ پنجشنبہ کو مشہد ہاے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے

فوت نہو اور ابتداے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یون کہے (سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبے الدار سلام علیکم دار قوم

مؤمنین ان شاء اللہ بکم للاحقون) اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ

حدیث مین آیا ہی کہ احد پہاڑ ہی ہمکو چاہتا ہی اور ہم اُسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنے شہداے احد مین پھر وہان کھڑے ہوے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے

نزدیک زندہ ہو سو اُن لوگو زیارت کیا کرو اور اُنکو سلام کرو لیں قسم ہی اُس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہی کہ جو اُنکو سلام کریگا اُسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب یہ ہی کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اُسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اُسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہی جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اُسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اور مستحب ہی کہ قبل دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے (یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج الکرب عن المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین صل علے محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان) پھر اُس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنوان ہی مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اُسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہی اور اِس دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کرکے وہان جاوے اور اُنکا پانی پیے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہی کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہوچکی ہین اُنکو اعادہ کرے پھر یون کہے (ودعناک یا رسول اللہ غیر مودعین ولا سامحین بفرقتک ونحن نسالک ان تسال اللہ تعالے ان لا یقطع آثارنا من زیارتک وان یبارک لنا فیما وہب لنا من الولد دخول من النعم وان یرزقنا الشکر علے ذلک بمنہ اللہم لا تجعل ہذا اخر العہد من زیارۃ قبر نبیک اللہم فان توفیتنی قبل ذلک فانی اشہد فی مماتی مثل ما شہدت علیہ فی حیاتی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) پھر مسجد کے اندر روضہ شریف مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعاے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پانون بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت ہی قبول کی پھر یون کہے (اللہم صل علے محمد وعلے آل محمد اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد بنبیک وحط اوزاری بزیارتہ واصحبنی فی سفری ہذا بالبر والتقوے ویسر رجوعی الی اہلی یا ارحم الراحمین) پھر ہمسایگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہوسکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہی پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہی تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بیس ہین اُنکو تفحص اور تحقیق کرکے اُنمین نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور وقفہ کرے علے الخصوص رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہی پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہی کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے نکس اشد ہی مرض سے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بتر ہو اور اپنے مولے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہو کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر والکرمانی حقتعالی ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین فائدہ جلیلہ بعضے آداب زیارت کے واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہین منجملہ آداب زیارت کے یہ ہو کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھووے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہو اسلیے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہو اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہو بلکہ مقتضائے ادب یہ ہو کہ دور رہے جسقدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہو اور اسی پر علما کا اجماع ہو اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے مین محبت اور برکت زیادہ ہو تو یہ اُسکی جہالت اور غفلت ہو اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اسمین ہو جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہو احیاء العلوم مین مصرح ہو کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاری کی عادت ہو انس رض بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہو تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ مین معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہو کہ قبر شریف کے پاس جھککر سلام نکرے کہ بدعت ہو اور اس سے برا زیادہ یہ ہو کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہین کہ یہ تعظیم کا کام ہو حالانکہ یہ غلط ہو علامہ عزالدین بن جماعہ رحنے کہا کہ مجکو جہلاؤن سے تعجب نہین آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہو جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہین جان بوجھ کر اور آداب سے یہ ہو کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز مین نہ غیر نماز مین اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرۂ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہو کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے اسی طرح واجب ہو جیسا کہ حیات مین اسواسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث مین مصرح ہو اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کی طرف سے نکلے تو لائق ہو کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک رح کا یہ مذہب ہو کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن مسافرون کو لازم ہو اور باقی مذاہب ثلثہ مین ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہو ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہو مجد الدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرۂ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہو بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہو کہ قیام مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد مین لگے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہو کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین جایا کرے امام نووی رحنے کہا علے الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہو کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام جن مین کوئی فضیلت نہین وہ بھی واجب الاحترام ہین بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہہ انکو ثابت ہو بہرصورت ہمارے حق مین واجب التعظیم ہین امید ہو کہ خاتمہ انکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے ؎ فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم + الی القلب من اجل الحبیب حبیب + کذا فی تاریخ السید السمہودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العین ہو

فائدہ آداب زیارت

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اُردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین بار چہارم سنہ ١٩٠٠ع مطابق سنہ ١٣١٨ھ نبوی مین بعالی ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور چھپی

نام کتاب	قیمت
تام حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔	۲ پائی
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا محمد اسعد رحمہ اللہ۔	۴ر۳ا۹
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۴ر۶ا۴
مسلک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔	عـہ ۴
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔	عـہ/۸
قدوری۔	۶
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔	۱۵
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔	۴
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	۵ر۳ا۴
شرح مختصر وقایہ کورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	عـہ/۴
رسالۂ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔	۱ پائی
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان ارکان	۳ پائی
کتب فقہ عربی	
ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف۔	عـہ/ ب
مبادی الاصول۔ مصنفہ مولانا	

نام کتاب	قیمت
ابی المنصور الحسن بن یوسف۔	۱ر۹ا۴
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ہے۔	عـہ/ ب
کنز الدقائق۔	
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	عا/ ب
فتح القدیر۔ بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ رکن الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل۔ کاغذ سفید گندہ۔	[illegible]
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	[illegible]
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔	عـ۵/ ب
۱۔ جلدین اولین عبادات۔	صہ/ ب
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔	۴/ ب
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہین کاغذ سفید کامل بتفصیل ذیل۔	۸/ ب
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	۱۲/ ب
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	۱۲/ ب

نام کتاب	قیمت
فتاواے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید۔	عـہ/ ب
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔	صہ/ ب
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید۔	عـا/ ب
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	عـہ/۱۴ ب
شرح وقایہ خرد۔ مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔	۸ر۶ا۴
ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	عـا/۱۴ ب
اشباہ و النظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔	سے/ ب
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید۔	عہ/ ب
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	۸/
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔	۶
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین	سے/۲
(۱) جلدین اولین عبادات مین۔	عـہ/۸
(۲) جلدین آخرین معاملات مین	عـہ/۱۰
شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی۔	۴/ ب

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی سند اول۔	۹/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ مولوی تراب علی مرحوم۔	۹ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابوالحسن درسی سند اول۔	۸/
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلدین ہر حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین کاغذ سفید گندہ۔	عہ/ب
ایضاً۔ کاغذ حنائی وسفید معمولی۔	لعہ/ب
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید وحنائی۔	۱۲ عہ/ب
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید وحنائی۔	ثعہ/ب
ایضاً جلد دوم کاغذ سفید وحنائی۔	ثعہ/ب
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ۔ کاغذ سفید وحنائی۔	لعہ/ب
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبدالرحمن بن علی یمنی معروف	ثجر/ب
جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی وشمائل ترمذی جدید	ثجر/ب
قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمّی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین بخط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	[illegible]
سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلدین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع	ثجر/ب
دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ وخواص اسمار حسنے معروف	۶/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل۔ ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔	۴/
عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اُردو از حکیم ناصر علی صاحب آردی بے نقط درود کا مجموعہ۔	۱۱/
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمٰن۔	۸/ب
تفسیر مواہب الرحمٰن۔ پارۂ اول مولفہٗ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہر/ب
ایضاً۔ پارۂ دوم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ سوم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ چہارم۔	عہ/ب

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمٰن۔ پارۂ پنجم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ ششم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ ہفتم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ ہشتم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ نہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ دہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ یازدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ دوازدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ سیزدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ چہاردہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ پانزدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ شانزدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ ہفتدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ ہشتدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ نوزدہم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بستم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست ویکم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست ودوم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست وسوم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست وچہارم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست وپنجم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست وششم۔	عہ/ب
ایضاً۔ پارۂ بست وہفتم۔	عہ/ب
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔	۲/

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرنگا

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ذیل ہیچ کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ وحدیث وتفاسیر اردو وفارسی وعربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ اردو

نام کتاب	قیمت
ہدایة الاسلام۔ مصنفہٗ مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲/۹
عین الهدایہ۔ ترجمۂ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمۂ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوای عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید۔	لعہ/ب
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین۔	معہ/پ
جلد اول۔	سے/ب
جلد دوم۔	للعہ/ب
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ب ۸/
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ/ب
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ب ۸/
ایضاً۔ کاغذ حنائی	سے/ب
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ	۱/
مفتاح الجنة۔ ازمولوی کرامت علی جونپوری۔	۱۴/۳
حقیقة الصلوٰة مع رسالۂ بے نمازان	۹ پائی
ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنی جلد اول مترجمۂ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی صاحب کاغذ سفید و حنائی۔	عہ/پ
کشف الحاجات۔ ترجمۂ اردو مالابدمنہ ازمولوی محمد نور الدین۔	۳/
رسالۂ خلاصة المسائل۔ نماز روزے کے مسائل اور زکوٰة اور نکاح وطلاق وعتاق کے احکام اور خرید وفروخت ووکالت وضمانت وغیرہ کے جواز وعدم جواز کی صورتین اُردو مین مفصل بیان کیا ہی مع حواشی مفیدہ ازجناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری وہدایہ ومصنف تفسیر مواہب الرحمٰن۔	۵/
نور الهدایہ ترجمۂ شرح وقایہ اُردو۔ ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی کاغذ سفید	عہ/ب
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہٗ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔	۲/
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔	۳/
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔	۸/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	۱/۶
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ ازمولوی محمد سلطان خان۔	۱۴/
چہل مسائل فقہ ازمولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف المسائل۔ مصنفہٗ مولوی اشرف علی خان۔	۱۰/
رسالۂ تجہیز وتکفین میت۔ از محمد عصمت	۱/

کتب فقہ فارسی

نام کتاب	قیمت
ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہی دو مجلد کامل کاغذ سفید وحنائی۔	عہ/پ
شرح سفر السعادت۔ ازمولانا عبد الحق دہلوی معروف۔	سے/ب
حجج الحج مسمی بہ غایة الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱/
تذکرة الجمعہ۔ احکام جمعہ ازمولوی عبد السلام	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح۔	۲/

فهرست جلد دوم غایة الاوطار ترجمهٔ اردو درمختار

تمت

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمار عرب و عجم مفید خواص و عوام فرگا

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا